صحابہ وخلفاء راشدین رضی اللہ عنہم

کے بارے میں

شیعہ کا موقف

تحریر

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ

اعداد و تلخیص

مولانا حافظ عبداللطیف اثری

استاذ تفسیر و حدیث جامعہ عالیہ عربیہ مئو

ادارۃ دعوۃ الاسلام مئوناتھ بھنجن یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

منہاج السنت پر تمام ''پی ڈی ایف'' کتب قارئین کے مطالعے اور دعوتی واصلاحی مقاصد کے لئے اپلوڈ کی جاتی ہیں۔

تنبیہ

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی سخت ممانعت ہے، اور ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

منہاج السنت النبویہ ﷺ لائبریری ٹیم

صحابہ وخلفاء راشدین رضی اللہ عنہم

کے بارے میں

شیعہ کا موقف

تحریر

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ

اعداد و تلخیص

مولانا حافظ عبداللطیف اثری

استاذ تفسیر و حدیث جامعہ عالیہ عربیہ مئو

ادارۃ دعوۃ الاسلام مئوناتھ بھنجن یوپی

نام کتاب : صحابہ وخلفاء راشدینؓ کے بارے میں شیعہ کا موقف

تالیف : علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ

اعداد و تلخیص : مولانا حافظ عبداللطیف اثری

طابع و ناشر : ادارۃ دعوۃ الاسلام مئوناتھ بھنجن یوپی

سال اشاعت : اپریل ۲۰۱۳ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار

صفحات : 208

ملنے کا پتہ

مکتبۃ الفہیم

مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM

Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road

Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101

Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224

Email :faheembooks@gmail.com

القرآن پبلیکیشنز سری نگر	مکتبہ دار السلام سری نگر، مکتبہ مسلم سری نگر
اسلامک بک سروس سری نگر	مکتبہ المعارف ممبئی، عمری بک ڈپو ممبئی
ھدیٰ بک ڈسٹریبیوٹرس حیدر آباد	مکتبہ الاثر پرانی حویلی حیدر آباد
دکن ٹریڈرس مغل پورہ حیدر آباد	مکتبہ دار السلام اننت ناگ کشمیر

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

اس بات پر ہمارا ایمان ہے کہ محبت رسول نہ صرف یہ کہ ایمان کا جز ہے بلکہ عین ایمان ہے اور آدمی کامل مومن اسی وقت ہوسکتا ہے جب اس کے دل میں محمد ﷺ کی محبت اس کی اولاد، والدین اور باقی تمام لوگوں سے زیادہ ہو بلکہ **النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم** کے بموجب محمد ﷺ اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب وعزیز ہوں۔

اور جس طرح نبی ﷺ سے محبت ایمان کی علامت ہے اسی طرح آپ سے محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ صحابہ کرام، خلفاء راشدین اور اہل بیت النبی سے بھی محبت ہو کیونکہ آپ ﷺ کو ان سے محبت تھی، اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھیں "رضی اللہ عنھم" کا مژدہ سنایا ہے، اپنی کتاب میں ان کی تعریف کی ہے اور ان کے فلاح و کامرانی کی ضمانت دی ہے، اللہ کے ان نیک و برگزیدہ بندوں نے اعلاء کلمۃ اللہ اور رضائے رب کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کردیا ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے اور ان کو نشانہ بنانے سے روکا ہے۔ اور فرمایا ہے: "جس نے میرے اصحاب کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی اللہ اس کا مواخذہ کرے گا۔"

ان فرمودات کی روشنی میں صحابہ کرام، اہل بیت اور امہات المومنین کے ساتھ عقیدت ومحبت رکھنا لازمی ہے۔ لیکن یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ امت کا ایک طبقہ یہودی سازش کا شکار ہے اور اہل بیت کی محبت وعقیدت کی آڑ میں تمام صحابہ کرام خصوصاً خلفائے ثلٰثہ پر طعن وتشنیع کا تیر برساتا ہے ان کو کافر، فاسق، مرتد، اسلام سے خارج، غاصب، خائن اور ظالم کہتا ہے، حیاسوز اور گھٹیا عبارت گھڑ کر ان مقدس شخصیات کی جانب منسوب کرتا ہے، ان کو برے ناموں سے یاد کرتا ہے اور حد یہ کہ خود اپنی اور تمام مسلمانوں کی ماں کی شان میں بھی گستاخی کرتا ہے، یہ طبقہ غلو میں اس قدر آگے بڑھا ہوا ہے کہ اس نے خود اپنے ائمہ اور فقہاء کے ان تصریحات کو بھی نسیاً منسیاً کردیا ہے، جس میں انھوں نے دلائل کی روشنی میں واضح کردیا ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا اور وہ "رحماء بینھم" کی سچی تصویر تھے، خود اہل بیت کو خلفاء ثلٰثہ سے حد درجہ عقیدت تھی چنانچہ ان لوگوں نے ان سے اظہار محبت ووفا کے پیش نظر ان سے سسرالی کا رشتہ قائم کیا ہے اور ان کی وفات کے بعد اپنے بیٹوں کے نام ان کے نام پر رکھے ہیں۔ یہ طبقہ اپنے آپ کو محبّ اہل بیت کہتا ہے لیکن حضرت علیؓ کی عقیدت میں یہ اس قدر افراط وتفریط کا

شکار ہوا ہے کہ ایک طرف حضرت علیؓ کی منقبت میں بقول حافظ ابو یعلی تقریباً تین لاکھ احادیث وضع کرلیا ہے۔ (موضوعات کبیر ملاعلی قاری) دوسری طرف خود حضرت علیؓ کے بارے میں متضاد اوران کی شخصیت کو مجروح کردینے والی باتیں لکھ ڈالی ہیں اوران کی یہ موضوعات اس قدر مشہور ہوگئی ہیں کہ انھیں صحت کا درجہ مل رہا ہےاور بلاتردد اسے دلیل کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔

یوں تو اس طبقہ کے ان مزعومات وخرافات کی تردیداور دفاع صحابہ میں بہت سے علماء نے قلم اٹھایا ہے اور موضوع کا حق ادا کیا ہے لیکن کوئی ایسی کتاب جس میں صرف شیعہ ہی کی کتابوں سے ان کے عقائد کے ابطال کا التزام کیا گیا ہو میری دانست میں موجود نہیں ہے۔ یہ خدمت اللہ نے علامہ حافظ احسان الٰہی ظہیرؒ کے لئے مقدر کی، آپ نے شیعہ کی مستند ومعتبر کتابوں سے صحابہ کے بارے میں ان کے باطل عقائد کو واضح کیا ہے۔

زیر نظر کتاب علامہ رحمہ اللہ کی ایک چشم کشا تحریر کی تلخیص ہے آپ نے اس تحریر میں فرقۂ شیعہ کے ایک سو گیارہ کتابوں کے حوالہ سے صحابہ بالخصوص خلفاء راشدین کے بارے میں شیعہ کے موقف کو واضح کیا ہے۔

زیر نظر کتاب کے محرک میرے عزیز گرامی فاضل نوجوان مکتبۃ الفہیم کے اہم ذمہ دار مولانا شفیق الرحمٰن فیضی ہیں، جو مسلک سلف کی ترویج وترقی میں پوری اخلاص ولگن سے کوشاں ہیں اوران کی مساعیٔ جمیلہ سے الحمد للہ اب تک ۲۰۰ سے زائد کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوکر شائقین علم سے داد تحسین وصول کررہی ہیں

یہ تحریر ایک خاص پس منظر میں لکھی گئی تھی لہٰذا اب جن باتوں کے عدم ذکر سے نفس مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑتا اسے حذف کردیا گیا ہے۔ اور تحریر کے مرکزی مضمون کی رعایت سے کتاب کا نام "**صحابہ وخلفائے راشدین کے بارے میں شیعہ کا موقف**" رکھا گیا ہے۔ فہرست سے کتاب کے مضامین کو جاننے میں آسانی ہوتی ہے اس لئے اس کی ایک جامع فہرست بھی تیار کی گئی ہے۔ حاشیہ جو خود علامہ رحمہ اللہ کا تیار کردہ ہے اس میں پچیس شیعہ مصنفین وعلماء کا مختصر تعارف بھی آگیا ہے جس کی وجہ سے کتاب کی علمی حیثیت سمجھنے میں مدد ملی ہے۔ اور یہ معلوم ہوا ہے کہ جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کتابیں کس پایہ کی ہیں اوران کے مصنفین کی علمی حیثیت کیا ہے۔

توقع ہے کہ یہ کتاب جس مقصد سے طبع ہورہی ہے اسے یقیناً پورا کرے گی۔ اور شیعیت کا زہر جو جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں آہستہ آہستہ سرایت کررہا ہے اس کے لئے تریاق ثابت ہوگی۔

عبداللطیف اثری
استاذ تفسیر وحدیث
جامعہ عالیہ عربیہ، مئو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیعہ لوگوں کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ اہل بیت النبی ﷺ کے پیرو ہیں اور مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے حق وصواب کے سب سے زیادہ قریب ہیں، نبی کریم ﷺ کے عزیزوں اور ان کے متعلقین سے خاص تعلق کی وجہ سے، سب سے برتر اور سب سے زیادہ ہدایت پر ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ شیعہ نہ اہل بیت النبی ﷺ سے دعوائے پیروی ومحبت میں سچے ہیں اور نہ اہل بیت علیؓ سے محبت وپیروی کے دعویٰ میں کوئی سچائی ہے۔ نہ ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلتے ہیں اور نہ ان کے خیالات ہی پر عمل کرتے ہیں، ان کے راستہ پر نہیں چلتے۔ ان کے اقوال وخیالات کے مطابق اپنی زندگی نہیں گزارتے، ان کے احکامات وتعلیمات پر عمل نہیں کرتے، بلکہ ان کے برعکس چلتے اور قولی وعملی طور پر کھلم کھلا ان کی مخالفت کرتے ہیں، بالخصوص نبی ﷺ کے خلفاء راشدینؓ، آپ کی پاک بیویوں، اور آپ ﷺ کے نیک طینت صحابہؓ کی۔ جنھوں نے اس دین کو اور آپ ﷺ کی رسالت کو، دوسرے انسانوں اور کائنات کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا، جو اللہ کے دین کو پھیلانے والے، اس کے علمبردار اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے والے ہیں، جنھوں نے اللہ کے راستے میں اس طرح جہاد کیا، جس طرح جہاد کرنے کا حق تھا۔ اس کی رضا کی خاطر اپنی ہر متاع گراں مایہ کو نچھاور کر دیا۔ جو اس کی رحمت کے جویاں اور اس کے عذاب سے لرزاں تھے۔ رات ہوتی تو شب زندہ دار تھے، دن ہوتا تو روزہ دار، جن کے بارے میں خود رب بزرگ وبرتر نے اپنی کتاب محکم میں فرمایا:

﴿لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾(۱)

---

(۱) سورہ حم السجدة: ۴۱ / ۴۲۔

''جس پر باطل اثر انداز نہیں ہوسکتا، نہ آگے سے نہ پیچھے سے، یہ اتارا گیا ہے حکمت والے قابل تعریف ذات کی طرف سے''

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَّطَمَعاً وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ (۱)

''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں وہ اپنے پروردگار کو ڈرتے ہوئے اور جنت کی طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں، اور ہمارے دیئے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں''

ایک جگہ فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللهَ قِيَاماً وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً، سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (۲)

''وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے ہوں، یا بیٹھے ہوئے ہوں، اور اپنے پہلوؤں پر (لیٹے ہوئے ہوں) اور زمین و آسمان کی پیدائش کے متعلق سوچتے ہیں، اے ہمارے رب تو نے اسے بیکار نہیں پیدا کیا، تو پاک ہے، ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما''

ایک جگہ رب تعالیٰ نے جو سب سے زیادہ سچ کہنے والا ہے، اپنے برگزیدہ رسول کے ساتھیوں کی ان الفاظ میں تعریف کی:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللهِ وَرِضْوَاناً سِيْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ، ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ

(۱) سورہ الم السجدۃ ۳۲/ ۱۶۔

(۲) سورہ آل عمران آیت ۳/ ۱۹۱۔

شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (۱)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو ایمان دار ان کے ساتھ ہیں، وہ کفار کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں، آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان ہیں، تم ان کو رکوع وسجود کرتے دیکھتے ہو، وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں، ان کی نشانی ان کی نمازوں کے اثر سے ان کے چہروں میں ہے، یہی اوصاف ان کے تورات میں مرقوم ہیں اور انجیل میں ان کے اوصاف ایک کھیتی کی طرح مرقوم ہیں، جس سے ایک سوئی نکلی، پھر وہ مضبوط ہوئی، پھر موٹی ہوئی، پھر وہ اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوئی کہ کسانوں کو بھلی لگتی ہے، کفار ان کی وجہ سے جلتے ہوں گے، اللہ نے ایمانداروں سے اور جو ان میں سے نیک اعمال کرتے ہیں، ان سے بخشش اور بڑے بدلہ کا وعدہ کیا ہوا ہے''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غزوۂ تبوک کے شرکاء کے بارے میں فرمایا:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (۲)

''اللہ تعالیٰ نے نبی پر اور مہاجروں اور انصار پر توجہ کی، جو مشکل وقت میں جبکہ بعض مسلمانوں کے دل ڈگمگا چکے تھے، نبی کے ساتھ رہے، وہ ان پر بڑا ہی مہربان نہایت رحم والا ہے''

غزوۂ حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کے لئے ارشاد ہے:

(۱) سورہ فتح ۴۸/ ۲۹
(۲) سورہ توبہ ۹/ ۱۱۷

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّأْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾(۱)

''اللہ تعالیٰ ایمانداروں سے راضی ہوا، جب وہ ایک درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کرتے تھے، جو ان کے دلوں میں تھا، اللہ کو سب معلوم تھا، اور ان پر تسلی اتاری، اور ان کو ایک قریبی فتح دی، اور کئی غنیمتیں، جن کو مسلمان لیتے رہے، اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے''

مزید فرمایا:

﴿فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَأُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾(۲)

''پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے، اور میری راہ میں ستائے گئے، اور لڑے اور مارے گئے، ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کروں گا، اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اللہ کی طرف سے یہ ان کو بدلہ ملے گا (علاوہ اس کے) اللہ کے ہاں اور بھی نیک بدلہ ہے''

اللہ نے ان کے سچے اور حقیقی ایمان کی یہ کہہ کر گواہی دی:

﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا، لَّهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ (۳)

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ لوگ

---

(۱) سورہ الفتح ۴۸/ ۱۸-۱۹۔

(۲) آل عمران ۳/ ۱۹۵

(۳) سورہ انفال ۸/ ۷۴

جنھوں نے ٹھکانہ دیا اور مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عمدہ رزق ہے"

سب سے پہلے ہجرت کرنے والے صحابہ اور انصار کے بارے میں فرمایا:

﴿وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (۱)

"اور سبقت لے جانے والے پہلے مومن مہاجرین وانصار میں سے، اور وہ لوگ جو ان کی نیک روش کے تابع ہوئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا، اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، اللہ نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے"

ایک اور جگہ سب مہاجرین اور انصار کے بارے میں یہ فرما کر ان کی فلاح وکامرانی کی ضمانت دیدی:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (۲)

"ان فقیر مہاجرین کے لئے جو اپنے گھروں اور اپنے مال ودولت سے نکالے گئے، وہ تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور رضامندی، اور وہ مدد کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں، اور وہ لوگ جنھوں نے ان کے پہنچنے سے پہلے

---

(۱) سورہ توبۃ ۹ / ۱۰۰

(۲) سورہ حشر ۵۹ / ۸-۹

دارالایمان بنایا، جولوگ ان کی طرف ہجرت کرکے آتے ہیں، وہ ان سے دلی محبت کرتے ہیں، اور جو کچھ ان کو اللہ کی طرف سے ملا ہے، اپنے دلوں میں اس کی حاجت نہیں پاتے، ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان کو سخت حاجت ہو اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچ جائیں وہی نجات یاب ہوں گے"

فتح مکہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے صحابہ کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾(۱)

"تم میں سے وہ لوگ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا، ان سے درجات کے اعتبار سے بڑھ کر ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا، اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال سے باخبر ہے"

اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اپنے برگزیدہ نبی کے ساتھ ہی، تمام صحابۂ کرام کا ذکر، بلا فصل کیا ہے، ایک جگہ فرمایا:

﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾(۲)

"بے شک ابراہیم کے حقدار لوگ وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے"

---

(۱)سورہ حدید ۵۷/ ۱۰۔

(۲)سورہ آل عمران ۳/ ٦٨۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ (۱)

''بلاشبہ تمھارا دوست اللہ ہے اور اس کا رسول اور ایمان دار''

ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (۲)

''اور کہہ دیجئے عمل کرو پس اللہ تمھارے اعمال کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایماندار''

ایک جگہ یوں فرمایا:

﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهُ﴾ (۳)

''لیکن رسول اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے''

ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لاَ يَعْلَمُوْنَ﴾ (۴)

''اور اللہ کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول کے لئے، اور مومنوں کے لئے، لیکن منافق نہیں جانتے''

ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ إِلٰى أَهْلِيْهِمْ﴾ (۵)

''بلکہ تم نے گمان کرلیا کہ ہرگز نہیں لوٹیں گے رسول اور ایماندار اپنے گھروں کو''

ایک آیت میں فرمایا:

﴿فَأَنْزَلَ اللهُ سَكِيْنَتَهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۶)

''پس اللہ نے اپنی تسلی نازل فرمائی اپنے رسول پر اور مومنوں پر''

---

(۱) سورہ مائدۃ ۵/۵۵۔ (۲) سورہ توبۃ ۹/۱۰۵۔
(۳) سورہ توبۃ ۹/۸۸۔ (۴) سورہ منافقون ۶۳/۸۔
(۵) سورہ فتح ۴۸/۱۲۔ (۶) سورہ فتح ۴۸/۲۶

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد کی امت کے اولین اور صحیح معنوں میں ایمان لانے والے مؤمنین کا ذکر، جن میں سے افضل واعلیٰ نبی علیہ السلام کے ساتھی ہیں، اپنے نبی کے ذکر کے ساتھ ہی کیا، اور فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ ،إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُاللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ (۱)

''بیشک وہ لوگ جو بیعت کرتے ہیں آپ ﷺ کی، سوائے اس کے نہیں کہ وہ بیعت کرتے ہیں اللہ کی، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے''

اسی طرح جب اپنے نبی کی ہجرت کا ذکر کرتا ہے تو ساتھ ہی آپ کے ساتھیوں کا مکہ سے نکالا جانا بھی بیان فرماتا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

﴿يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ﴾ (۲)

''وہ نکالتے ہیں رسول کو اور تمھیں، اس واسطے کہ تم ایمان لائے ہو اللہ پر جو تمھارا پروردگار ہے''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ساتھی اور یار غار کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

﴿إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ﴾ (۳)

''جب کہ وہ کہہ رہا تھا اپنے ساتھی کو غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ نے اپنا اطمینان نازل فرمادیا''

آپ ﷺ کی پاک بیویوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهُ اُمَّهَاتُهُمْ﴾ (۴)

''نبی زیادہ حقدار ہے مومنوں کا ان کے نفسوں سے، اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں''

---

(۱) سورہ فتح ۴۸/۱۰۔
(۲) سورہ ممتحنۃ ۶۰/۱
(۳) سورہ توبۃ ۹/۴۰
(۴) سورہ احزاب ۳۳/۶

ایک آیت میں ارشاد ہے:

﴿يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾(۱)

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو''

قرآن پاک کی آیات صحابہ کے بارے میں یہ کہتی ہیں، ان کے علاوہ بھی بہت سی آیات اس مضمون کی قرآن پاک میں موجود ہیں۔

آیئے اب اہل بیت کی پیروی اور محبت کے دعویداروں کو، اوران کے معصوم ائمہ کو دیکھتے ہیں، جو بقول ان کے آل بیت ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں سے نفرت کرتے تھے، انھیں گالیاں بکتے یا اس سے بڑھ کران جھوٹے دعویداروں کی طرح انھیں کافر کہتے اور لعنت بھیجتے تھے؟ یا اس کے برعکس وہ ان کی فرماں برداری اوران سے محبت کیا کرتے تھے، ان پر مہربانیاں کرتے اوران کی مشکلوں میں مدد کیا کرتے تھے، اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیتے، اوران کے دکھ درد بانٹا کرتے تھے، انھیں اپنے دینی، دنیاوی اور ملکی وحکومی معاملات میں شریک کیا کرتے تھے، ان کے حکم واقتدار کی بیعت کیا کرتے تھے، ان کے جھنڈے تلے جہاد کرتے اوراس مال غنیمت میں سے لے لیا کرتے تھے جواس کے ذریعہ حاصل ہوتا تھا، ان سے سسرالی تعلقات قائم کرتے، ان کے ہاں سے خود شادیاں کرتے اور وہ ان کے ہاں سے شادیاں کرتے، ان کے ناموں پر اپنے بیٹوں کے نام رکھتے اوران کی یاد سے برکت حاصل کیا کرتے تھے، اپنی مجلسوں میں ان کے تذکرے کرتے، مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے، ان کی بزرگیوں اوراچھائیوں کے تذکرے کرتے اورسب کے زہد وپاکیزگی کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ فضیلت والوں کی فضیلت، علم والوں کے علم، اور تقویٰ والوں کے تقویٰ کو تسلیم کرتے تھے۔

یہ تمام چیزیں ہم بیان کریں گے اوراس التزام کے ساتھ کہ جو کچھ کہیں گے، خود شیعہ کی اپنی کتابوں سے، شاید حق ظاہر ہوجائے، اور سچائی نکھر کر سامنے آجائے، باطل دب

---

(۱) سورہ احزاب ۳۳ / ۳۲۔

جائے اور جھوٹ مٹ جائے، اگر کہیں کوئی بات شیعہ کی کتابوں کے علاوہ کہیں سے ذکر کریں گے تو مثال وتائید کے لئے، استدلال اور اصل کے طور پر کوئی بات بھی شیعہ کی کتابوں کے علاوہ ذکر نہیں کریں گے، ہم فریق مخالف پر جو بات بھی ثابت کریں گے ان کی اپنی کتابوں سے، ان کے اپنے الفاظ اور ان لوگوں کی زبان سے جنھیں یہ بزعم خود اپنے امام بنائے پھرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان سے بری ہیں، کہا جاتا ہے کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے، اور حق وہ جس کا مخالف بھی اقرار کرے، ہم صرف اس بات کو واضح اور صاف کرنا چاہتے ہیں کہ ائمۂ حق اور اہل بیت کا اس قوم سے، تھوڑا یا زیادہ، کوئی تعلق نہیں۔ شاید اسی سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ہدایت کا سامان کردے جو محبت اہل بیت میں دھوکہ کھا گئے اور سمجھتے رہے کہ ان کے مزعومہ عقائد کو ائمۂ اہل بیت ہی نے وضع کیا ہے، ان بنیادوں کے رکھنے والے اور ان اصول وقواعد کے بانی ائمہ ہی ہیں، یہ سمجھ کر وہ ائمہ سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت کرتے رہے، جو ان کے خیال میں اہل بیت کے دشمن، ان کے حق کو غصب کرنے والے، اور انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے محروم کرنے والے ہیں، اور ان کے ساتھ ناانصافی کا برتاؤ کرنے والے ہیں۔

اس بحث سے ان شاء اللہ یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ شیعہ کا اہل بیت سے، اور اہل بیت کا شیعہ سے کیا تعلق ہے؟

ہمارے چوتھے خلیفۂ راشد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، جو ان کے نزدیک پہلے معصوم امام اور اہل بیت کے سربراہ ہیں، تمام صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی انتہائی تعریف کرتے اور ان کی مدح وثنا میں کہتے ہیں:

> ''میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو دیکھا ہے، مجھے تم میں ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا، وہ صبح کرتے تھے تو پراگندہ وپریشان، راتیں گذارتے تھے تو سجدہ وقیام میں، اپنی پیشانیوں اور رخساروں کو سجدہ میں جھکائے ہوئے، کھڑے ہیں تو اپنی آخرت کی یاد میں پتھر کی طرح ساکت، سجدوں میں جاتے تو لمبے لمبے سجدوں کی وجہ سے یوں لگتا جیسے پتھر کی کوئی چٹان ان کے سامنے ہے، جب اللہ کو یاد کرتے تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں اور ان

کے دامن تک تر بتر ہو جاتے، عذاب کے ڈر اور ثواب کی امید میں یوں جھکتے اور بے قرار ومضطر رہتے تھے، جیسے تیز آندھیوں اور جھکڑوں میں درخت ہلتے ہیں"(۱)

یہ اہل بیت کے سربراہ ہیں، جو نبی کے ساتھیوں کی تعریف کر رہے ہیں، اپنے اس گروہ اور ساتھیوں پر انھیں ترجیح دے رہے ہیں جس نے جنگوں اور لڑائیوں میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا، دشمن کے ساتھ مقابلہ کا وقت آیا تو بزدلی کا ثبوت دیا، اور سربراہِ اہل بیت کو اکیلا چھوڑ کر الگ ہو گئے، آپ ان کے اور رسول ﷺ کے ساتھیوں کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کرتے تھے، اس سے ہمارے ایمان ویقین میں اضافہ ہوتا تھا، چند لقموں پر گزارہ کرتے، اور دکھوں اور پریشانیوں میں صبر کرتے تھے، دشمن کے ساتھ پوری کوشش سے جہاد کرتے، ہمارا اور دشمن کا آدمی دو سانڈوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور جھپٹتے تھے، دونوں ایک دوسرے کو موت کا پیالہ پلانا چاہتے تھے، کبھی دشمن ہم پر غالب آجاتا اور کبھی ہم دشمن پر غالب آجاتے، جب اللہ نے ہماری سچائی دیکھی تو ہمارے دشمنوں پر ذلت ورسوائی اور ہم پر فتح وکامرانی نازل کی، حتیٰ کہ اسلام خوب مستحکم ہو گیا، اور ملکوں میں پھیل گیا، میری جان کی قسم اگر ہم وہ کرتے جو تم کرتے ہو تو دین ہرگز پختہ نہ ہوتا اور نہ ہی ایمان میں پختگی آتی، خدا کی قسم ہم دودھ دوہتے تو خون نکلتا اور ندامت وپریشانی ہم پر طاری رہتی"(۲)

اپنے منافق اور دھوکے باز گروہ کے مقابل ان کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے چلے جانے پر افسوس کے عالم میں کہتے ہیں:

"کہاں ہیں وہ جنھیں اسلام کے لئے پکارا گیا تو انھوں نے لبیک کہا، قرآن پڑھا تو اس کے مطابق سب کچھ کیا؟ انھیں جنگ کی طرف چلنے کو کہا گیا تو یوں بے تابانہ دوڑے جیسے اونٹنی اپنے بچے کی

(۱) نہج البلاغۃ صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ دارالکتاب بیروت، ۱۳۸۷، تحقیق صبحی صالح۔
(۲) نہج البلاغۃ، تحقیق صبحی صالح، صفحہ ۹۱-۹۲۔ مطبوعہ بیروت۔

طرف دوڑتی ہے، تلواروں کو میانوں سے کھینچ لیا اور زمین کے اطراف واکناف کو صف بہ صف ہو کر گھیر لیا، کچھ مارے گئے، کچھ بچ گئے، نہ زندہ بچ جانے والوں کو مبارک باد دیتے اور نہ مرنے والوں کی تعزیت کرتے، وہ جن کی آنکھیں بہت رونے سے کمزور ہو گئیں، روزے رکھنے سے پیٹ خالی ہو گئے، دعائیں مانگ مانگ کر ہونٹ خشک ہو گئے، راتوں کو بیدار رہ رہ کر ان کے رنگ پیلے ہو گئے، ان کے چہروں پر اللہ سے ڈرنے والوں کا نور تھا، وہ چلے جانے والے میرے بھائی تھے، ہمیں حق ہے کہ ان کے شیفتہ ومشتاق ہوں، اور ان کے فراق وجدائی میں اپنے ہاتھ کاٹ کھائیں‘‘(۱)

جب انھیں یاد کرتے ہیں جو دنیا وآخرت کی نعمتوں سے نوازے گئے اور جنھیں خدا کے کرم واحسان کا ایک کثیر حصہ عطا کیا گیا تو کہتے ہیں:

’’اے خدا کے بندو! جان لو یقیناً متقی دنیا میں موجودہ نعمتیں بھی اور آخرت کی نعمتیں بھی پا گئے، دنیا والوں کو انھوں نے اپنی دنیا میں تو شریک کیا، اپنی آخرت میں شریک نہیں کیا، دنیا میں ٹھہرے تو سب سے بہتر انداز میں ٹھہرے، سب سے اچھا کھایا، دنیا کی ان تمام آسائشوں سے لطف اندوز ہوئے جن سے عیش وعشرت کی زندگی گزارنے والے لطف اندوز ہوتے ہیں، متکبر اور جابر لوگ دنیا میں جو حاصل کر سکتے ہیں سب انھیں ملا، پھر جب انھوں نے دنیا سے منھ موڑا تو نفع مند تجارت کی اور بہت سا نفع حاصل کیا، دنیا کو چھوڑنے کی لذت انھوں نے اپنی دنیا ہی میں پالی، انھیں کامل یقین ہے کہ کل جب ان کی آخرت ہوگی تو وہ خدا کے ہمسائے ہوں گے، جہاں نہ ان کی کوئی بات رد کی جائے گی اور نہ ہی ان کی لذت وانبساط میں کوئی کمی ہوگی‘‘(۲)

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے جواب میں مہاجر صحابہؓ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

’’سبقت لے جانے والے اپنی سبقت کی وجہ سے فلاح وکامرانی کو پہنچے، اور سب سے اول ہجرت کرنے والے فضیلت کو پا گئے‘‘(۳)

---

(۱) نهج البلاغة، تحقيق صبحي صالح، ص ۱۷۷–۱۷۸ مطبوعه بيروت۔

(۲) نهج البلاغة صفحه ۳۸۳ تحقيق صبحي صالح۔

(۳) ايضاً

مزید فرمایا:

"آپ جانتے ہیں کہ مہاجرین میں خیر کثیر ہے، اللہ ان کو بہترین جزا دے" (۱)

اسی طرح محمد ﷺ کے انصار صحابہؓ کی یہ کہہ کر تعریف کرتے ہیں کہ:

"بخدا اسلام ان کی دولتمندی کی وجہ سے اس طرح پھلا پھولا، جیسے بچھیرا پھلتا پھولتا ہے، ان کی زبانیں فصیح اور ہاتھ پُرقوت ہیں" (۲)

صحابہ کی بے حد تعریف وتوصیف کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کا، اور حضرت معاویہؓ اور انصار صحابہ کا موازنہ یہ کہہ کر کرتے ہیں:

"امابعد! بخدا شہروں میں تمھارے شہر والوں کی تعداد عرب میں انصار کی تعداد سے بہت زیادہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے عرب کو جو بھی حکم دیا وہ اس سے باز رہے، یہاں تک کہ رسول ﷺ نے خدا کے تمام احکامات پہنچا دیئے، سوائے دو قبیلوں کے، جو ایک چھوٹی سی جگہ میں پیدا ہوئے، نہ وہ عرب میں سب سے بڑے اور نہ تعداد کے لحاظ سے کثیر ہیں، انھوں نے نبی ﷺ، نبی ﷺ کی آل، اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو پناہ دی، اور اللہ اور اس کے دین کی مدد کی، عرب نے انھیں ایک ہی کمان سے تیر مارے، یہودی بھی ان کے حلیف ہو گئے، یہودیوں اور سب قبائل، ایک کے بعد ایک نے ان سے جنگ کی، وہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے دین کی نصرت کی طرف متوجہ ہوئے، کچھ کو گرفتار کر کے ان پر قابو پالیا، یہودیوں سے معاہدے کر کے انھیں فتح کر لیا، نجد، تہامہ، مکہ، یمامہ، حزن اور سہل والوں کے لئے دین کے چشمے جاری کئے، جلادوں کے تیروں تلے اپنے صبر کا مظاہرہ کیا، تا آنکہ عرب، رسول اللہ ﷺ اور ان کی آل کے سامنے جھک گیا، اور رسول اللہ ﷺ وفات پا جانے سے پہلے ہی ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن چکے تھے، اس وقت عرب میں ان لوگوں کی جو تعداد تھی، اب اس وقت لوگوں میں تمھاری تعداد ان سے زیادہ ہے" (۳)

---

(۱) نهج البلاغة ص ۳۸۳، تحقيق صبحي صالح۔
(۲) نهج البلاغة ص ۵۵۷، تحقيق صبحي صالح۔
(۳) "الغارات" جلد ۲ ص ۴۷۹، ۴۸۰۔

شیعہ کے اپنے قول کے مطابق تمام رسولوں کے سردار، خود انصار صحابہؓ کی تعریف کرتے ہیں:

''یا اللہ انصار، انصار کی اولاد، ان کی اولاد کی اولاد کو بخش دے، اے جماعتِ انصار! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ لوگ تو بکریاں اور مال و دولت لے جائیں اور تمھارے نصیب میں خود اللہ کا رسول آجائے'' (۱)

ایک اور موقعہ پر نبی ﷺ نے فرمایا:

''انصار میری جماعت ہے، اگر لوگ کسی ایک جانب چلیں اور انصار ایک جانب، تو میں انصار کے ساتھ چلوں گا'' (۲)

مجلسی (۳) نے طوسی سے ایک معتبر روایت بیان کی ہے، جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ علی بن ابی طالب نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کے بارے میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ انھیں گالیاں

---

(۱) تفسیر "منهج الصادقين" جلد ٤ ص ٢٤٠۔ "كشف الغمة" جلد ١ ص ٢٢٤۔
(۲) ایضاً

(۳) مجلسی کا پورا نام ملا محمد باقر بن محمد بن محمد تقی مجلسی ہے ۱۰۳۵ھ میں پیدا ہوا، اور ۱۱۱۰ھ میں فوت ہوا، اہل سنت کے شدید ترین دشمنوں میں سے ہے، متاخرین شیعہ میں اس جیسا بدگو، گندی زبان والا، اور فحش گو کوئی نہیں، جب بھی بات کرے گا، اس کے منھ سے گندی بات ہی نکلے گی، اسے ''خاتمۃ المجتہدین'' اور ''امام الائمۃ فی المتاخرین'' کہا جاتا ہے، قمی کہتا ہے: ''مجلسی شیخ الاسلام والمسلمین ہے، دین ومذہب کو عام کرنے والا امام، علامہ اور محقق ہے، جتنی توفیق اس پر عزم شیخ، بخیوں کے سردار، اور چٹان کی مانند حوصلہ رکھنے والے کو ملی، خدا نے اتنی توفیق کسی کو نہیں دی، اس نے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ سرانجام دیا، مذہب کو پھیلایا، بدعتیوں کے حملوں کو روکا، ملحدین کی بے بنیاد باتوں کا قلع قمع کیا، دین مبین کی سنتوں کو زندہ کیا، ائمۂ مسلمین کی بہت سی پاکیزہ، صاف ستھری اور ہمیشہ باقی رہنے والی حدیثیں مختلف طریقوں سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلائیں''

خوانساری کہتا ہے: ''یہ شیخ اپنے وقت میں علم حدیث اور تمام علوم کا امام تھا، دار السلطنت اصفہان کا شیخ الاسلام تھا، دینی ودنیاوی ریاست کا رئیس تھا، جمعہ اور جماعت میں امام تھا،...... ہمارے اس شیخ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب ''بحار الانوار'' ہے، جس میں آپ نے تمام علوم جمع کردیئے ہیں، یہ کتاب کئی جلدوں پر مشتمل ہے، آپ کی عربی اور فارسی میں کئی کتابیں ہیں (روضات الجنات جلد ۲ ص ۷۸ اور اس کے بعد کے صفحات)

مت دینا، اس لئے کہ وہ تمھارے نبی ﷺ کے ساتھی ہیں، وہ ان کے ساتھی ہیں، جنھوں نے نہ خود دین میں کوئی نئی چیز داخل کی اور نہ ہی کسی بدعتی کو عزت دی، ہاں! مجھے رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں نصیحت کی ہے" (۱)

مہاجرین اور انصار دونوں کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"امام کے تعین وانتخاب کا اختیار انھیں کے ہاتھوں میں ہے، وہی قرنِ اول میں مسلمانوں میں حل وعقد کے مالک سمجھے جاتے تھے، اور کسی کو یہ حق نہیں تھا کہ ان کی کسی بات کو رد کرے، یا ان کے بغیر کوئی کام کرے، یا ان کی کسی بات سے منھ پھیرے، اس لئے کہ وہی مسلمانوں میں اعلیٰ ترین لوگ تھے۔"

اور یہی بات معاویہ بن سفیانؓ نے امیر شام کو مؤمنین کی حکومت اور مسلمانوں پر حکمرانی کے دعوے کے جواب میں لکھی: "امام وہ ہے جسے محمد ﷺ کے ساتھی امام بنائیں" اسی ضمن میں خود حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ امامت کے سب سے زیادہ حقدار تھے، یہ بات خود شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں میں موجود ہے:

"مجلس شوریٰ مہاجر اور انصار صحابہؓ پر مشتمل ہوگی، وہ جس پر متفق ہوجائیں اور جسے امامت کے لئے نامزد کردیں، اسی میں اللہ کی مشیت ورضا ہوگی، اگر ان میں سے (یعنی صحابہ میں سے) کسی پر کسی قسم کی کوئی قابلِ اعتراض بات یا بدعت پائی جائے تو اسے خارج کردیا جائے گا، اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا جائے گا" (۲)

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے اس قول کے بارے میں شیعہ کیا موقف اختیار کرتے ہیں، وہ تو کہتے ہیں:

۱- مجلس شوریٰ نبی ﷺ کے مہاجر اور انصار صحابہ پر مشتمل ہوگی، اور شیعہ حضرات کے عقیدے کے برعکس تمام اختیارات انھیں کے ہاتھوں میں ہوں گے۔

---

(۱) حیاة القلوب للمجلسی ج ۲ ص ۶۲۱.

(۲) "نهج البلاغة" جلد ۳ ص ۷ مطبوعه بیروت، تحقیق محمد عبده.

۲- صحابہ کا کسی شخص پر متفق ہو جانا اللہ کی خوشنودی کا سبب ہے، اور اس پاک و برتر ذات کی رضا کی علامت ہے۔

۳- ان کے زمانے میں امامت ان کے انتخاب اور مرضی کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی تھی۔(۱)

۴- کوئی بھی صحابہ کی بات کو رد نہیں کرتا اور نہ ان کے حکم سے انحراف کرتا ہے، سوائے اس کے جو بدعتی باغی اور مسلمانوں کی راہ سے ہٹ کر کسی اور ڈگر پر چل نکلا ہو۔

۵- صحابہؓ کے مخالف کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کا فیصلہ تلوار کرے گی۔

۶- اس سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں اور ان سے محبت کرنے والے مہاجر اور انصار صحابہؓ جو اللہ سے راضی ہو گئے، اور اللہ جن سے راضی ہو گیا، اور انھی کے نقش قدم پر چلنے والی علیؓ کی اولاد کی مخالفت کی وجہ سے اللہ کے ہاں پکڑ ہوگی۔

حسین کے بیٹے علیؒ، جن کا لقب زین العابدین ہے، اور جو قوم شیعہ کے چوتھے امام ہیں، اپنے وقت میں اہل بیت کے سربراہ تھے، نبی ﷺ کے ساتھیوں کو یاد کرتے اور نمازوں میں ان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں، اس لئے کہ انھوں نے توحید کی دعوت اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق تک اللہ کا پیغام پہنچانے میں نبی کریم کی مدد کی۔ اور وہ کہتے ہیں:

''یا اللہ! ان کے لئے میں تجھ سے تیری رضا اور مغفرت کی دعاء مانگتا ہوں، خاص طور پر محمد ﷺ کے ان ساتھیوں کے لئے جنھوں نے صحابہؓ کے ساتھ حسن سلوک کیا، جنھوں نے ان کی مدد میں مصیبتیں جھیلیں، ان کی نصرت کی اور ان کا استقبال کرنے کے لئے دوڑے، ان کی دعوت کو قبول کرنے میں سبقت لے گئے، آپ ﷺ کی رسالت کا اعلان سنتے ہی اسے قبول کرلیا، آپ ﷺ کے پیغام کو پھیلانے کے لئے اپنی بیویوں اور اولاد کو چھوڑ دیا، ان کی نبوت کے استحکام کی خاطر اپنے باپوں اور بیٹوں کو قتل کر دیا، جب انؐ کی جماعت سے تعلق قائم ہو گیا تو ان لوگوں نے اپنے قبیلوں کو چھوڑ دیا، جب آپ کی قرابت کے زیرِ سایہ جگہ مل گئی تو تمام رشتہ داریاں ختم کر دیں، یا اللہ، تجھے اور تجھ سے محبت کرنے والوں کو

---

(۱) اس سے شیعہ حضرات کا یہ اشکال رفع ہو گیا کہ اسلام میں امامت وخلافت تعیین، وصیت یا کسی کو نامزد کر دینے سے عمل میں آتی ہے، جیسا کہ یہ حضرات اپنے معصوم ائمہ کی تردید کرتے ہوئے سمجھتے ہیں، بلکہ واضح ہو گیا کہ اسلام میں امامت وخلافت شوریٰ اور انتخاب ہی کے ذریعے عمل میں آتی ہے۔

نہیں چھوڑا، ان سے راضی ہوجا جو تیرے حق کے لئے لڑتے رہے، سب کچھ انھوں نے تیرے لئے اور تیری خوشنودی کی خاطر کیا، ان کا تیری وجہ سے اپنے دیاروں کو چھوڑنا اور اپنی معاش کی وسعت وفراوانی سے نکل کر تنگی میں مبتلا ہونا قبول کر، انھوں نے تیرے دین کو استحکام بخشا، یا اللہ تابعین پر بھی اپنی رحمت ومغفرت نازل فرما: جو یہ دعائیں مانگتے ہیں: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَاالَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ﴾ جو انھی کی سمت چلے، اسی طرف گئے، جس طرف وہ گئے، اگر وہ انہی کے نقش قدم پر چلے تو ان کی نصرت میں کوئی شک نہیں، وہی (یعنی صحابہ) ان کے لئے منارِ ہدایت ہیں، یہ انھیں کے معین ومددگار ہیں، انھی کے دین کے پیرو اور انہی کی ہدایت سے ہدایت حاصل کرنے والے ہیں، ان سے اتفاق رکھتے ہیں، اور صحابہؓ نے جو ان تک پہنچایا اس میں ان پر کوئی الزام نہیں دیتے''(۱)

ان کی اولاد میں سے حسن بن علی، جو حسن عسکری کے نام سے مشہور، اور شیعہ کے گیارہویں امام ہیں، اپنی تفسیر میں کہتے ہیں:

''موسیٰ کلیم اللہ نے اپنے رب سے پوچھا: کیا دوسرے انبیاء کے صحابہ آپ کے نزدیک میرے صحابہ سے زیادہ عزت والے ہیں؟ اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ کیا تو نہیں جانتا کہ محمد ﷺ کے صحابہ کو دوسرے تمام رسولوں کے صحابہ پر وہی برتری حاصل ہے، جو محمد ﷺ کو دوسرے تمام نبیوں اور رسولوں پر ہے''(۲)

اس کے بعد حسن عسکری کی تفسیر میں لکھا ہے: جو آدمی بھی آل محمد اور آپ ﷺ کے بہترین صحابہ میں سے کسی کے ساتھ بھی بغض رکھے، اللہ اس کو ایسا عذاب دے گا کہ اگر اسے تمام مخلوق پر تقسیم کردیا جائے تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں''(۳)

اسی لئے ان کے دادا، اور شیعہ کے آٹھویں امام علی بن موسیٰ رضا سے جب اس حدیث ''اصحابی کالنجوم فبأيهم اقتديتم اهتديتم''(۴) اور ایک دوسری حدیث

(۱) صحیفہ کاملہ لزین العابدینؒ- ص ۱۳، مطبوعہ کلکتہ، ہند ۱۲۴۸ھ۔

(۲) تفسیر حسن عسکری ص ۶۵ مطبوعہ ہند، ''البرہان'' جلد ۳ ص ۲۲۸، یہ عبارت البرہان سے لی گئی ہے۔

(۳) تفسیر حسن عسکری ص ۱۹۶۔

(۴) ملحوظ رہے کہ یہ عبارت جسے ہم نے نقل کیا ہے، خود شیعہ حضرات کی اپنی روایت ہے، ان کی اپنی روایت ان کے خلاف حجت بن رہی ہے۔

"دعوالي اصحابي" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا:"هٰذا صحيح" یہ صحیح ہے"(۱)

اس کے ساتھ ہی ہم نبی ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی، فقیہ اہل بیت اور جنھیں علی رضی اللہ عنہ نے اپنا عامل مقرر کیا تھا، یعنی عبداللہ بن عباس ؓ کا صحابہ ؓ کے بارے میں بیان نقل کرتے ہیں:

"بیشک اللہ بڑی بزرگی وعزت اور پاک ناموں والا ہے، اس نے اپنے نبی محمد ﷺ کو ایسے صحابہ دیئے جنھوں نے اپنی جانیں اور مال آپ پر نچھاور کردیئے، آپ ﷺ کے سوا سب کچھ چھوڑ دیا، اللہ نے اپنی کتاب میں ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:"رحماء بينهم" جنھوں نے دین کے راستے بتائے، مسلمانوں کو کوشش کے لئے ابھارا تا آنکہ دین کے راستے واضح ہوگئے، اسبابِ دین پختہ ہوگئے، اللہ کی مدد ظہور میں آئی، اور اللہ کا دین مستحکم ہوگیا، دین خداوندی کے نشانات خوب روشن ہوگئے، جن سے شرک دب گیا، شرک کے سرچشمے نابود اور اس کے مرکز مٹ گئے، اللہ کا کلمہ بلندتر اور کافروں کی بات پست تر ہوگئی، ان پاکیزہ نفوس اور پاکیزہ واعلیٰ روحوں پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، جو اپنی زندگیوں میں اللہ کے ولی اور موت کے بعد بھی زندہ ہیں، جو مخلوقِ خدا کے سچے خیرخواہ ہیں، جو آخرت میں جانے سے پہلے ہی آخرت کی طرف کوچ کرچکے تھے، جو دنیا سے جاچکے، لیکن ابھی تک دنیا میں ہیں"(۲)

علی بن زین العابدین کا بیٹا محمد باقر ایک روایت بیان کرتا ہے، جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ؓ سے نفاق کی نفی کرتا ہے، اور ثابت کرتا ہے کہ صحابہ ایمان والے اور اللہ بزرگ وبرتر سے محبت کرنے والے ہیں، عیاشی اور بحرانی نے اپنی اپنی تفاسیر میں آیت" ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ کے ضمن میں اس روایت کو نقل کیا ہے"(۳)

سلام، روایت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: میں ابوجعفر کے پاس تھا، اسی دوران میں

---

(۱) رضا کی اس عبارت کو ابن بابویہ قمی نے، جس کا لقب صدوق ہے، نبی ﷺ کے اس ارشاد کے تحت نقل کیا ہے: "اصحابي كالنجوم" (عیون اخبار الرضا) جلد۲ ص۸۷۔

(۲) "مروج الذهب" جلد۳ ص۵۲-۵۳، مطبوعہ دار الاندلس، بیروت۔

(۳) بحرانی کا پورا نام ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل ہے، گیارہویں صدی کے وسط میں "توبلی" نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا، ۱۱۰۷ھ میں فوت ہوا۔

====

حمران بن اعین آیا اور آپ سے چند چیزوں کے بارے میں پوچھا۔ جب حمران اٹھنے لگا تو ابو جعفر سے کہنے لگا: ”میں تمھیں بتا تا ہوں، خدا تمھیں لمبی عمر دے اور ہم اس سے فائدہ حاصل کریں۔ ہم جب تمھارے پاس آتے ہیں تو جو کچھ تمھارے ہاں سے ہمیں ملتا ہے اس سے ہمارے دلوں میں رقت طاری ہو جاتی ہے، ہمارے دل دنیا سے بھر جاتے ہیں، لوگوں کے پاس مال و دولت ہمیں بہت حقیر نظر آتا ہے، پھر جب ہم تمھارے پاس سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، تاجروں اور دوسرے لوگوں سے ملتے ہیں، تو دنیا ہمیں اچھی لگنے لگتی ہے“ اس نے یہ کہا، اس پر ابو جعفر نے کہا: دلوں کا حال یہی ہوتا ہے۔ ان کی کیفیتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ پھر ابو جعفر نے کہا: ”اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے ساتھیوں نے کہا تھا: یا رسول اللہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہم میں نفاق نہ پایا جاتا ہو، حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: کیوں تمھیں نفاق کا ڈر محسوس ہوا؟ اس پر صحابہ کہنے لگے: جب ہم لوگ آپ کے پاس موجود ہوتے ہیں اور آپ ﷺ ہمیں آخرت سے ڈراتے رہتے ہیں، ہم لوگ دنیا کو بھول جاتے ہیں، اور آپ کے پاس بیٹھے بیٹھے یوں لگتا ہے، جیسے ہم اپنی آنکھوں سے آخرت، جنت اور دوزخ کو دیکھ رہے ہیں، پھر جب آپ کے پاس سے اٹھ کر اپنے اپنے گھروں میں چلے جاتے ہیں، اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں، اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کو دیکھتے ہیں تو ہم میں تبدیلی آجاتی ہے، اور وہ کیفیت جو آپ کے پاس بیٹھے ہم پر طاری ہوتی تھی، اس طرح ختم ہو جاتی ہے کہ گویا وہ کیفیت گزری ہی نہیں، کیا آپ کو یہ خدشہ تو نہیں کہ ہم نفاق میں مبتلا ہیں؟ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ہرگز نہیں، یہ تو شیطان کی چالیں ہیں، جو تمھیں دنیا کی رغبت دلانا چاہتا ہے، بخدا اگر ہر وقت تم پر وہی حال اور کیفیت طاری رہے جو میرے پاس بیٹھے ہوئے تم پر طاری ہوتا ہے، تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں گے، اور تم پانی پر چلنے لگو، اگر تم گناہ

===خوانساری اس کے بارے میں کہتا ہے: فاضل، عالم، ماہر، محقق، تفسیر، عربیت اور علم رجال کا ماہر تھا، فاضل محدث تھا، اس نے ان تمام احادیث کو تلاش کیا اور جمع کیا، جو اس سے پہلے ہمارے شیخ مجلسی کے سوا کسی نے جمع نہیں کیں، اس کی تصنیفات میں ایک ”البرہان فی تفسیر القرآن“ بھی ہے، (روضات الجنات ج ۸ ص ۱۸۱۔ ایضاً اعیان الشیعۃ۔

کر کے اللہ سے استغفار نہ کرتے تو اللہ ایک اور مخلوق پیدا کرتا، جو گناہ کرتی اور اللہ سے مغفرت طلب کرتی، اور پھر اللہ انھیں معاف کر دیتا، یقیناً مؤمن گناہ میں مبتلا ہو کر اللہ کی طرف پلٹتا ہے، کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا ﴿إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ﴾ (اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں کو پسند کرتا ہے) اس کے بعد فرمایا ﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا إِلَيْهِ﴾ (اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو)[1]

باقر کے بیٹے جعفر، جنھیں صادق کہتے ہیں، صحابہؓ کے بارے میں کہتے ہیں، ''رسول اللہ ﷺ کے بارہ ہزار صحابہ تھے، آٹھ ہزار مدینہ کے، دو ہزار مکہ کے اور دو ہزار طلقاء، ان میں کوئی قدری نہ تھا، (فرقۂ قدریہ کا پیرو) کوئی مرجئی نہ تھا (فرقۂ مرجئہ کا پیرو) کوئی حروری نہ تھا (فرقۂ حروریہ کا پیرو) کوئی معتزلی نہ تھا (فرقۂ معتزلہ کا پیرو) اور نہ ہی کوئی صاحب رائے تھا (قرآن وحدیث کے خلاف اپنی رائے کی پیروی کرنے ولا، ان میں سے ہر فرقہ اپنے مخصوص عقائد رکھتا تھا) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ شب وروز روتے اور دعاء مانگا کرتے تھے: ''یا اللہ خمیر کی روٹی کھانے سے پہلے ہی ہماری روحیں قبض کر لینا''[2]

شیعہ کے ایک اور امام علی بن موسیٰ رضا، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، کہ آپ فرمایا کرتے تھے: ''جس نے میری زندگی میں مجھے دیکھا، یا میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی''[3]

تمام مخلوقات کے سردار، صادق وامین اور اللہ کے رسول ﷺ نے خود اپنے صحابہ کے بارے میں جنت وسعادت سے بہرہ ور ہونے کی شہادت دی ہے: اس روایت کو شیعوں کے محدث اور امام قمی (۴) نے جنھیں قوم شیعہ نے صدوق (سچا) کا لقب دے رکھا ہے اپنی

---

(۱) "تفسیر عیاشی" ج ۱ ص ۱۰۹ ۔"البرهان" جلد ۱ ص ۲۱۵۔
(۲) "کتاب الخصال" للقمی ص ۲۴۰ ۔ مطبوعه مکتبة الصدوق، طهران۔
(۳) "عیون اخبار الرضا" ابن بابویه قمی جلد ۱ ص ۱۱۵۔
(۴) اس کا پورا نام ابوجعفر محمد بن علی بن حسن بن بابویہ قمی (صدوق) ہے، چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں پیدا ہوا، اور ۳۸۱ھ میں وفات پائی، قم میں نشوونما پائی، رے کے مقام پر اس کی قبر ہے، اس کا شمار قوم شیعہ کے اکابرین اور ===

کتاب میں نقل کیا ہے۔یاد رہے کہ یہ کتاب خود شیعہ حضرات ہی کی شائع کردہ ہے:

"ابو امامہ روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا" (۱)

اسی جیسی ایک اور روایت حمیری قمی (۲) نے جعفر بن باقر سے نقل کی ہے وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ: بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جس نے زندگی میں یا میری وفات کے بعد میری زیارت کی، میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا" (۳)

❁

=== بڑے محدثین میں ہوتا ہے اس کی کتاب "من لا يحضره الفقيه" ان چار کتابوں میں سے ایک ہے، جو شیعہ حضرات کے ہاں حدیث کی اہم اور صحیح ترین کتابیں ہیں، ان کے علاوہ بھی اس کی متعدد تصنیفات ہیں جنھیں بنیادی مصادر کی حیثیت حاصل ہے،، شیعوں کا کہنا ہے کہ اہل قم میں سے اس جیسا حافظہ اور وسیع علم کسی کا نہیں" (اعیان الشیعہ ج ۱ ص ۱۰۴ "الخلاصه" للحلی)

مجلسی نے اس کے بارے میں کہا ہے: "اس کی کتاب کی تمام حدیثوں کو صحیح قرار دے کر تمام اصحاب نے اسے ثقہ قرار دیا ہے، جو بھی آپ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے، اسے بلا تامل صحیح سمجھا جائے گا، بلکہ وہ ارکان دین میں سے ایک رکن ہے،" (خوانساری سے منقول ج ۲ ص ۱۳۲)

(۱) "كتاب الخصال لابن بابويه" ج ۲ ص ۳۴۲۔

(۲) اس کا پورا نام ابو العباس عبداللہ بن جعفر بن حسن حمیری القمی ہے، قم والوں کا شیخ اور قم کا ایک ممتاز فرد تھا، ثقہ ہے، محمد عسکری کے ساتھیوں میں سے ہے، سن دو سو ستر (۲۷۰) میں کوفہ میں آیا، اہل کوفہ میں سے بہت سے افراد نے اس سے روایات سنیں، اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، جن میں ایک کتاب "قرب الاسناد" ہے۔ (الكنى والالقاب ج ۲ ص ۱۷۷) یہ کلینی کے اساتذہ میں سے تھا، کافی میں اس کی بہت سی روایات نقل کی گئی ہیں، ابو الحسن کے ساتھ اس کی مکاتبت رہی۔ (مقدمه قرب الاسناد ص ۲)

(۳) "قرب الاسناد" ص ۳۱ ط۔طهران۔

صحابہؓ کے بارے میں شیعہ حضرات کا موقف

خدا کی مخلوق میں بہترین اور کائنات کے اعلیٰ ترین افراد، یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کے بارے میں اہل بیت کا نقطۂ نظر اور موقف یہ تھا، جو ابھی ہم نے مختلف حوالوں کے ساتھ بیان کیا۔

جہاں تک شیعہ حضرات کا تعلق ہے جو اہل بیت کی محبت و پیروی کے دعویدار ہیں، صحابہؓ کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر اس سے یکسر مختلف اور جدا ہے، یہ لوگ ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا حال سن کر جلتے ہیں، جن میں وہ ہمیشہ مصروف رہے، صحابہؓ کی ان عظیم الشان فتوحات کا ذکر سن کر کڑھتے ہیں جنھوں نے ان کے آباء واجداد کو ذلیل کر کے رکھ دیا تھا، ان کی شوکت وعظمت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کی جمعیت کو پارہ پارہ کر دیا تھا، ان کی بستیوں اور کفر کے شاخسانوں کو روند ڈالا تھا، رسول اللہ ﷺ کے وہ ساتھی جنھوں نے شرک اور شرک کرنے والوں کو خستہ وخراب کر کے رکھ دیا تھا، پتھر کے ان ناتراشیدہ معبودوں اور تراشی ہوئی مورتیوں کو، جن کے روبرو یہ جھکتے اور پوجا کرتے، نیست ونابود کر کے چھوڑا تھا، ان کے اثر واقتدار کو پامال کر کے رکھ دیا، ان کے محلات، عمارتیں اور محفوظ پناہ گاہوں کو اجاڑ کے رکھ دیا، فنا رسیدہ وبرباد کر دیا، اور پھر وہاں اللہ کی توحید اور اسلام کا لہراتا پرچم بلند کیا، مجوسیوں (آگ پرستوں) اور یہودیوں نے اپنی جمعیتیں اکٹھی کیں، مفسدین وتخریب کاروں کو ساتھ ملایا کہ اس پھیلتی ہوئی روشنی کے آگے بند باندھیں، اس سیلابِ تندوتیز کا راستہ روکیں، سب کینہ رکھنے والوں، حسد کرنے والوں، اور انتقام کی آگ میں جلنے والوں نے جمع ہو کر آلِ بیت کی محبت کا لبادہ اوڑھ لیا، حالانکہ آلِ بیت کا ان سے کوئی واسطہ نہیں، اور پھر اپنی قلم اور زبانوں کی تلواریں ان مجاہدین کے خلاف سونت کر کھڑے ہو گئے جو رسول اللہ ﷺ کے دوست اور آپ ﷺ کی محبت میں سرشار، آپ کے محبوب ساتھی تھے، جنھیں آپ کی پیروی واتباع میں موت بھی عزیز تھی، جو آپ کے لئے ہر عمدہ وگراں مایہ چیز کو ترک کر دینے اور آپ ﷺ کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی اولاد، ماں باپ اور اپنی جانیں قربان کر دیا کرتے تھے، جو آپ ہی کے نقشِ قدم پر چلنے

والے اور آپ ہی کے بتائے ہوئے طریق پر گامزن رہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ایک کم بخت شیعہ نے یہاں تک کہہ دیا کہ: صرف چار آدمیوں کے سوا نبی کریم ﷺ کے بعد سب کے سب مرتد ہو گئے، (کتاب سلیم بن قیس العامری ص۹۲ طبع دارالفنون، بیروت)

اسی طرح کی اور بہت سی باتیں ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔ (۱)

محمد بن یعقوب کلینی نے، جسے شیعہ حضرات کے ہاں امام بخاری جیسا مقام حاصل ہے، اس سے بھی بعید تر ایک بات کہی ہے، اس نے لکھا ہے، نبی کریم ﷺ کے بعد صرف تین آدمی مقداد بن اسودؓ، ابوذر غفاریؓ، اور سلمان فارسیؓ کے علاوہ سب کے سب مرتد تھے''

---

(۱) عجیب بات ہے کہ یہ ناپاک یہودیت کی اولاد خود تو ایسی ایسی کتابیں شائع کرتے ہیں، جن میں شروع سے آخر تک اس امت کے بہترین افراد، اہل خیر القرون کو گالیاں بکی گئی ہیں، ان پر بہتان لگائے گئے ہیں، اور پھر ان کی کتابوں کے جواب میں لکھی گئی کتابوں کو برداشت نہیں کر سکتے، مصنف کی کتاب ''الشیعہ والسنۃ'' جس میں مصنف نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ اس امت مرحومہ کے محسنین کے متعلق کیا نظریات اپنے دلوں میں رکھتے ہیں، کے بارے میں کہتے ہیں: ''اس وقت جب کہ مسلمانوں کو باہمی اتحاد و اتفاق کی شدید ضرورت ہے، مناسب نہیں کہ ایسی کتابیں لکھی اور شائع کی جائیں'' ہم نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ کیسا اتحاد و اتفاق چاہتے ہیں؟

ہم ان لوگوں کو گالی دیتے ہیں نہ ان کے بڑوں کو کوستے ہیں، ہم نے لوگوں کو صرف یہ دکھایا ہے کہ ان لوگوں نے کل کیا کیا ہے اور آج کیا کر رہے ہیں، پتہ نہیں یہ لوگ کس چیز سے خوفزدہ ہیں؟ ہم نہیں سمجھ سکے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو وسیع الظرف، کشادہ دل، صلح جو، اور اہل سنت کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے خواہاں کہتے ہیں، کیا وہ واقعی بھولے ہیں، یا دھوکہ دے رہے ہیں؟ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ لوگ جب ہم حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرتے ہیں تو ہمیں کیوں روکتے ہیں؟ ہم ان لوگوں کا دفاع کیوں نہ کریں کہ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہم گائے کے پوجنے والے ہوتے یا ستاروں، لات، منات، عزیٰ، پتھروں اور درختوں کی پرستش کرنے والے، اگر یہ لوگ اسلام کا پرچم بلند نہ کرتے، توحید کا پھریرا نہ لہراتے تو ہم اپنے رب بزرگ و برتر کو جان سکتے نہ اپنے نبی قائد محمد کو پہچان سکتے، صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ اگر یہ نہ ہوتے تو ہمیں ہرگز اس چیز کا علم نہ ہوتا جو اللہ نے اپنے بندے اور محبوب پر اتاری، ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سنت وحکمت کا علم نہ ہوتا، ہم قرآن کو نہ پہچان سکتے، جو تمام جہانوں کے لئے رحمت وہدایت اور سراپا نور ہے۔

ہاں اس سے ان روشن دماغوں کو تکلیف پہنچتی ہے، کتاب سلیم بن قیس العامری سے انھیں دکھ نہیں ہوتا، جس میں ان کے جعفر نے کہا ہے، جی ہاں ان کا جعفر، وہ جعفر نہیں جسے ہم جانتے ہیں کہ وہ صادق ہے، اس نے کہا ہے: ''ہمارے شیعہ اور ہمارے محبت کرنے والوں میں سے جس کے پاس کتاب سلیم بن قیس العامری نہ ہو گویا اس کے پاس ہماری کوئی چیز نہیں، یہ کتاب نبی ﷺ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، اس کتاب کا کوئی ورق بلکہ کوئی صفحہ ہم نے ایسا نہیں پایا جو واہیات، بکواسات، اور گالی گلوچ سے پُر نہ ہو، ایک کتاب سلیم بن قیس ہی نہیں، اس جیسی کئی کتابیں ہیں ان لوگوں کی، جو حساب وشمار سے باہر ہیں، [إنا للہ وإنا إلیہ راجعون] ہم ان بے حمیت لوگوں سے کہتے ہیں کہ: تمھاری وسیع ظرفی اور روشن دماغی، تمھیں مبارک، ہم کبھی اور کبھی یہ برداشت نہیں کریں گے، جب تک ہماری رگوں میں خون، جسم میں جان، اور منہ میں زبان ہے، ہم خاموش نہیں رہیں گے۔

یہی بات مجلسی بھی کہتا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صرف تین آدمی بچے، ابوذر، مقداد اور سلمان، باقی سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ (۱)

کاش کوئی ان بدبختوں سے پوچھے کہ نبی ﷺ کے اہل بیت کہاں گئے؟ اہل بیت میں سے نبی ﷺ کے چچا عباسؓ، آپ ﷺ کے چچازاد بھائی ابن عباسؓ، علیؓ کے بھائی عقیلؓ، بلکہ خود حضرت علیؓ اور رسول اللہ ﷺ کے دونوں نواسے حسنؓ و حسینؓ کہاں گئے؟

کیا تمھیں خداوند ذوالجلال سے بھی شرم نہیں آتی؟

اسی پر بس نہیں، کلینی نے اپنی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر اس سے بھی زیادہ سخت ایک اور بات کہی ہے، لکھتا ہے: ''لوگ گھبرا جاتے ہیں جب ہم یہ کہتے ہیں کہ لوگ (یعنی صحابۂ کرام مرتد ہو گئے) اس کے بعد کہتا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد لوگ اہل جاہلیت کی طرف پلٹ آئے، انصار الگ ہو گئے، (یعنی حضرت ابوبکرؓ سے) اور کسی اچھی بات پر الگ نہیں ہوئے۔ یعنی ان کا انتخاب حق کے لئے یا باطل کے دفعیہ کے لئے نہیں تھا، بلکہ انھوں نے تعصب وحمیت کی وجہ سے ایک باطل کی جگہ دوسرا باطل منتخب کر لیا'' حاشیہ نویس ملعون نے اس روایت کے ضمن میں یہی لکھا ہے، لوگ سعد کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے، اور زمانۂ جاہلیت کی طرح رجز پڑھنے لگے، (بالکل اور سراسر جھوٹ) اے سعد! تجھ ہی سے امیدیں ہیں، تیرے بال کنگھی کئے ہوئے، اور تو بہت طاقتور ہے'' (۲)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک بھی باقی نہ بچا؟ نہ ابوذر، نہ سلمان، اور نہ مقداد؟

ایک ہمعصر شیعہ مصنف نے اس سے بالکل مختلف ایک بات کہی ہے، باقی سب حضرات شیعہ تو نعوذ باللہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صحابہؓ اسلام لانے کے بعد پھر مرتد ہو گئے، لیکن ان کینہ پروروں کا ایک مصنف سرے سے صحابہؓ کے داخل اسلام ہونے ہی کا منکر ہے، وہ ہمیں جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم بقول اس کے۔ شیعہ حضرات پر یہ تہمت لگا کر انصاف

---

(۱) حیات القلوب للمجلسی فارسی ج ۳ ص ۶۴۰

(۲) ''کتاب الروضۃ من الکافی'' ج ۸ ص ۲۹۶

نہیں کرتے کہ شیعہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو کافر کہتے ہیں، اور عین اس وقت جب وہ یہ جواب دیتا ہے اس بات کا اقرار واثبات بھی کرتا ہے، جو ہم نے بیان کی۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

لکھتا ہے: ''اس کے باوجود میں یہی کہوں گا کہ: عرب اس وقت تک محمد پر ایمان نہیں لائے جب تک کہ دعوت اسلامیہ نے ان کے کان اچھی طرح کھٹکھٹائے نہیں،[1] محمد ﷺ نے سب سے پہلے انھیں اسلام کی دعوت دی، پس وہی ایمان لایا جو ایمان لایا، ان میں سے کچھ پیچھے ہٹ گئے، اور اسلام کی دعوت قبول نہ کی، ایسے بھی تھے جنھوں نے بہت دیر کردی، کچھ ایسے تھے جو اسلام میں داخل ہوئے لیکن اندر سے منافق تھے، بعض ایسے لوگ داخل ہوئے جن پر خوف اور ڈر کی وجہ سے زمین تنگ ہو چکی تھی، اور کسی آدمی نے بھی اسلام عقلی طور پر قبول نہیں کیا، صرف ایک شخصیت تھی جس نے اپنی مرضی اور بصیرت سے اسلام قبول کیا، جو اپنے شہر سے حق کی طلب میں نکلا، خطرات ومصائب سے دوچار ہوا، اور بالآخر محمد ﷺ کے پاس آیا، اور آپ ﷺ پر ایمان لے آیا (یعنی حضرت سلمانؓ)[2]

قمی، ارشاد خداوندی ﴿وَحَسِبُوْا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ یعنی انھیں آزمایا نہیں جائے گا، اور نہ اللہ انھیں امیر المؤمنین کے ذریعہ امتحان میں ڈالے گا، ''فَعَمُوْا وَصَمُّوْا'' (پس وہ اوندھے اور بہرے ہو گئے) رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان موجود تھے، (پھر اندھے اور بہرے ہو گئے) جس وقت رسول اللہ ﷺ کو دنیا سے اٹھا لیا گیا اور امیر المؤمنین کو ان پر قائم

---

(۱) دیکھئے کس طرح کینہ ان کے منھ سے نکل رہا ہے، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے، عرب قوم جس نے سب سے اول، اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام پر لبیک کہا، اور اسے پوری دنیا تک پہنچایا، ان کے خلاف کتنا بغض ہے ان کے دلوں میں۔

(۲) یہاں تک کہ علیؓ اور نبی ﷺ کے اہل بیت کو بھی نکال دیا کہ سلمانؓ کے علاوہ کسی اور کا ذکر نہیں کیا۔

کر دیا گیا، پس وہ قیامت تک کے لئے ان (علیؓ) کے معاملے میں اندھے اور بہرے ہو گئے''(۱)

اسی طرح کی اور بہت سی خرافات ان کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔
ہم نے خود ان کی اپنی کتابوں سے کئی حوالے نقل کر کے آپ کو دکھایا ہے کہ صحابہؓ کے بارے میں حضرات شیعہ کا تصور اور نقطۂ نظر کیا ہے اور وہ اہل بیت صحابہؓ کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔

(۱) کتاب الشیعة والسنة فی المیزان ص۲۰-۲۱، یہ کتاب بیروت سے شائع ہوئی ہے، اور مصنف نے اپنے نام کی جگہ صرف س-خ لکھا ہے۔ کسی غیر معروف مصنف نے یہ کتاب ''ہماری کتاب "الشیعة والسنة" کے جواب میں لکھی ہے، لیکن پوری کتاب میں سے ایک عبارت اور اس کے مصادر و مآخذ میں سے کسی ایک کو بھی غلط ثابت نہیں کر سکا، کسی ایک مسئلہ کو یا ہمارے اخذ کردہ نتائج میں سے کسی ایک نتیجہ کو بھی غلط ثابت نہیں کر سکا، فللہ الحمد والمنة، خدائے بزرگ و برتر ہی نے ہمیں اس بات کی توفیق دی کہ ہم نبی ﷺ کی ازواج مطہرات، جو اسلام میں ایک مقدس مقام رکھتی ہیں، ان کا اور اس ملت بیضاء کے سچے محبین کا دفاع کر سکیں، یا اللہ ہمیں سیدھا اور ہدایت کا راستہ دکھا، یا اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دے جو حق کو پہچان کر اسی کی پیروی کرتے ہیں:" ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا ربنآ انک رؤف رّحیم"

حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں اہل بیت کا نقطۂ نظر

مجموعی طور پر صحابہؓ کے بارے میں دونوں نقطہ ہائے نظر بیان کرنے کے بعد اب ہم آپ کو بتائیں گے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جن کی شان میں اللہ نے فرمایا ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ کے متعلق حضرات اہل بیت کیا نقطۂ نظر رکھتے تھے؟

نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی، آپ ﷺ کے داماد، اور آپ ﷺ کے دونوں نواسوں کے والد علیؓ بن ابی طالب اس وقت کو یاد کرکے، جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد لوگ صدیق اکبرؓ پر بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے،[1] اور ایک ہجوم کردیا،[2] آپ صدیق اکبر کی اس بیعت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: اس موقعہ پر میں ابوبکرؓ کے پاس گیا، اور ان کی بیعت کرکے ان حالات میں اٹھا کہ باطل مٹ چکا اور دب چکا تھا، اور خدا کا بول بالا ہو چکا تھا، "وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ" پھر ابوبکر صدیقؓ نے تمام امور اپنی نگرانی میں لے لئے اور سب امور آسانی، درستگی، میانہ روی اور عمدہ طریقے پر سرانجام دینے لگے، میں خیر خواہانہ طور پر آپ کے ساتھ رہا، اور ان امور میں، جن میں وہ اللہ کی اطاعت کرتے، میں پوری طرح اطاعت کرتا رہا۔[3]

ایک اور خط میں، جسے آپ نے قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کے ہاتھ اہل مصر کے نام بھیجا، جب انھیں وہاں کا عامل مقرر کیا گیا۔ لکھتے ہیں:

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، یہ خط اللہ کے

---

(۱) یہاں روایت میں "انثیال" کا لفظ آیا ہے، اس لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے، شارح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید کہتا ہے: "انثيال الناس اى انصبابهم من كل وجه كما ينثال التراب" یعنی لوگوں کا ہر طرف سے اُمڈ پڑنا جس طرح آندھی میں ریت کے ذرات ہر طرف سے اُمڈ آتے ہیں۔

(۲) اس جگہ اجفال کا لفظ آیا ہے، اجفال کے معنیٰ جلدی کرنا کے ہیں۔

(۳) "الغارات" جلد۱ ص۳۰۷ زیرعنوان "رسالة على عليه السلام الى اصحابه بعد مقتل محمد بن ابى بكر"

بندے، علی امیر المؤمنین کی طرف سے ہر اس مسلمان کے نام ہے جس تک پہنچے، سلامتی ہوتم پر میں تمھارے لئے اس اللہ کی حمد کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اما بعد! یقیناً اللہ نے اپنے اعلیٰ نظام اور بہترین تدبیر و تقدیر کے ساتھ اپنے لئے، اپنے فرشتوں اور رسولوں کے لئے اسلام کو بطور دین منتخب کیا، رسولوں کے ذریعہ اپنے بندوں تک پہنچایا، اور اپنے برگزیدہ و منتخب بندوں کو عطا کیا، پس سب سے زیادہ فضیلت و بزرگی اور عزت کی جو چیز اللہ نے اس امت کو مرحمت کی، وہ محمد ﷺ کی بعثت ہے، محمد ﷺ نے امت کو کتاب و حکمت اور سنت و فرائض کی تعلیم دی، انھیں ادب سکھایا کہ وہ ہدایت یاب ہوں، انھیں متفق کیا کہ ان میں تفریق نہ رہے، انھیں پاک کیا تا کہ وہ ستھرے اور صاف ہو جائیں، جب وہ اپنا فرض پورا کر چکے، جو ان کے ذمہ تھا، تو اللہ نے انھیں اٹھالیا، اللہ کی رحمتیں اور سلام ہوان پر، اللہ انھیں اپنی رحمت ورضا عطا کرے، بیشک وہ عزت و بزرگی والا ہے۔ ان کے بعد مسلمانوں نے ان دو کو اپنا خلیفہ بنایا، جو بہت صالح و پارسا اور اللہ کی کتاب پر عمل کرنے والے تھے، جو بہترین سیرت و کردار کے مالک اور سنت کے مطابق کام کرنے والے تھے، پھر وہ دونوں بھی فوت ہو گئے، اللہ کی رحمت ہوان دونوں پر۔''(۱)

ایک اور جگہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت اور آپ ﷺ کی سیرت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''مسلمانوں نے نبی ﷺ کے بعد اپنے میں سے اس آدمی کو چنا، جو کسی خوف کے بغیر جہاں تک ممکن تھا، درست اور ٹھیک راستے پر چلتا رہا''(۲)

مسلمانوں نے کیوں ابو بکرؓ کو نبی ﷺ کا جانشین اور اپنا امام منتخب کیا؟

علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوامؓ اس کا جواب دیتے ہیں: آپ کہتے ہیں:

''ہم نے دیکھا کہ ابو بکرؓ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں، وہی صاحبِ غار اور دو میں سے دوسرے ہیں، ہمیں آپ ﷺ کی عمر بھی معلوم تھی، اور اس لئے بھی

(۱) ''الغارات'' جلد ۱ ص ۲۱۰ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یہی روایت شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید میں ہے، ''ناسخ التواریخ جلد ۳ ص ۲۴۱ مطبوعہ ایران'' مجمع البحار للمجلسی۔

(۲) شرح نهج البلاغة للميثم البحراني ص ۴۰۰۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں آپؓ کو ہی نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا"[1]

گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کی خلافت کا اشارہ کر گئے تھے۔

یہی بات دوسرے الفاظ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کے جواب میں اس وقت کہی، جب وہ آپ کو خلافت کے مطالبہ پر برانگیختہ کر رہے تھے، ابن ابی الحدید[2] لکھتا ہے: "ابوسفیان حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے کہا: آپ نے خلافت

(۱) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید الشیعی ج ۱ ص ۳۳۲۔

(۲) اس کا نام عزالدین عبدالحمید بن ابی الحسن بن ابی الحدید المدائنی ہے، نہج البلاغۃ کا شارح ہے، اکابر فضلاء اور عظیم وتبحر علماء میں اس کا شمار ہوتا ہے، اہلِ بیت کی عصمت وطہارت کا پیروکار ہے، دین میں اس کا کتنا بلند مقام ہے اور علیؓ کی ولایت میں کس قدر غالی، اس کے لئے اس کی شرح دیکھ لینا ہی کافی ہے، جس نے اس میں ہر اچھی اور عمدہ چیز کو جمع کر دیا ہے، اس کی شرح تمام عمدہ اور پاکیزہ چیزوں پر مشتمل ہے، ۵۸۶ھ میں ذی الحجہ کے ابتدائی ایام میں پیدا ہوا، اس کی تصانیف میں بیس جلدوں پر مشتمل ایک کتاب "شرح نہج البلاغۃ" ہے، یہ شرح اس نے وزیر مؤید الدین محمد بن علقمی کی لائبریری کے لئے لکھی، جب لکھ چکا تو اپنے بھائی موفق الدین ابی المعالی کے ہاتھ اس کے پاس بھیجی، اس نے اس کو ایک لاکھ دینار، خلعت اور گھوڑا بھیجا" (روضات الجنات ج ۵ ص ۲۰-۲۱)

مدائن میں پیدا ہوا، زیادہ تر اہل مدائن انتہائی غالی شیعہ تھے، یہ بھی انہی کی رو میں بہہ گیا اور ان کا مذہب قبول کر لیا، اس نے انہی کے طریقہ پر عقائد کو نظم میں بیان کیا ہے، ان اشعار میں غلو اور افراط بہت زیادہ ہے، ایک نظم میں کہتا ہے: "غیب کی چیزوں کا علم اس کے پاس بغیر روک ٹوک کے جاتا ہے، روشن صبح سفر کرنے والی ہے، اسے روکا نہیں جاتا۔ آخرت کے دن اس کے پاس ہمارا حساب ہوگا وہی کل ہمیں لذت دے گا اور ڈرانے والا ہے۔ میں نے دین اعتزال کو دیکھا اور میں ہر شیعہ کو تیری وجہ سے چاہتا ہوں۔ میں جان چکا ہوں کہ تمہارے مہدی کے بغیر اس دن چھٹکارا نہیں، (میں چھٹکارے) کی توقع رکھتا ہوں۔ بخدا میں حسین اور اس کے جسم کو نہیں بھول سکتا، کہ کھروں کے نیچے ٹکڑے ٹکڑے ننگا پڑا تھا۔ افسوس اس خون پر جو امید کے ہاتھوں ناحق بہا اور ضائع ہو گیا"

ابو العباس انکار کرتا ہے کہ وہ:

"وہی ہے جس نے اس مصیبت پر ابھارا اور برانگیختہ کیا، جب ہر کجی درست ہو رہی تھی، زبان فرمانبردار اور جوانی آسودہ حال تھی، تلوار تیز اور دل پُر جوش تھا"

اس کے بعد یہ بغداد چلا گیا اور اعتزال کی جانب مائل ہو گیا، اور جیسا کہ صاحب نسمۃ السحر نے کہا ہے، غالی شیعہ ہونے کے بعد یہ پھر معتزلی ہو گیا۔

۶۵۵ھ میں بغداد میں فوت ہوا، آیت اللہ علامہ حلی نے اس کی روایات نقل کی ہیں۔ (الکنی والالقاب ج ۱ ص ۱۸۵)

لکھتا ہے: ''ابوسفیان حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے کہا: آپ نے خلافت قریش کے کمزور ترین گھر کے سپرد کردی، بخدا اگر آپ چاہیں تو میں انسانوں اور گھوڑوں کی بہت جمعیت آپ کو فراہم کردوں، اس پر علی علیہ السلام نے کہا: عرصۂ دراز تک تم اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ کرتے رہے، لیکن تم اسلام اور اہل اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے، ہمیں تمھارے افراد اور گھوڑوں کی کوئی ضرورت نہیں، اگر ہم ابوبکرؓ کو خلافت کا پوری طرح اہل نہ دیکھتے تو ہم خلافت کبھی نہ چھوڑتے'' (۱)

خود شیعہ حضرات نے اپنی کتابوں میں اس بات کو مختلف پیرایہ ہائے اظہار کے ساتھ متعدد مقامات پر نقل کیا ہے، کہ علیؓ صدیقؓ اکبر کو ان کے ان گنت فضائل ومناقب کی وجہ سے صحابہ میں سے خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ومستحق سمجھتے تھے، چنانچہ ابن ملجم کے نیزہ مارنے کے بعد امام وخلیفہ کون ہوگا؟ ابووائل اور حکیم علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا: کیا آپ کسی کے لئے وصیت نہیں کریں گے؟ اس پر آپ نے کہا کہ: جب رسول اللہ ﷺ نے وصیت نہیں کی تو کیا میں وصیت کروں گا، (رسول اللہ ﷺ نے وصیت تو نہیں کی) لیکن آپ نے فرمایا: اگر خدا ان کے لئے بہتری چاہتا ہوگا، تو انھیں اپنے نبی کے بعد سب سے بہتر فرد پر متفق کردے گا۔ (۲)

اس جیسی ایک اور روایت شیعہ راوی ''علم الہدیٰ'' (۳) نے اپنی کتاب شافی میں نقل کیا ہے:

---

(۱) ''شرح ابن ابی الحدید'' ج ۱ ص ۱۳۰۔

(۲) ''تلخیص الشافی'' للطوسی ج ۲ ص ۳۷۲ مطبوعہ نجف۔

(۳) اس کا پورا نام علی بن حسین بن موسیٰ ہے، اپنے لقب علم الہدیٰ اور السید مرتضیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ ۳۵۵ھ میں پیدا ہوا اور ۴۳۶ھ میں وفات پائی، مذہب شیعہ کے ارکان میں سے ایک رکن اور اس کے بانیوں میں سے ہے، شیعہ حضرات نے اس کی تعریف میں بے حد مبالغہ آرائی کی ہے، اس کے بھائی شریف رضی، صاحب نہج البلاغۃ نے اس کی بے حد تعریف کی ہے، خوانساری اس کے بارے میں کہتا ہے: شریف مرتضیٰ علم وفہم اور کلام وشعراء کے اعتبار سے اپنے زمانہ میں یکتا تھا، جہاں تک اس کی تصانیف کا تعلق ہے، تو وہ سب کے سب اصول وتاسیس کا درجہ رکھتی ہیں، اس سے پہلے ان کی کوئی نظیر نہیں۔ بطور مثال ''کتاب الشافی'' امامت میں ایک ایسی کتاب ہے جس کی کوئی نظیر نہیں، میں کہتا ہوں کہ: یہ کتاب اپنے نام کی طرح شافی وکافی ہے، (روضات الجنات ج ۴ ص ۲۹۵ اور مابعد کے صفحات)

====

کریں گے؟ تو آپ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے وصیت نہیں کی، میں بھی نہیں کروں گا، لیکن اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے خیر وخوبی چاہتے ہوں گے تو انھیں لوگوں میں سے بہترین فرد پر متفق وجمع کردیں گے، جیسے اللہ نے لوگوں کو نبی ﷺ کے بعد بہترین فرد پر جمع کر دیا تھا‘‘(۱)

علیؓ بن ابی طالب اپنی جماعت اور متبعین کے لئے چاہتے ہیں کہ اللہ انھیں توفیق دے، کہ وہ کسی بہتر وپارسا آدمی پر متفق ہو جائیں۔ جیسا کہ امت مسلمہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ایک صالح اور بہترین آدمی پر متفق ہوگئی تھی، یعنی ابوبکر صدیقؓ پر جو نبی ﷺ کے بعد ساری مخلوق میں سے بہترین فرد تھے، جنھیں فاطمہ زہراؓ کے شوہر علیؓ بن ابی طالب نے امام الہدیٰ، شیخ الاسلام، رجل قریش اور رسول اللہ ﷺ کے بعد مقتدائے امت، کے نام سے موسوم کیا تھا۔ چنانچہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی کتاب میں اس روایت کو نقل کیا ہے، لکھتا ہے: ’’جعفر بن محمد، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قریش میں سے ایک آدمی امیر المؤمنین کے پاس آکر کہنے لگا: میں نے سنا ہے ابھی ابھی آپ خطبہ میں یہ دعاء مانگ رہے تھے خدایا! ہماری اصلاح بھی اس چیز سے کر جس سے تو نے خلفاء راشدین کی اصلاح کی، وہ دو کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا، وہ دو میرے پیارے اور محبوب تھے، وہ دو تیرے چچا ابوبکرؓ، اور عمرؓ ہیں، دونوں امام الہدیٰ، شیخ الاسلام، قریشی اور رسول اللہ ﷺ کے بعد مقتدائے امت ہیں، جس نے ان دونوں کی اقتداء کی، محفوظ رہا، جو ان کے نقش قدم پر چلا، صراط مستقیم پر چلا‘‘(۲)

اس کے علاوہ اس کتاب میں بارہا یہ جملہ دوہرایا گیا ہے: ’’علی علیہ السلام نے اپنے

==== قمی کہتا ہے: وہ علماء امت کا سردار ہے، آثار امت کو زندہ کرنے والا ہے، اس کو دو شرف حاصل ہیں، اس لئے وہ تمام علوم جمع کئے، جنھیں کسی نے جمع نہیں کیا، اسے اس بارے میں ایسا شرف حاصل ہے، جس میں وہ واحد و یکتا ہے، تمام مخالف وموافق اس کے فضل پر متفق ہیں، اس کی بہت سی مشہور تصانیف ہیں ’’الشافی‘‘ امامت میں، ایک ایسی کتاب ہے کہ اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی، آیت اور علامہ نے کہا: اس سے امامیہ نے فائدہ اٹھایا ہے، وہ ان کا رکن اور جمع کرنے والا ہے۔ (الکنیٰ والالقاب ج ۲ ص ۳۹-۴۰۔

(۱) الشافی ص ۱۷۱ مطبوعہ نجف۔

(۲) ’’تلخیص الشافی‘‘ ج ۲ ص ۴۲۸۔

خطبہ میں کہا: اس امت میں نبی کے بعد بہترین افراد ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں" اگر یہ نہ بھی کہا ہوتا تب بھی ان سے یہ روایت موجود ہے کہ: "ہم نبی ﷺ کے ساتھ حراء پہاڑی پر تھے، اچانک پہاڑی ہلنے لگی، حضور ﷺ نے فرمایا: رک جا کہ تجھ پر نبی ﷺ، صدیق اور شہید کھڑے ہیں" (۱)

غور کیجئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں یہ رائے رکھتے تھے، ہاں! حضرت علیؓ ہمارے چوتھے خلیفۂ راشد اور حضرات شیعہ کے پہلے امام "معصوم" جن کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ جس نے ان کی ولایت کا انکار کیا، وہ کافر ہو گیا، چنانچہ لکھتے ہیں:

"ان کی اتباع کرنے والے ہی کے لئے نجات ہے، ان سے عداوت رکھنے والا کافر، اور ہلاک و برباد ہونے والا ہے، جو ان کے علاوہ کسی اور کا سہارا پکڑے، مشرک اور گمراہ ہے" (۲)

شیعہ حضرات اپنے ائمہ سے نقل کرتے ہیں کہ "خدا نے یہ بات ممنوع کر دی ہے کہ قیامت کے دن کوئی قوم اس قوم کی دوست بنے، جس کے اعمال اس قوم کے اعمال سے مختلف ہوں، رب کعبہ کی قسم، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا" (۳)

اس قوم پر، جو علیؓ اور علیؓ کے دو بیٹوں کی پیروی کے بلند بانگ دعوے کرتی ہے، فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ، آپ کے دوستوں اور ساتھیوں کے بارے میں بھی ان کے خیالات و اعتقادات کی پیروی و احترام کریں، بالخصوص آپ ﷺ کے رفیق غار کے بارے میں، جن کے متعلق ابھی ہم نے سربراہِ اہل بیت، علیؓ بن ابی طالب کے فرمان، ان کی رائے اور عقیدے کو، خود حضرات شیعہ کی اپنی کتابوں اور ان کے اپنے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے، اگلی فصل میں ہم ان شاء اللہ حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں دیگر اہلِ بیت کی رائے پیش کریں گے۔

---

(۱) الاحتجاج للطبرسی۔

(۲) "فرقة الشيعة" للنوبختی ص ٤١ مطبوعہ نجف ١٩٥١ء۔ "تفسیر قمی" ج١ ص ١٥٦، بضمن آیت ﴿إن الذين آمنوا ثم كفروا﴾؟

(۱) "كتاب الروضة من الكافی" للكلينی، ج ٨ ص ٢٥٤۔

صدیق اکبرؓ کے بارے میں نبی ﷺ کے اہل بیت کی رائے

حضرت ابن عباسؓ، رسول اللہ ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی، اور حضرت علیؓ کے عامل، جن کے بارے میں جعفر بن باقر کہتے ہیں: ''جب ابن عباسؓ کا انتقال ہوا، اور انھیں نکالا گیا، لوگوں نے دیکھا کہ ان کے کفن سے ایک سفید پرندہ نکل کر فضا کی طرف اڑ گیا، اور اڑتے اڑتے نظروں سے اوجھل ہوگیا، یہ دیکھ کر جعفر کہنے لگے، ''میرے والدان سے بہت محبت کیا کرتے تھے''[۱]

مفید[۲] آپ کی اور حضرت علیؓ کی محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ''امیر المؤمنین ایک رات کا کھانا حسنؓ کے پاس کھایا کرتے تھے، ایک رات حسینؓ کے پاس اور ایک رات عبداللہ بن عباسؓ کے پاس''[۳]

یہی حضرت ابن عباسؓ، حضرت صدیقؓ کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اللہ ابوبکر پر رحم کرے، آپؓ فقیروں پر رحم کرنے والے، قرآن کی تلاوت کرنے والے، دین کے پہچاننے والے، اللہ سے ڈرنے والے، ناجائز امور پر ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے، اچھی باتوں کا حکم

---

(۱) ''رجال الکشی'' زیر عنوان عبداللہ بن عباسؓ ص ۵۵، مطبوعہ کربلا۔

(۲) اس کا پورا نام محمد بن محمد بن نعمان العکبری البغدادی ہے، ۳۳۸ھ میں پیدا ہوا، اور ۴۱۳ھ میں بغداد میں فوت ہوا، السید مرتضیٰ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، یہ مفید کے نام سے مشہور ہے، اس لئے کہ بقول ان کے ''امام غائب نے اسے یہ لقب دیا تھا'' (معالم العلماء ص ۱۰۱) شیعہ حضرات کے اکابر اور بڑے مشائخ واساتذہ میں شمار ہوتا ہے، متاخرین میں سے سب نے اس سے استفادہ کیا ہے، فقہ، کلام، اور حدیث میں اس کی فضیلت مشہور و مسلم ہے، اپنے زمانہ میں سب سے ثقہ اور سب سے بڑا عالم تھا، اس کے وقت میں امامیہ کی ریاست ختم ہوگئی تھی، اس کی تقریباً دوسو چھوٹی بڑی تصنیفات ہیں (روضات الجنات ج ۶ ص ۱۵۳) کہتے ہیں امام وقت (مزعومہ امام غائب) نے اپنے خط میں اسے ''الاخ السدید'' اور ''المولیٰ الرشید'' کہہ کر مخاطب کیا ہے، ''اے ہمارے مخلص آقا، ہمارے مددگار، اے وہ جسے حق کا الہام ہوتا ہے، اور جو حق کی دلیل ہے، اے نیک بندے، حق کے حامی، کلمۂ حق کے ساتھ اس کی دعوت دینے والے، (المقدمۃ للارشاد ص ۴)

(۳) ''الارشاد'' ص ۱۴۔

کرنے والے، رات کو اللہ کے حضور کھڑا ہونے والے، اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے، آپ تمام صحابہ میں سے تقویٰ وطہارت میں برتر مقام کے حامل، اور زہد و پاکیزگی میں سب سے بلند تر تھے"(۱)

امیر المؤمنین کے صاحبزادے حضرت حسنؓ، جی ہاں وہ حسن بن علیؓ، جنھیں قوم شیعہ دوسرا معصوم امام مانتی ہے، اور بقول ان کے خدا نے پوری امت پر فرض عائد کیا ہے کہ وہ حسنؓ کی اتباع کرے، صدیق اکبرؓ کے بارے میں اس قول کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکرؓ مجھے اپنے جسم کی طرح عزیز ہیں"(۲)

حسن بن علی رضی اللہ عنہما، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ کا اس حد تک احترام وتوقیر کیا کرتے تھے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے دیگر شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ "وہ لوگوں کے تمام فیصلے واحکامات، اللہ کی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سنت، اور خلفاء راشدینؓ کی سیرت کے مطابق کیا کریں اور ایک نسخہ میں "خلفاء صالحین" کا لفظ استعمال کیا گیا"(۳)

شیعہ حضرات کے چوتھے امام، علی بن حسن بن علی، ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ: عراق کے چند لوگ آپ کے پاس آئے اور آکر حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں کچھ ناروا الفاظ کہنے لگے، جب وہ اپنی بات کہہ چکے تو علی بن حسن نے ان سے پوچھا: مجھے بتاؤ، کیا تم وہ ہو جن کے بارے میں قرآن میں کہا گیا ہے:

﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا﴾ (الآية: الحشر ۵۹/۸)

---

(۱) "ناسخ التواریخ" ج ۵ کتاب ۲ ص ۱۴۳-۱۴۴ مطبوعہ طہران۔
(۲) "عیون الاخبار" ج ۱ ص ۳۱۳، معانی الاخبار" ص ۱۱۰ مطبوعہ ایران۔
(۳) "منتہی الآمال" ص ۲۱۲ ج ۲ مطبوعہ ایران۔

انھوں نے کہا: ”نہیں“ پھر پوچھا کیا وہ ہو جن کے بارے میں کہا گیا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الآية: الحشر ٥٩/٩)

کہنے لگے کہ: ”نہیں“ یہ سن کر علی بن حسن کہنے لگے کہ تم نے دونوں گروہوں سے اپنے آپ کو بری قرار دیا ہے، اب میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو، جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

﴿يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ (الآية: الحشر ٥٩/١٠)

اللہ تمھیں تباہ کرے، میرے پاس سے اٹھ جاؤ“[1]

حضرات شیعہ کے نزدیک پانچویں معصوم امام زین العابدین کے بیٹے، محمد بن علی بن حسین، جن کا لقب باقر ہے، ایک دفعہ ان سے تلوار مزین کرنے کے بارے میں پوچھا گیا: علی بن عیسیٰ اربلی[2] نے اپنی کتاب ”کشف الغمہ“ میں یہ روایت نقل کی ہے، ابو عبداللہ جعفی عروہ بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں: میں نے ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام سے

---

(۱) ”کشف الغمة“ للاربلی ج۲ ص ۷۸، مطبوعہ تبریز، ایران۔

(۲) اربلی کا پورا نام بہاء الدین ابو الحسن علی بن حسین فخر الدین عیسیٰ بن ابی الفتح اربلی ہے، ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں موصل کے قریب اربل نامی ایک شہر میں پیدا ہوا، اور ۶۹۳ھ میں بغداد میں فوت ہوا، قمی اس کے بارے میں کہتا ہے: ”اربلی امامیہ کے اکابر علماء میں سے تھا، عالم، فاضل، شاعر، ادیب اور بہترین املاء نگار تھا، ماہر محدث و بزرگ ثقہ آدمی تھا، بیشمار محاسن وفضائل کا مالک ”کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ“ کا مصنف ہے، ۶۸۷ھ میں اپنی تصنیف سے فارغ ہوا، ائمہ کی تعریف میں اس نے بہت سے اشعار کہے ہیں، جن میں کچھ ”کشف الغمۃ“ میں ذکر کئے گئے ہیں، اس کی کتاب ”کشف الغمۃ“ ایک نفیس، جامع اور ایک عمدہ کتاب ہے“ (الکنیٰ والالقاب ج ۳ ص ۱۴-۱۵، ط -قم ایران) خوانساری کہتا ہے: ”شیعہ علماء کے اکابر محدثین میں سے تھا، ساتویں صدی کے عظیم ترین علماء میں اس کا شمار ہوتا ہے، تمام امامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ علی بن عیسیٰ ان کے عظیم ترین علماء میں سے ہے، اور اپنے علماء میں ایک منفرد اور ایک ممتاز فرد ہے، اس کی نقل (روایت کو مامون سمجھا گیا ہے، اور اس پر اعتماد کیا گیا ہے (روضات الجنات ج ٤ ص ۳٤۱-۳٤۲)

پوچھا کہ "تلوار مزین وآراستہ کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی اپنی تلوار کو مزین کیا ہے" راوی کہتے ہیں، میں نے کہا "کیا آپ بھی انھیں صدیق کہتے ہیں؟ یہ سن کر آپ ایک دم اچھل پڑے، قبلہ کی جناب منھ کرلیا اور کہنے لگے: "ہاں ہاں، میں انھیں صدیق کہتا ہوں جو انھیں صدیق نہ کہے، خدا کرے کہ دنیا وآخرت میں کبھی سچا نہ ہو"[1]

آپ ابوبکرؓ صدیق کیوں نہ کہتے کہ آپ کے دادا، رسول اللہ ﷺ نے جو بزبان وحی گفتگو کرتے تھے، آپؓ کو صدیق کہا تھا، شیعہ مصنف بحرانی اپنی تفسیر "البرھان" میں علی بن ابراہیم سے روایت نقل کرتا ہے، کہتا ہے: "مجھ سے میرے والد نے بعض راویوں کے حوالہ سے ابوعبداللہ کی روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ غار میں تھے تو آپ نے ابوبکرؓ سے کہا مجھے یوں لگتا ہے گویا میں جعفر اور اس کے ساتھیوں کی کشتی کو سمندر میں تیرتا دیکھ رہا ہوں، انصار کی طرف دیکھو" ابوبکرؓ نے پوچھا: "یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ انھیں دیکھ رہے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! ابوبکرؓ نے عرض کیا: "مجھے بھی دکھایئے" تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا، اور آپ بھی انھیں دیکھنے لگے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انت الصدیق"[2]

ایک روایت میں طبرسی[3] باقر سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: "نہ میں ابوبکرؓ کے

---

(۱) "كشف الغمة" ج ۲ ص ۱٤۷۔

(۲) "البرهان" ج ۲ ص ۱۲۵۔

(۳) یہ آدمی ابوالمنصور احمد بن علی بن ابی طالب ہے، یہ طبرستان کا رہنے والا تھا، یہ آدمی ہمارے متقدمین میں سے فاضل ترین آدمی تھا، اس کی کتاب "الاحتجاج" قوم کے ہاں مشہور ومعروف ہے، "امل الآمل" میں بھی اس کا ذکر کیا گیا اور کہا گیا ہے کہ عالم، فاضل، محدث، اور ثقہ آدمی تھا، اس کی کتاب "الاحتجاج" بہت عمدہ اور بہت سے فوائد کی حامل ہے۔(روضات الجنات ج ۱ ص ٦٥)

طبرسی کہتا ہے: شیخ، عالم، فاضل، کامل اور ماہر تھا، فقیہ ومحدث اور بزرگ وثقہ تھا" (الكنىٰ والالقاب ج ۲ ص ٤۰٤)

فضل کا منکر ہوں، نہ عمرؓ کے فضل کا منکر ہوں، لیکن افضلیت میں ابوبکرؓ عمرؓ سے بڑھ کر تھے"(۱)

صادق لقب رکھنے والے باقر کے بیٹے ابوعبداللہ جعفر، جو شیعہ کے ہاں چھٹے امام معصوم سمجھے جاتے ہیں۔ سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں پوچھا گیا، خیال رہے کہ اس روایت کو نقل کرنے والا انتہائی متعصب اور غالی شیعہ قاضی نوراللہ شوشتری(۲) ہے، جسے ۱۰۱۹ھ میں قتل کر دیا گیا تھا، لکھتا ہے: "ایک آدمی نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا، اے اولادِ رسول، آپ ابوبکرؓ وعمرؓ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ امام صادق نے کہا: "دونوں امام عادل، اور انصاف کرنے والے تھے، دونوں حق پر تھے، اور حق ہی پر ان کی موت آئی، اللہ قیامت تک ان دونوں پر اپنی رحمت نازل کرتا رہے"(۳)

کلینی نے آپ سے روایت کرتے ہوئے "فروع" میں ایک لمبی حدیث نقل کی ہے، اس میں بیان کیا گیا ہے کہ: "ابوبکرؓ کی وفات کے قریب جب آپؓ سے کہا گیا کہ آپ وصیت کر جائیں تو ابوبکرؓ نے فرمایا: "میں پانچ آدمیوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، اور پانچ آدمی بہت ہیں، اللہ تعالیٰ پانچ ہی پر راضی ہے، چنانچہ آپ نے پانچ کے بارے میں وصیت کی بعد میں ان کی موت کے قریب رب نے ان پانچ کو بھی تین کر دیا، اگر آپ کو علم ہوتا کہ تین ہی بہتر ہیں، تو آپ تین ہی کے بارے میں وصیت کرتے، پھر تم جانتے ہو کہ ایک

---

(۱) "الاحتجاج" للطبرسی، ص ۲۳۰، زیر عنوان "احتجاج ابی جعفر بن علی الثانی فی الانواع الشتی من العلوم الدینیة" مطبوعہ مشہد، کربلا۔

(۲) اس کا نام نوراللہ بن شرف الدین الشوشتری تھا، ہندوستان کے مشہور شیعہ علماء میں سے تھا، مغل بادشاہ جہانگیر کے عہد حکومت میں لاہور کا قاضی تھا، محدث، متکلم، محقق، فاضل اور اعلیٰ نسب والا تھا، بہت بڑا عالم تھا، اس نے اپنے مذہب کی تائید اور مخالفین کے رد میں بہت سی کتابیں لکھیں، گیارہویں صدی میں جہانگیر کے دورِ حکومت میں اکبرآباد کے مقام پر رافضی ہونے کے الزام میں اسے قتل کر دیا گیا، اسے شہید ثالث کہا جاتا ہے، "مجالس المؤمنین" "احقاق الحق" اور "مصائب النواصب" اسی کی کتابیں ہیں، اس کے علمی تبحر، فضل، علوم پر دسترس اور لکھنے کی اعلیٰ صلاحیت کے لئے اس کی کتاب "احقاق الحق" کو پڑھ لینا ہی کافی ہے، یہ شیخ بہائی کا ہمعصر تھا، اکبرآباد ہندوستان میں شیعہ ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔ (الکنیٰ والالقاب ج۳ ص ۴۵)

(۳) "احقاق الحق" للشوشتری ج۱ ص۱۶ مطبوعہ مصر۔

شخص کے بعد پرہیز گاری و بزرگی میں سلمان اور ابوذر رضی اللہ عنہما کا مقام ہے۔

آپ سے کہا گیا کہ: اے ابوعبداللہ! آپ اس قدر پرہیز گار ہو کر یہ کرتے ہیں، حالانکہ آپ کو اتنی بھی خبر نہیں کہ آپ کو آج مرنا ہے یا کل مرجانا ہے، آپ کا جواب یہ تھا کہ: جیسے تمھیں میری موت کا خدشہ ہے ایسے ہی تم میری زندگی کے لئے امید کیوں نہیں رکھتے؟ جاہلو! کیا تمھیں خبر نہیں کہ انسان کا نفس اس وقت تک پراگندہ رہتا ہے، جب تک کہ اسے قابلِ اعتماد معاش کا سہارا نہ ہو، جب قابلِ اعتماد معاش مل جائے تو نفس بے فکر و مطمئن ہو جاتا ہے، جہاں تک ابوذرؓ کا تعلق ہے اس کے پاس اونٹنیاں اور بکریاں تھیں، جن کا دودھ دوہتے۔ اور جب ان کے اہل خانہ کا گوشت کھانے کا جی چاہتا یا ان کے ہاں کوئی مہمان آجاتا تو ان میں سے کسی کو ذبح کر لیتے، یا کسی ضرورت مند محتاج کو دیکھتے، تو اس کے کھانے کے لئے بکری وغیرہ ذبح کر دیتے، اس کا گوشت کر کے اسے سب میں تقسیم کر دیتے، اور اپنے لئے بھی اتنا ہی حصہ رکھتے، کسی سے زیادہ نہ لیتے، ان سے بڑھ کر زاہد کون ہوگا؟ انہی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے، فرمایا ہے''[1]

اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ صدیق اکبر زہد میں وہ مقام رکھتے ہیں جو پوری امت میں سے کسی کو حاصل نہیں، ابوذرؓ اور سلمانؓ کا مقام بھی زہد میں آپ کے بعد ہی آتا ہے''[2]

شیعہ مؤرخ اربلی آپ کے بارے میں کہتا ہے کہ آپ کہا کرتے تھے: ''ابوبکرؓ نے مجھے دو دفعہ جنم دیا'' اس لئے کہ: ''آپ کی والدہ ام فروہ، قاسم بن محمد بن ابی بکر کی بیٹی تھیں، اور آپ کی نانی اسماء عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی تھیں''[3]

سید مرتضیٰ اپنی کتاب ''الشافی'' میں جعفر بن محمد کے بارے میں بیان کرتا ہے کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے بڑی محبت کرتے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) ''کتاب المعیشۃ'' ''الفروع من الکافی'' ج۵ ص۶۸۔

(۲) ''کشف الغمۃ'' ج۲ ص۱۶۱۔

(۳) ''فرق الشیعۃ'' للنوبختی ص۷۸۔

پر سلام پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ دونوں پر بھی سلام پڑھتے"(۱)

یہ اتنی اچھی اور خوبصورت باتیں ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ آدمی بیان کرتا چلا جائے، لیکن بات زیادہ لمبی ہو جائے گی، ہم صرف اختصار کے ساتھ آپ کو ایک جھلک دکھانا چاہتے ہیں، آیئے دیکھیں قوم شیعہ کے آخری امام، حسن بن علیؒ جنھیں حسن عسکری کہا جاتا ہے، شیعہ حضرات کے نزدیک گیارہویں معصوم امام ہیں، صدیق اکبر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ واقعۂ ہجرت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دینے کے بعد ابو بکرؓ سے پوچھا: اے ابو بکر! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم میرے ساتھ رہو، اور وہی طلب کرو جو میں طلب کروں، کیا تمھیں علم ہے کہ میری وجہ سے تمھیں کتنے آلام ومصائب جھیلنا پڑیں گے؟ یہ سن کر ابو بکرؓ نے کہا: یا رسول اللہ! اگر میں اس وقت تک زندہ رہوں جب تک یہ کائنات باقی ہے اور پوری زندگی میں مجھے سخت ترین عذاب سے دوچار ہونا پڑے، کرب واذیت کا ایسا عالم ہو کہ نہ پوری طرح موت آئے اور نہ ایک لمحہ سکون میسر آئے، بخدا آپ کی محبت میں، مجھے ایسی زندگی اس زندگی سے عزیز تر ہے کہ آپ کا مخالف ہوتے ہوئے عیش وعشرت کی زندگی بسر کروں، اور دنیا کے کل بادشاہوں کے خزانوں کا مالک ہو جاؤں، میں، میرا مال، اور میری اولاد آپ پر قربان، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک رب نے تیرے دل پر اپنی خاص تجلی ڈالی ہے، جس کی وجہ سے تیری زبان پر یہ جاری ہوا، اللہ نے تجھے میرے لئے آنکھ، اور کان جیسا کیا ہے، میری ذات میں تجھے وہی مقام ومنزلت حاصل ہے جو جسم میں سر اور بدن میں روح کو حاصل ہوتی ہے"(۲)

قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ ہم نے تمام روایات، اور ہر روایت حوالہ کے ساتھ شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں سے نقل کی ہے، ان میں سے کچھ روایات، سرکار دو جہاں، رسول جن وبشر، سے منقول ہیں، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! اور پھر علی بن ابی طالب سے

---

(۱) کتاب الشافی، ص ۲۳۸، "شرح نہج البلاغۃ" ج ۴ ص ۱۴۰، مطبوعہ بیروت۔
(۲) تفسیر حسن العسکری، ص ۱۶۴-۱۶۵ مطبوعہ ایران

لے کر، جو بقول ان کے پہلے امام معصوم ہیں، آخری امام ظاہر تک سے منقول روایات پیش کی گئی ہیں۔

اب اس بحث کو سمیٹتے ہوئے، اور قارئین کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اہلِ بیت سے منقولہ مزید دو روایتیں نذرِ قارئین کرتے ہیں، یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ یہ روایتیں بھی انہی حضرات کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں۔

پہلی روایت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے، جو محمد باقر کے سگے بھائی اور جعفر صادق کے چچا تھے، منقول ہے، ان راوی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "وہ قرآن کے حلیف تھے"(۱)

بہت سے شیعہ ان کے بارے میں امام ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں، اس اعتقاد کی وجہ یہ ہے کہ وہ تلوار لے کر نکلے تھے"(۲)

مشہور شیعہ مصنف ابو الفرج اصفہانی (۳) اشنانی سے عبداللہ بن جریر کی روایت نقل کرتا ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے جعفر بن محمد (یعنی جعفر صادق) کو زید بن علی کی سواری کے ساتھ اس کی رکابیں تھامے اور اس کی زین کا کپڑا درست کرتے دیکھا ہے"(۴)

شیعہ مصنف صاحب ناسخ التواریخ (۵) کی روایت کے مطابق انہی یعنی زید بن زین

---

(۱) 'الارشاد' للمفید ص ۲۶۸، بعنوان "ذکر اخوتہ" (باقر کے بھائیوں کے ذکر کے ضمن میں)

(۲) ایضاً

(۳) اس کا نام ابو الفرج علی بن حسین بن محمد ہے، اصفہان میں ۲۸۴ھ میں پیدا ہوا، پھر بغداد چلا گیا، وہیں پلا بڑھا، اور مناصب حاصل کئے، ۳۵۶ھ میں وفات پائی، بنی بویہ کا محبوب اور مقرب تھا، شاید اسی وجہ سے اس کی عزت اور قدر دانی کی گئی کہ وہ شیعہ کے ساتھ متفق تھا، شعر وادب میں اس کی بہت سی مشہور تصانیف ہیں، جن میں سب سے مشہور "الاغانی" اور "مقاتل الطالبین" ہے محسن امین نے اسے شیعہ شعراء اور مؤرخین کے طبقہ میں ذکر کیا ہے، (اعیان الشیعۃ ج ا ص ۱۷۵)

(۴) "مقاتل الطالبین" لا صفہانی ص ۱۲۹، مطبوعہ دار المعارفہ بیروت۔

(۵) "ناسخ التواریخ" "سپہر" کی تصنیف، جو شاہ ناصر الدین اور اس کے بیٹے مظفر الدین کا معاصر تھا، اس کی کتاب "ناسخ التواریخ" ایسی چھپی ہے کہ ابھی تک اس جیسا کام نہیں کیا جا سکا، (اعیان الشیعۃ، بعنوان طبقات المؤرخین، قسم ا ج ۲ ص ۱۳۲)

العابدین بن حسین سے بھی ابوبکرؓ کے بارے میں پوچھا گیا تھا، روایت میں ہے کہ: کوفہ کے بہت سے ممتاز اور معزز لوگوں نے ایک دن حاضر ہوکر زید کے ہاتھوں پر بیعت کرلی، اور آپ سے پوچھنے لگے، اللہ آپ پر رحم کرے، آپ ابوبکرؓ وعمرؓ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ زید نے کہا: میں خود بھی ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں کہتا، اور نہ ہی میں نے اہل بیت نبی میں سے کسی کو ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ کہتے سنا ہے، نہ انھوں نے کبھی ہم پر ظلم کیا، نہ کسی اور پر، دونوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق عمل کیا۔[1]

اس کے بعد کہتے ہیں: جب لوگوں نے آپ سے ابوبکرؓ وعمرؓ کے بارے میں یہ باتیں سنیں تو آپ سے الگ ہوگئے، اور ان کا میلان باقر کی طرف ہوگیا، چنانچہ زید نے کہا: ''رفضونا الیوم'' (آج یہ لوگ ہم کو چھوڑ کر الگ ہوگئے) ''رفض'' کے معنیٰ چھوڑ دینا، اور پھینک دینا، کے ہیں، اسی لئے اس گروہ کو رافضی کہا جاتا ہے۔[2]

دوسری روایت اس شخصیت سے ہے، جس کے متعلق شیعہ نے بے شمار من گھڑت کہانیوں کے جال بن رکھے ہیں، یعنی سلمان فارسیؓ جن کے بارے میں کہا گیا ہے: ''سلمان محمدی ہمارے اہلِ بیت میں سے ایک فرد تھے'' اور ایک جگہ کہا گیا ہے کہ: ''یقیناً سلمان ہم اہلِ بیت میں سے تھے''۔[3]

ایک روایت میں ہے: ''نبی ﷺ کے بعد سوائے تین آدمیوں کے سب کے سب مرتد ہوگئے تھے، وہ تین مقداد، ابوذر، اور سلمان ہیں، خدا کی رحمت اور برکتیں ہوں ان پر''۔[4]

حضرت سلمانؓ کے بارے میں حضرت علیؓ نے کہا: ''بے شک سلمانؓ زمین پر خدا کا دروازہ تھے، جس نے اسے پہچان لیا وہ مومن ہے، جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے''۔[5]

---

(۱) ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۵۹۰ زیرِ عنوان ''احوال الامام زین العابدین''
(۲) ایضاً
(۳) رجال الکشی ص ۱۸-۲۰، مطبع الاعلمی، کربلا۔
(٤) "الروضة من الکافی" ج ۸ ص ۲٤٥۔
(٥) رجال الکشی ص ۷۰۔

اب سنیئے یہی سلمان کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: "ابوبکرؓ نے جو تم سے بالاتر مقام حاصل کیا ہے، تو نماز اور روزہ کی بنا پر نہیں، بلکہ اس چیز کی وجہ سے جو ان کے دل میں موجود تھی"(۱)

اس کے علاوہ دیکھیے کہ نبی کریم ﷺ ابوبکرؓ کو اس حد تک چاہتے تھے کہ جنگ بدر میں جب ابوبکرؓ نے اپنے بیٹے کے مقابلے میں جو سوار اور پوری طرح مسلح تھا، نکلنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ کہہ کر آپ ﷺ کو روک دیا: "اپنی تلوار اٹھا کر اپنی جگہ واپس چلے جاؤ اور ہمیں اپنی ذات سے نفع اٹھانے کا موقع دو"(۲) اور پھر آپ نے اپنی زندگی کو نبی کریم ﷺ کی نفع رسانی کے لئے وقف کر دیا، بحث کے آخر میں بس یہی بات ہم کہنا چاہتے تھے۔

صدیق اکبرؓ کی خلافت

نبیوں اور رسولوں کے بعد، تمام مخلوقات میں سے بہترین فرد، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں ہم آپ کو نبی ﷺ کے اہلِ بیت کے خیالات واعتقادات بتا چکے ہیں، اب ہم بتائیں گے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت، اور مسلمانوں کی امارت وامامت کے مسئلہ میں بھی اہلِ بیت اور آپ کے درمیان کوئی نقطۂ اختلاف نہیں تھا، اہلِ بیت نے بھی اسی طرح آپؓ کی بیعت کی ہے، جس طرح دوسرے تمام لوگوں نے آپ کی بیعت کی، اہلِ بیت قدم بہ قدم آپ کے ساتھ چلتے رہے، مسلمانوں کے دکھ درد بانٹتے رہے، آپ کی بہتری و بہبود میں پورے پورے شریک رہے، اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ حضرت علیؓ آپ کے قریبی مشیرین میں سے تھے؟ آپ سرکاری معاملات اور لوگوں کے مسائل کا حل کرنے میں صدیق اکبرؓ کے ساتھ پورا پورا تعاون کرتے، اور اپنی فہم وفراست سے انتہائی نفع منداور قیمتی مشوروں سے نوازتے، آپ کے ساتھ تبادلۂ خیال کرتے، کوئی روکنے والا انھیں نہ روک سکا، اور نہ کوئی باز

---

(۱) "مجالس المؤمنین" للشوشتری ص ۸۹۔

(۲) کشف الغمۃ ج ۱ ص ۱۹۰۔

رکھنے والی قوت انھیں اس سے باز رکھ سکی، آپ صدیق کی امامت میں نمازیں ادا کرتے، ان کے احکامات کی تکمیل کرتے، اوران کے فیصلوں کے مطابق فیصلے کرتے، ان کے احکامات کو دلیل سمجھتے، اوران کی بات کوسند کا درجہ دیتے خلوص، محبت وتعلق کا اظہاراور برکت کے لئے آپ نے اپنے بیٹوں کے نام ابوبکرؓ کے نام پر رکھے۔

اہلِ بیت کوآپ سے کس قدر محبت تھی، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اہلِ بیت نے آپ سے اور آپ کی اولاد سے سسرالی تعلقات قائم کئے، خودان کے ہاں سے شادیاں کیں اور اپنے ہاں سے ان کی شادیاں کروائیں، سب حضرات آپس میں ایک دوسرے کوتحائف دیتے، اور لیتے رہے، آپ کے اوراہلِ بیت کے تعلقات اس طرح کے تھے، جیسے بہت ہی محبت رکھنے والے عزیزوں اورانتہائی قریبی رشتہ داروں میں ہوتے ہیں، یہ سب کچھ تھا، اور یہ سب کچھ کیوں نہ ہوتا کہ سب ایک ہی شجرِ پُر بہار کی شاخیں اورایک ہی نخلستانِ پُرثمر کے پھل تھے، وہ ویسے نہیں تھے، جیسا مکار یہودیوں کی اولاد نے انھیں سمجھا ہے، بخدامحمد کی پرعظمت امت کے خلاف بغض رکھنے والوں، مسلمانوں پرحسد کروالوں اوراللہ کا کلمہ وپرچم بلند کرنے والوں کے خلاف دل میں نفرت رکھنے والوں نے آپ کوغلط سمجھا ہے۔

جہاں تک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صحیح ہونے کا تعلق ہے، اس ضمن میں اتنا عرض کردینا کافی ہے کہ خودعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپ کی خلافت کا صحیح ہونا دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، چنانچہ امیرِ شام حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کو جواب دیتے ہوئے آپؓ کہتے ہیں: ''میرے ہاتھ پربھی قوم کے انہی افراد نے بیعت کی ہے، جنھوں نے ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اس کے بعد نہ موجودہ افرادکوکوئی اختیار باقی رہتا ہے اور نہ دور والے اسے رد کر سکتے ہیں۔ شوریٰ مہاجرین اور انصار سے ترتیب پائی تھی۔ وہ جس آدمی پربھی متفق ہوکر اسے امام بنا دیتے، اسی میں اللہ کی رضا شامل ہوجاتی، بیعت کے بعدکوئی آدمی بھی امام کی اطاعت سے خارج نہیں، سوائے اس صورت کے کہ امام میں کوئی طعن یا بدعت پائی جائے، اس صورت میں امام کواس چیز سے روکا جائے گا، اگروہ نہ

مانے تو مسلمانوں کی راہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے اس کے خلاف جدوجہد کی جائے گی، اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا''(۱)

ایک جگہ علیؓ کہتے ہیں: ''تم لوگ میری بیعت اس چیز پر کر رہے ہو، جس پر مجھ سے پہلوں کی بیعت کی گئی، لوگوں کو اختیار صرف اس وقت تک ہے، جب تک وہ بیعت نہیں کرتے، جب بیعت کر چکیں، ان کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا''(۲)

ان الفاظ میں کوئی اشکال اور ابہام نہیں، بات بالکل واضح اور صاف ہے، کہ خلافت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مسلمان کسی آدمی پر متفق ومتحد ہو جائیں، اور عصرِ اول میں خاص طور پر انصار ومہاجرین کا کسی آدمی پر متفق ہونا ضروری تھا، انصار اور مہاجرین ابوبکرؓ وعمرؓ پر متفق ہو چکے تھے، اب نہ وہاں موجود افراد کو کوئی اختیار باقی رہتا ہے، اور نہ غیر موجود افراد اسے رد کر سکتے ہیں، ہم پچھلی فصل میں حضرت علی بن ابی طالب سے مروی دو روایتیں ذکر کر چکے ہیں، جنھیں ثقفی(۳) نے ''غارات'' میں نقل کیا ہے، ان میں حضرت علیؓ نے خود بیان کیا ہے کہ لوگ بیعت کے لئے ابوبکرؓ پر ٹوٹ پڑے اور ان پر ایک ہجوم کر دیا، کسی دلِ انصاف پسند کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپؓ کی امامت وخلافت کے صحیح ہونے کا اقرار واعتراف کر لیا جائے۔

شیعہ کی کتاب ''غارات'' میں مذکور ایک اور روایت میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ

---

(۱) ''نہج البلاغۃ'' ص ۳۶۶-۳۶۷، مطبوعہ بیروت تحقیق صبحی صالح۔

(۲) ''ناسخ التواریخ'' ج ۳ جزء ۲۔

(۳) اس کا نام ابو اسحاق ابراہیم ثقفی کوفی اصفہانی ہے، سن دوسو ہجری میں یا اس سے دو سال پہلے پیدا ہوا، ۲۸۳ھ میں اصفہان میں وفات پائی، شیعہ حضرات کے اکابر مؤلفین اور راویوں میں شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ نوری طبرسی نے بیان کیا ہے: ''ابراہیم ثقفی مشہور ہے، اور اس پر تمام اصحاب نے اعتماد کیا ہے، چنانچہ جیسا کہ اس کے احوال سے معلوم ہوتا ہے، وہ بڑے مؤلفین اور راویوں میں سے ہے، بڑے بڑے راویوں نے اس سے روایت کی ہے، (المستدرک ج ۳ ص ۵۴۹-۵۵۰) خوانساری نے ''روضات الجنات'' میں اسے ''الشیخ المحدث'' ''المروج الصالح السدید'' کے نام سے پکارا ہے، ''الغارات'' کا مصنف ہے، ''البحار میں اس سے بہت سی روایت نقل کی گئی ہیں، ''اس کی تقریباً پچاس عمدہ تصنیفات ہیں'' (اعیان الشیعۃ قسم ۲ ص ۱۰۳)

نے خلافت وامامت کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کیا ہے، آپ کہتے ہیں:

''ہم اللہ کے فیصلے پر خوش ہیں، اور اللہ کا کام اسی کے سپرد کرتے ہیں، میں نے اپنے بارے میں غور کیا تو مجھے احساس ہوا کہ میں بیعت کرنے سے پہلے ہی ان کی اطاعت کا عہد اپنے گلے میں ڈال چکا تھا''(۱)

جب حضرت علی نے یہ محسوس کیا تو آپ صدیقؓ کی طرف گئے اور جس طرح مہاجرین اور انصار نے بیعت کی تھی، آپ نے بھی صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، کیونکہ وہ آج امیر المؤمنین اور مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے تھے، وہ لوگ (حضرات صحابہ) قومِ شیعہ کے عقیدے کے مطابق تقیہ نہیں کرتے تھے، اسی بات کا اظہار کرتے جو ان کے دل میں ہوتی، ان کے دل تقیہ کی آلودگی سے پاک تھے، حضرت علیؓ پرانی یادوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اس موقع پر میں ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان کی بیعت کر کے ان کی معاونت کی، ابوبکرؓ نے تمام امور اپنی نگرانی میں لئے، اور سب امور آسانی، درستگی، میانہ روی، اور عمدہ طریقہ پر سر انجام دینے لگے، میں خیر خواہانہ جذبہ کے ساتھ آپؓ کے ساتھ رہا، اور ان امور میں، جن میں وہ اللہ کی اطاعت کرتے، میں دل وجان سے آپ کی اطاعت کرتا رہا''(۲)

ابوسفیانؓ اور عباسؓ نے جب آپ کو خلافت کے لئے ابھارنا چاہا تو آپ نے انھیں دوٹوک جواب دیا، اس لئے کہ، جیسا ہم بیان کر چکے ہیں، آپ سمجھتے تھے کہ صدیق کی خلافت قائم ہو جانے کے بعد اب آپ کو خلافت کا حق نہیں رہا۔

امیرِ شام معاویہ بن ابی سفیانؓ کے نام ایک خط میں بھی آپ نے خلیفۂ اول حضرت صدیقؓ کی خلافت، اور آپ کے افضل ہونے کا اقرار کیا ہے۔

صدیق اکبرؓ کے انتقال فرما جانے کے بعد علیؓ آپ کے لئے اللہ سے مغفرت واحسان کی دعائیں مانگا کرتے تھے، اور ان کے دنیا سے اٹھ جانے پر اظہارِ غم اور افسوس کیا

---

(۱) ''نہج البلاغۃ'' ص۸۱ خطبہ ۳۷ مطبوعہ بیروت تحقیق صبحی صالح

(۲) ''منار الہدیٰ'' لعلی البحرانی الشیعی ص۳۷۳ ''ناسخ التواریخ'' ج۳ ص۵۳۲۔

کرتے تھے، لکھتے ہیں:

''اللہ نے مسلمانوں میں سے بہت سے افراد کو اپنی تائید و مدد کے لئے چن لیا تھا، اسلام میں جو کوئی جس منزلت کا حامل ہوتا ہے، اللہ بھی اپنے ہاں اسے وہی مقام و عزت بخشتا ہے ان میں اللہ اور رسول کے نزدیک سب سے بلند تر مقام کے حامل، آپ کے خلیفہ صدیقؓ اور صدیق کے خلیفہ فاروقؓ ہیں، بے شک وہ دونوں اسلام میں عظیم مقام پر فائز ہیں، اللہ ان پر رحم کرے، انھیں اسلام کی وجہ سے بہت تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچیں، اللہ انھیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے''(۱)

طوسی(۲) حضرت علیؓ کے بارے میں اک روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: کہ جب علیؓ جنگِ جمل میں شکست کھانے والوں سے ملے، تو آپؓ نے کہا تم لوگوں نے ابو بکرؓ کی بیعت کی اور میرے ساتھ انصاف کیا تھا، جیسے تم نے ابو بکرؓ کی بیعت کی ہے، میں نے بھی ابو بکرؓ کی بیعت کی تھی، تم نے عمرؓ کی بیعت کی، میں نے بھی عمرؓ کی بیعت کی، اور اسے نبھایا ہے، تم نے عثمانؓ کی بیعت کی، میں بھی عثمانؓ کی بیعت کر چکا ہوں، اس کے بعد میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ تم میرے پاس آئے تم میں سے کسی کو بلایا یا مجبور نہیں کیا گیا تھا''(۳) تم نے میری بیعت

---

(۱) ابن میثم شرح نہج البلاغۃ ط: ایران ص ۴۸۸۔

(۲) اس کا نام محمد بن حسن بن علی طوسی ہے، ۳۸۵ھ میں پیدا ہوا، اور ۴۶۰ھ میں نجف میں فوت ہوا، اسے ''شیخ الطائفہ'' کا لقب دیا گیا ہے، (تنقیح المقال ص ۱۰۵ ج ۳)

''وہ شیعہ حضرات کا ستون تھا، شیعہ کے جھنڈے کو بلند کرنے والا تھا غرض کہ شیخ الطائفہ تھا، وہ شیعہ کا سردار تھا، جس کے سامنے گردنیں جھک جایا کرتی تھیں، اس نے اسلام کے تمام علوم پر لکھا ہے، وہ امام اور سند کا درجہ رکھتا تھا، اس کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے، شیخ مفید اور السید مرتضیٰ وغیرہ کا شاگرد تھا، (الکنیٰ والالقاب ج ۳ ص ۳۵۷) یہ صحاح اربعہ میں سے دو کتابوں ''التہذیب'' اور ''الاستبصار'' کا مصنف ہے۔

''اس نے اسلام کے ہر فن پر کتاب لکھی ہے، وہ عقائد اور اصول و فروع کو درست کرنے والا ہے، تمام فضائل اس میں پائے جاتے ہیں'' (روضات الجنات ج ۶ ص ۲۱۶)

(۳) کیا خلافت منصوص (نص سے ثابت) ہے؟

اس روایت میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ علیؓ بن ابی طالب نہیں سمجھتے تھے کہ خلافت و امامت صرف نص ہی سے منعقد ہو سکتی ہے، اور یہ کہ ''امامت خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے ایک عہد ہے، جو ایک کے بعد دوسرے سے کیا جاتا ہے'' (الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۷۷) اور یہ کہ ''یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عہد ہے، جو ایک آدمی کے بعد دوسرے سے کیا جاتا ہے'' (الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۷۷)

اس کی تفصیل کے لئے شیعہ حضرات کی یہ کتابیں دیکھئے: ''اصل الشیعۃ واصولہا'' لمحمد حسین آل کاشف الغطاء ''الاعتقادات'' لابن بابویہ قمی، ''الالفین'' للحلی اور ''بحار الانوار'' لمجلسی وغیرہ۔

بھی اسی طرح کی، جس طرح ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی بیعت کو میری بیعت سے زیادہ نبھاتے، اور پورا کرتے ہو۔"(۱)

اگر آپ کا یہ اعتقاد ہوتا تو آپ ابوبکرؓ کی خلافت کا اعتقاد نہ رکھتے، آپ کے مشیروں میں شامل نہ ہوتے، اور وہ باتیں نہ کہتے جو آپ نے اہلِ جمل سے کہی تھیں، ہم پیچھے آپ کی اس روایت کو نقل کر چکے ہیں کہ: "پھر تم لوگ میرے پاس اس حال میں آئے کہ تمھیں بلایا نہیں گیا تھا" اگر آپ اللہ کی طرف سے امام ہوتے تو آپ انھیں اپنی امامت کی دعوت دیتے رہتے، اور جب لوگوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے آپؓ کو بلایا تو آپ ہرگز یہ نہ کہتے کہ: "مجھے چھوڑ دو اور کسی اور کو ڈھونڈھو" ہمیں ایسی صورت حال کا سامنا ہے جس کے کئی پہلو اور گوشے ہیں، دل اس پر نہیں ٹھہرتے، عقلیں اس پر قائم نہیں رہتیں، اس کے بعد کہا: "اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں بھی تم جیسا ایک فرد ہوں، شاید تم جس کے سپرد اپنا معاملہ کر دو وہ تمھاری بات زیادہ سنے، زیادہ مانے، میں تمھارا وزیر بنوں، یہ تمھارے لئے اس سے بہتر ہے، کہ میں تمھارا امیر بنوں" (یہ خطاب علیؓ نے اس وقت کیا، جب عثمانؓ کے قتل کے بعد لوگوں نے آپ کی بیعت کرنا چاہی"

(نہج البلاغۃ خطبہ ۹۲ ص ۱۳۶ مطبوعہ، بیروت)

کیا آپؓ کے اس کلام سے بڑھ کر کوئی اور دلیل ہو سکتی ہے کہ آپ خلافت کے خواہاں نہیں تھے؟ شیعہ حضرات تو منکرِ خلافت کو یہود، مجوس، نصاریٰ اور مشرکین سے بھی بڑھ کر کافر سمجھتے ہیں، جیسا کہ ان کے مفید نے کہا ہے:

> "امامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ ائمہ میں سے کوئی بھی اگر امامت سے انکار کرے اور امام کی اطاعت نہ کرے جس کی اطاعت اللہ نے فرض کر دی ہے، اور وہ اس چیز سے انکار کرے، جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمہ واجب کر دی ہے، تو وہ کافر ہے، اور اس بات کا مستحق ہے کہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رکھا جائے"

---

(۱) "بحار الانوار" للمجلسی ج ۲۳ ص ۳۹۰ "المفید" سے نقل کرتے ہوئے۔

ان کا سب سے بڑا محدث کلینی کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "سأل سائل بعذاب الواقع للكافرين (بولایۃ علی) ليس له دافع" (پوچھنے والے نے علی کی ولایت سے انکار کرنے والوں پر ہونے والے عذاب کے متعلق پوچھا جس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے) بخدا اسی طرح یہ آیت جبرئیل علیہ السلام محمد ﷺ پر لے کر نازل ہوئے تھے" (كتاب الحجة من الاصول في الكافي ج ۱ ص ۴۲۲)

محمد باقر کی طرف سے جھوٹی نسبت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ نے کہا ہے: "خدا کی عبادت وہی کرتا ہے، جسے خدا کی معرفت حاصل ہے، جسے خدا کی معرفت حاصل نہیں وہ یوں ہی گمراہ ہو کر عبادت کرتا رہتا ہے، میں نے کہا: میں آپ کے قربان، خدا کی معرفت کیا ہے؟ آپ نے کہا: خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق، علی کی محبت، ان کی امامت اور دوسرے تمام ائمۂ ہدایت علیہم السلام کی امامت کی تصدیق اور اس کے دشمنوں سے خدا کے روبرو اپنی برأت کا اظہار"(۱)

ابن بابویہ قمی صدوق اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے: ہمارا عقیدہ ہے کہ جس نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب اور آپ کے بعد دوسرے ائمہ کی امامت کا انکار کیا، تو گویا اس نے تمام انبیاء کی نبوت کا انکار کیا، ہمارا عقیدہ ہے کہ جس نے امیر المؤمنین کی امامت کا اقرار کیا، لیکن دوسرے ائمہ میں سے کسی اور امام کا انکار کیا تو گویا اس نے تمام انبیاء کا اقرار کرلیا، لیکن ہمارے نبی محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کردیا" (۲)

تو جب خود علیؓ بن ابی طالب ہی امامت کا انکار کردیں تو کیا کیا جائے؟ یہ عبارت خود ان لوگوں کی سب سے مقدس کتاب میں موجود ہے، ان کے نزدیک سب سے مقدس کتاب یہی ہے کیونکہ قرآن کا تو وہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں تحریف اور تغیر وتبدل ہو چکا ہے، (یہ مسئلہ ہم اپنی کتاب "الشیعۃ والسنۃ" میں واضح دلائل کے ساتھ خود ان حضرات کی اپنی

---

(۱) باب معرفۃ الامام والرد الیہ من [الاصول فی الکافی] ج ا ص ۱۸۰۔
(۲) [الاعتقادات] للقمی ص ۱۳۰۔

کتابوں سے بیان کر چکے ہیں۔

جی ہاں! ان کی سب سے مقدس کتاب "نہج البلاغۃ" جس میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود کہہ رہے ہیں کہ میں مقتدی بنوں، یہ اس سے بہتر ہے کہ میں امام بنوں، ہم دوبارہ آپ کی بات آپ کو سنائے دیتے ہیں، آپ کہتے ہیں: "مجھے چھوڑو، میرے سوا کسی اور کو ڈھونڈھو، میں تم میں سے ہی ہوں، شاید وہ تمھاری بات زیادہ سنے، اور مانے، جس کے سپرد تم اپنا معاملہ کروگے، میں تمھارا وزیر بنوں، یہ تمھارے لئے اس سے بہتر ہے، کہ میں تمھارا امیر بنوں"(۱)

اس سے اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ علیؓ اپنی ولایت کے مسئلہ کو اس نظر سے نہیں دیکھتے تھے جس نظر سے یہ دیکھتے ہیں، جیسا کہ ابن ابی الحدید نے عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے، کہ آپ نے کہا ہے: "رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات میں علیؓ آپ کے پاس سے اٹھ کر لوگوں کی طرف آئے، لوگوں نے آپ سے پوچھا: اے ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ آپ نے کہا: الحمد للہ صحت یاب ہو گئے ہیں، راوی کہتا ہے عباسؓ نے علیؓ کو ہاتھ سے پکڑا اور کہا: اے علی! تو عصا کا بندہ ہے، تین قسمیں کھانے کے بعد کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو دیکھا ہے، میں بنو عبدالمطلب کے چہروں سے موت پہچان لیتا ہوں، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف گئے، اور ان سے یہ بات بیان کی کہ اگر ہم میں سے ہے تو ہمیں بتا دیجئے اور اگر ہمارے علاوہ کوئی ہے تو ہمیں اس کی وصیت کر دیجئے، آپ ﷺ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا، بخدا اگر آج میں نے روک دیا تو پھر اس کے بعد لوگ اس کے پاس نہیں آئیں گے، راوی کہتا ہے چنانچہ اسی دن رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی"(۲)

ابن ابی الحدید نے سقیفہ اور بیعت ابو بکر کی روایت بیان کرنے کے بعد لکھا ہے: "جان لیجئے کہ اس باب میں آثار و روایات بہت ہیں، جو بھی ان پر غور کرے، اور انصاف کرے، وہ جان لے گا کہ اس مسئلہ میں قطعی اور واضح نص ایسی موجود نہیں ہے جس سے تمام

(۱) [نہج البلاغۃ] خطبہ ۱۲ ص ۱۳۶ مطبوعہ بیروت۔

(۲) شرح نہج البلاغۃ ج ۱ ص ۱۳۲۔

شکوک کا خاتمہ ہو جائے اور دوسرا کوئی احتمال باقی نہ رہے"(۱)

علی رضی اللہ عنہ نے طلحہؓ وزبیر کو مخاطب کر کے یہ بھی کہا تھا کہ: "بخدا مجھے خلافت سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ ہی ولایت میں میرے لئے کوئی کشش ہے، مگر تم نے مجھے اس کی دعوت دی اور اس پر تیار کیا"(۲)

اس جیسی ایک اور روایت بھی نصر بن مزاحم شیعی(۳) نے بیان کی ہے، کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حبیب بن مسلمہ فہری، شرجیل بن سمط، اور معن بن یزید کو بھیجا کہ وہ قاتلین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کریں، علیؓ بن ابی طالب نے اللہ کی حمد اور بسم اللہ پڑھنے کے بعد انھیں جواب دیتے ہوئے کہا:

"اما بعد! اللہ نے نبی ﷺ کو بھیجا، جنھوں نے لوگوں کو گمراہی سے دور کیا، ہلاکت سے بچایا، اور پارہ پارہ ہوجانے کے بعد جمع کیا، پھر اللہ نے انھیں اٹھا لیا، آپ ﷺ کے ذمہ جو کچھ تھا، آپ ﷺ نے ادا کردیا، پھر ابو بکرؓ وعمرؓ خلیفہ بنے دونوں اعلیٰ سیرت والے تھے، دنوں نے امت سے انصاف کیا، پھر لوگوں کا معاملہ عثمانؓ کے سپرد ہوا، آپ نے کچھ ایسے کام کئے جن کی وجہ سے لوگوں نے آپ میں عیب نکالے، لوگ آپ کی طرف بڑھے، اور آپ کو مار ڈالا، پھر لوگ میرے پاس آئے، میں انھیں چھوڑ دینا چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے کہنے لگے: بیعت کرلیجئے، میں نے انکار کیا، وہ مجھے کہنے لگے: بیعت کرلیجئے لوگ آپ کے سوا کسی پر راضی نہیں، ہمیں خدشہ ہے کہ آپ نے بیعت نہ کی تو لوگوں میں پھوٹ پڑ جائے گی، چنانچہ میں نے

---

(۱) شرح نہج البلاغۃ ج۱ص۱۳۲۔

(۲) نہج البلاغۃ ص۳۲۲۔

(۳) اس کا نام ابو الفضل نصر بن مزاحم تمیمی کوفی اور لقب عطار ہے، یہ متقدمین راویوں میں سے ہے، بلکہ تابعین کے درجہ اور اوائل ائمہ طاہرین کے تیسرے طبقہ میں سے ہے، (روضات الجنات ج۸ص۱۶۶)

نجاشی نے کہا ہے: صحیح راہ پر چلنے والا، راست معاملہ اور "صفین"، "جمل" اور "مقتل الحسین" وغیرہ کتابوں کا مصنف ہے، (النجاشی ص۳۰۱-۳۰۲)

ان سے بیعت کرلیا''(۱)

شیعہ مؤرخ لکھتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بعد عمرؓ کو خلیفہ بنانا چاہا تو، لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا، یہ دیکھ کر علی طلحہؓ سے کہنے لگے: اگر ابوبکرؓ نے عمرؓ کے سوا کسی اور کو خلیفہ بنایا تو لوگ اس کی اطاعت نہیں کریں گے۔ (تاریخ روضۃ الصفا فارسی ص ۲۰۶ ط بمبئی)

ایک سوال اب بھی باقی رہ جاتا ہے کہ علیؓ نے بیعت میں چندروز کی تاخیر کیوں کی؟ اس کا جواب ابن ابی الحدید دیتا ہے: بیان کرتا ہے کہ: پھر ابوبکرؓ کھڑے ہوئے، لوگوں سے خطاب کیا، اور ان سے معذرت کرتے ہوئے کہا: میری بیعت اچانک اور غیر متوقع طور پر ہوئی ہے، مجھے فتنہ کا اندیشہ تھا جس سے اللہ نے ہمیں بچالیا، اللہ کی قسم میں نے کبھی بھی خلافت کی خواہش نہیں کی، مجھ پر اتنی بھاری ذمہ داری ڈال دی گئی ہے، جس کی مجھ میں طاقت نہیں، میں چاہتا ہوں کہ وہ میری جگہ آجائے، جو مجھ سے بہتر اس ذمہ داری کو نبھا سکے، آپ نے لوگوں سے معذرت کرنی شروع کردی، مہاجرین نے آپ کی معذرت قبول کرلی، یہ دیکھ کر علیؓ اور زبیرؓ کہنے لگے: ہمیں صرف مشورہ کے وقت ذرا غصہ آگیا تھا، ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اس وقت لوگوں میں خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ابوبکرؓ ہے، آپ صاحب غار ہیں، آپ کی عمر مبارک بھی ہمیں معلوم ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں آپ ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا''(۲)

ابن ابی الحدید نے اس کی شرح میں عبداللہ بن ابی اوفی کی ایک اور روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے: ''خالد بن سعید ان عاملین میں سے تھے جنھیں رسول اللہ ﷺ نے یمن میں متعین کیا تھا، جب رسول اللہ ﷺ انتقال فرما چکے تو آپ مدینہ آئے، اس وقت لوگ ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے، آپ کچھ دن رکے رہے، اور ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی''(۳)

---

(۱) ''کتاب صفین'' مطبوعہ ایران ص ۱۰۵۔
(۲) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۲۔
(۳) شرح نہج البلاغۃ ج ۱ ص ۱۳۴-۱۳۵

طبرسی نے بھی محمد باقر سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے یہ بات قطعی اور حتمی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ علیؓ نے ابو بکرؓ کی خلافت کو تسلیم کیا، اور ان کے ہاتھ پر امارت وخلافت کی بیعت کی، طبرسی بیان کرتا ہے کہ اسامہ بن زیدؓ (جہاد کے لئے) جانا چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ملأ اعلیٰ کی طرف چلے گئے۔ جب اسامہؓ کو نبی ﷺ کے انتقال کی اطلاع پہنچی آپؓ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ پلٹ آئے، مدینہ میں آکر آپ نے دیکھا کہ ابو بکرؓ کے پاس بہت بڑی تعداد میں لوگ جمع ہیں، یہ دیکھ کر آپ علیؓ بن ابی طالب کے طرف چلے گئے، اور ان سے پوچھا: ''یہ سب کچھ کیا ہے؟ علیؓ نے جواب دیا: وہی کچھ ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں، اسامہؓ نے پوچھا، کیا آپ نے بھی بیعت کر لی ہے؟ علیؓ نے کہا ہاں''[1]

شیعہ حضرات کے متأخرین ائمہ میں سے محمد حسین آل کاشف الغطاء نے بھی یہ کہہ کر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ: ''جب رسول اللہ ﷺ اس جہان فانی سے اس دار قرار کی طرف کوچ کر گئے تو صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ حضرت علیؓ کو اس لئے خلیفہ نہ بنایا جائے کہ آپ عمر میں چھوٹے تھے یا اس لئے بھی کہ قریش کو یہ بات ناگوارِ خاطر تھی کہ نبوت اور خلافت دونوں شرف بنی ہاشم میں جمع ہو جائیں، اس کے بعد کہتا ہے: ''جب علیؓ نے دیکھا کہ خلیفۂ اول اور ثانی دونوں حضرات نے کلمۂ توحید پھیلانے، اسلامی لشکر تیار کرنے، اور فتوحات کا دائرہ بڑھانے میں اپنی تمام تر کوششیں اور صلاحیتیں صرف کر دی ہیں، نہ لوگوں کو قید وبند کی مشقت میں ڈالا، اور نہ ان پر ظلم واستبداد کیا ہے، تو انھوں نے بھی بیعت کر کے مصالحت کر لی''[2]

(۱) ''الاحتجاج'' للطبرسی ص ۵۰ مطبوع: مشہد عراق۔

(۲) ''اصل الشیعۃ واصولہا'' مطبوعہ دار البحار بیروت۔ ۱۹۶۰ء ص ۹۱۔

حضرت علیؓ کا صدیقؓ کے پیچھے نمازیں پڑھنا اوران سے تحائف قبول کرنا

اب ہم آپ کو بتائیں گے کہ علی رضی اللہ عنہ، صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر خوش اور خلافت کے معاملات اور اہم فیصلوں میں آپ کے شریک رہا کرتے تھے، آپ سے تحائف قبول کرتے، آپ کے پاس شکایات لے کر جاتے، آپ کے پیچھے نمازیں پڑھتے، آپ کے ساتھ محبت واخوت کا برتاؤ کرتے، آپ کے حقیقی محسن، اور آپ سے نفرت کرنے والے کے خلاف نفرت رکھتے تھے۔

اس بات کو خلفائے راشدینؓ و نبی ﷺ کے صحابہؓ کے بدترین دشمنوں اوران کے پیروکاراور متبعین نے بھی تسلیم کیا ہے۔

اصل موضوع کی طرف آنے سے پہلے ایک روایت ہم آپ کو بتا دینا چاہتے ہیں، لوگوں نے جب چاہا کہ آپ خلیفہ وامیر بنیں تو آپ نے قوم سے کہا: ''میں تمھارا امیر بنوں، تمھارے لئے اس سے بہتر یہ ہے کہ میں تمھارا وزیر بنوں''(۱)

متعصب اور غالی ترین شیعہ مؤرخ یعقوبی(۲)، صدیقؓ اور فاروقؓ کے اس زمانہ کا تذکرہ کرتا ہے جب علیؓ کو آپ حضرات کے ہاں ایک اہم اور ذی اثر واقتدار مشیر کا مقام حاصل تھا، چنانچہ حضرت صدیقؓ کے دور کا ایک واقعہ لکھتا ہے کہ:

---

(۱) نہج البلاغۃ ص ۱۳۶ تحقیق صبحی صالح

(۲) اس کا نام احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی ہے، یہ شیعہ تھا، اس کا دادا ابوالمنصور کے غلاموں میں سے تھا، اس نے تمام مشرقی، مغربی، اسلامی ممالک کی سیاحت کی اور ۲۶۰ھ میں آرمینیہ میں داخل ہوا، پھر رمنہ کا سفر کیا، اور پھر مصر اور مغربی ممالک کا رخ کیا، اس نے سیاحت کی ایک کتاب ''کتاب البلدان'' لکھی ہے، اس کے علاوہ تاریخ کی مشہور کتاب ''تاریخ الیعقوبی'' اور دوسری کتابیں بھی لکھی ہیں ۲۸۴ھ میں وفات پائی، (الکنی والالقاب ج ۳ ص ۲۴۶) ''صاحب الاعیان نے اسے شیعہ مؤرخین کے طبقہ میں شمار کیا ہے'' (اعیان الشیعۃ)

"جب ابوبکر صدیقؓ نے روم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو صحابہ کی جماعت سے مشورہ کیا، بعض حضرات نے اسی وقت اور بعض حضرات نے کچھ تاخیر کا مشورہ دیا، آپ نے علیؓ بن ابی طالب سے مشورہ کیا تو آپ نے کر گذرنے کا مشورہ دیا، صدیقؓ نے پوچھا: کیا میں اس معرکہ میں کامیاب ہو جاؤں گا؟ علیؓ نے کہا میں آپ کو خیر کی خوشخبری دیتا ہوں، چنانچہ ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کیا اور انھیں حکم دیا کہ روم جانے کی تیاریاں کریں"(۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ: صدیقؓ نے علیؓ سے پوچھا آپ کیونکر یہ خوشخبری سنا رہے ہیں؟ علیؓ نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ خوشخبری دیتے ہوئے سنا ہے، اس پر ابوبکرؓ نے کہا: اے ابوالحسن، آپ نے مجھے خوش کر دیا اس چیز سے، جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی، اللہ آپ کو خوش رکھے"(۲)

مشہور مؤرخ یعقوبی نے بھی لکھا ہے کہ: "ابوبکرؓ کے دور خلافت میں جن بزرگوں سے فقہ کے مسائل معلوم کئے جاتے تھے، ان میں علیؓ بن ابی طالب، عمرؓ بن خطاب، معاذؓ بن جبل، ابیؓ بن کعب، زیدؓ بن ثابت اور عبداللہؓ بن مسعود کا نام آتا ہے"(۳)

علیؓ اور ابوبکرؓ کے آپس میں تعلق ومحبت کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے علیؓ کے مشورے اور فیصلوں کو تمام صحابہ کے مشوروں پر ترجیح دی۔(۴)

---

(۱) تاریخ الیعقوبی ص۱۳۲-۱۳۳ ج۲ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۰ء۔

(۲) تاریخ الیعقوبی ج۲ کتاب۲ ص۱۵۸ از زیر عنوان "عزم ابی بکر"

(۳) تاریخ الیعقوبی ص۱۳۸ ج۲۔

(۴) اس مضمون کی بہت سی روایات ہمارے ہاں موجود ہیں کہ ابوبکر نے کئی مسائل ومشکلات میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا، آپ کے مشیروں میں ایک علی رضی اللہ عنہ تھے، چنانچہ آپ نے دوسرے ساتھیوں کی رائے پر آپ کی رائے کو ترجیح "البدایۃ والنہایۃ" لابن کثیر، "ریاض النضرۃ" لمحب الطبری، "کنز العمال" "تاریخ الملوک والامم" للطبری، "تاریخ ابن خلدون" کے علاوہ بھی دوسری کئی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے، ہم اس کا حوالہ اس لئے نہیں دیتے کہ ہم نے عہد کر رکھا ہے کہ ان کی اپنی ہی کتابوں سے حوالے ذکر کریں گے۔

ہماری تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ انتہائی متعصب اور غالی شیعہ محمد بن نعمان عکبری نے بھی، جسے شیخ مفید کہا جاتا ہے، اپنی کتاب ''الارشاد'' میں ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں ''امیر المؤمنین علیہ السلام کے فیصلے'' کے نام سے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔

اس باب میں اس نے ابوبکرؓ کے دور خلافت میں علیؓ کے کئے گئے متعدد فیصلے ذکر کئے ہیں، ایک فیصلہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے: ''ابوبکرؓ کے سامنے ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی، آپ نے اس پر حد قائم کرنا چاہی تو وہ کہنے لگا: میں نے شراب اس وقت پی جب مجھے اس کے حرام ہونے کا علم نہیں تھا، اس لئے کہ میں ایک ایسی قوم میں پلا بڑھا ہوں، جس کے ہاں اسے حلال سمجھا جاتا ہے، مجھے اب تک اس کی حرمت کا علم نہیں تھا، ابوبکرؓ کے لئے اس صورتِ حال میں فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا، حاضرین میں سے کسی نے کہا امیر المؤمنین سے اس مسئلہ کے بارے میں حکم دریافت کرلیا جائے، چنانچہ ابوبکرؓ نے ایک آدمی کو آپ کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لئے بھیجا، امیر المؤمنین نے کہا: مسلمانوں میں سے دو ثقہ ومعتبر آدمیوں کو حکم دیں کہ وہ اسے لے کر مہاجرین اور انصار کی مجلسوں کا چکر لگائیں، اور اعلان کرتے جائیں کہ کیا کسی نے اس آدمی کو حرمتِ شراب والی آیت سنائی یا اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث ذکر کی ہے؟ اگر ان میں سے دو آدمی اس بات کی گواہی دے دیں تو اس پر حد قائم کی جائے گی، اور اگر کوئی بھی اقرار نہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور اسے چھوڑ دیا جائے، چنانچہ ابوبکرؓ نے ایسا ہی کیا، مہاجرین اور انصار میں سے کسی نے بھی اس بات کا اقرار نہ کیا کہ اس نے حرمتِ شراب والی آیت اسے سنائی یا شراب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث اس کے سامنے بیان کی ہے، ابوبکرؓ نے علیؓ کے فیصلے پر اتفاق کرتے ہوئے اس کی توبہ قبول کی اور اسے چھوڑ دیا''[1]

علیؓ آپؓ کے احکامات کی تعمیل کیا کرتے تھے، ایک دفعہ کفار کا ایک وفد مدینہ منورہ آگیا، اس وقت چونکہ مسلمان جہاد، مرتدین کا فتنہ فرو کرنے اور سرکشوں باغیوں کے سر کچلنے اور

(۱) الارشاد للمفید ص ۱۰۷ مطبوعہ ایران۔

کے لئے مختلف اطراف وجوانب میں جا چکے تھے، اس لئے مدینہ میں مسلمانوں کی طاقت کمزور تھی، صدیقؓ کو خطرہ محسوس ہوا کہ یہ لوگ کہیں مسلمانوں کے دارالخلافہ میں کوئی شرارت نہ کریں، یہ سوچ کر ابو بکرؓ نے مدینہ کی نگرانی کا حکم دیا، اور نگرانوں کو حکم دیا کہ وہ رات کو چھپ کر ان کے لشکر کی نگرانی کریں، آپ نے علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، عبداللہ بن مسعودؓ کو ان کی نگرانی کا حکم دیا، اور یہ حضرات اس وقت تک نگرانی کرتے رہے جب تک ان کی طرف سے محفوظ نہیں ہو گئے‘‘(۱)

ابو بکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے نواسوں کی والدہ اور سیدِ اہل بیت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان اس قدر باہمی محبت، تعلق اور الفت واعتماد تھا کہ علی رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے تحائف وہدایا اسی طرح بسروچشم قبول کرتے، جس طرح بھائی بھائی اور آپس میں انتہائی محبت رکھنے والے ایک دوسرے سے تحائف قبول کرتے ہیں، صہبا لونڈی جو جنگ عین التمر میں گرفتار کر کے لائی گئی اور جس کے بطن سے آپ کے دو بچے، عمر اور رقیہ پیدا ہوئے، آپ کو ابو بکرؓ نے پیش کی تھی، ’’عمر اور رقیہ دو بچے بنی تغلب کی ایک لونڈی صہبا کے بطن سے تھے، جسے ابو بکرؓ کی خلافت اور خالد بن ولیدؓ کی امارت میں عین التمر میں گرفتار کیا گیا تھا‘‘(۲)

’’اس کا نام ام حبیب بنت ربیعہ تھا‘‘(۳)

صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک اور لونڈی۔ خولہ بنت جعفر بنت قیس بھی آپ کو پیش کی تھی، جو جنگ یمامہ کے قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئی تھیں، انھیں سے حسینؓ کے بعد آپ کے سب سے افضل بیٹے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے۔

’’انھیں مرتدین میں گرفتار کیا گیا تھا، اور انہی کی طرف علیؓ کے بیٹے محمد بن حنفیہ کو

(۱) شرح نہج البلاغہ ج۴ ص ۲۲۸ مطبوعہ تبریز۔

(۲) شرح نہج البلاغۃ ج۲ ص ۷۱۸، ’’عمدۃ الطالب مطبوعہ نجف، ص ۳۶۱۔

(۳) ’’الارشاد‘‘ ص ۱۸۶۔

منسوب کیا جاتا ہے"[1]

اس کے علاوہ بھی کئی روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد نے مالی تحائف، خمس اور مال غنیمت[2] صدیق اکبرؓ سے لیا ہے، بلکہ صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں خمس اور مال غنیمت کے متولی ونگراں اور تقسیم کرنے والے ہی حضرت علیؓ ہوا کرتے تھے۔" "تمام اموال علیؓ کی نگرانی میں رہا کرتے تھے، ان کے بعد حسنؓ، ان کے بعد حسینؓ، اور ان کے بعد حسنؓ کے بیٹے حسن اور ان کے بعد زید بن حسن کی زیر نگرانی رہا کرتے تھے"[3]

"آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پانچوں نمازیں مسجد نبوی میں ادا کیا کرتے تھے، تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ علیؓ ابو بکرؓ کی خلافت پر راضی ومتفق اور ان سے محبت والفت رکھتے ہیں"[4]

"طوسی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے علی رضی اللہ عنہ کی نماز کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

"بظاہر وہ (یعنی صدیقؓ) مسلمان ہی لگتے تھے"[5]

---

(۱) عمدۃ الطالب فصل ثالث ص ۳۵۲ "حق الیقین" ص ۲۱۳۔

(۲) ابوداؤد میں علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے کہا: "میں عباس، فاطمہ اور زید بن حارثہ نبی ﷺ کے پاس جمع ہوگئے، میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ اگر کتاب اللہ کے مطابق اس خمس میں آپ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حق بھی ہے، تو اسے اپنی زندگی ہی میں تقسیم کردیجئے، تاکہ آپ کے بعد کوئی مجھ سے نہ لڑے، راوی کہتا ہے، آپ نے ایسا ہی کیا، آپ ﷺ نے زندگی ہی میں اسے تقسیم کردیا، اس کے بعد ابوبکرؓ والی بنے تا آنکہ عمر رضی اللہ عنہ کا آخری دور آیا تو آپ کے پاس بہت سا مال آیا، آپ نے ہمارا حق (حصہ) علیحدہ کر کے میرے پاس بھیجا، میں نے کہا: ہمیں اس کی ضرورت نہیں دوسرے مسلمانوں کو ضرورت ہے، انھیں دے دیجئے، چنانچہ دوسرے مسلمانوں کو دے دیا گیا" (ابوداؤد کتاب الخراج مسند احمد، مسندات علی)

(۳) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۱۸۔

(۴) الاحتجاج، للطبرسی ص ۵۳، کتاب سلیم بن قیس ص ۲۵۳، "مرآۃ العقول" للمجلسی ص ۳۸۸، ط-ایران۔

(۵) تلخیص الشافی، ص ۳۵۴ مطبوعہ ایران۔

حضرت فاطمہؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی شادی کرانے میں حضرت صدیقؓ کی کوششیں

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ پر حضرت صدیقؓ کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ فاطمہؓ کے ساتھ علیؓ کی شادی میں واسطہ بنے اور اس سلسلہ میں آپ کی پوری پوری مدد واعانت کی، اور پھر خود ہی علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کے نکاح کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کے فرمانے پر گواہ بھی بنے، ابوجعفر طوسی نے، جسے شیعہ حضرات اپنا عظیم ترین عالم، اور شیخ الطائفۃ کے نام سے پکارتے ہیں، ضحاک بن مزاحم سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے علیؓ بن ابی طالب کو یہ کہتے سنا ہے، ابوبکرؓ وعمرؓ میرے پاس آئے، اور کہنے لگے: آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور ان سے فاطمہؓ کے بارے میں بات کریں، علیؓ نے کہا، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا، جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا تو ہنس پڑے اور کہنے لگے: اے علیؓ! تمھیں کیا خواہش یہاں لے کر آئی ہے، اور تمھیں کیا چاہیئے؟ علیؓ نے کہا: میں نے آپ ﷺ کو اپنی رشتہ داری، اپنا سب سے پہلے اسلام لانا، آپ کی مدد کرنا اور جہاد کرنا یاد دلا دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے علیؓ! تم نے سچ کہا: تم جو کہتے ہو تمھارا مقام اس سے بھی افضل ہے، اس پر میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! فاطمہ کے ساتھ میری شادی کر دیجئے"(1)

مجلسی، انتہائی غلیظ الفاظ والقاب اور گندی گندی گالیوں کے بغیر جیسے: "ولعنتی چہروں والے شیطان" العیاذ باللہ، (ان کا ذکر اپنی جگہ آئے گا) نبی ﷺ کے صحابہؓ، بالخصوص حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، کا ذکر کر ہی نہیں سکتا، یہ بدزبان اسی واقعہ کو مزید وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: "ایک دن ابوبکرؓ وعمرؓ اور سعد بن معاذؓ مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھے ہوئے تھے، اور باہم فاطمہ علیہا السلام کی شادی کے

---

(1) الامالی للطوسی ج۱ص ۳۸۔

بارے میں گفتگو کر رہے تھے[1]، ابوبکرؓ نے کہا:

''قریش کے اشراف نے نبی ﷺ سے، آپ کے عقد کی خواہش کی تھی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ معاملہ میں نے اللہ کے سپرد کر رکھا ہے، اور ہم سمجھتے ہیں کہ فاطمہؓ علیؓ بن ابی طالب ہی کے لئے ہیں، جہاں تک علیؓ بن ابی طالب کا تعلق ہے، آپ نے ابھی تک رسول اللہ ﷺ کے سامنے فقر و تنگدستی کی وجہ سے اپنی اس خواہش کا اظہار نہیں کیا'' پھر ابوبکرؓ نے عمرؓ اور سعدؓ سے کہا: ''آؤ ہم علیؓ بن ابی طالب کے پاس چلیں اور انھیں ابھاریں اور برانگیختہ کریں کہ وہ نبی ﷺ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کریں، وہ صرف فقر کی وجہ سے خاموش ہیں، ہم اس مسئلے میں ان کی مدد کرتے ہیں''[2]

سعدؓ نے جواباً کہا: ''کتنی اچھی بات آپ نے سوچی'' پھر یہ سب حضرات امیر المؤمنین علیہ السلام کے گھر چلے گئے، ان سے ملے تو وہ پوچھنے لگے'' آپ اس وقت کس لئے تشریف لائے؟ ابوبکرؓ نے کہا: اے ابوالحسن! خوبی کی کوئی بات ایسی نہیں جس میں آپ سبقت نہ لے گئے ہوں ....تو رسول اللہ ﷺ سے آپ کی بیٹی فاطمہؓ کے لئے آپ اظہارِ خواہش کیوں نہیں کرتے؟ ابوبکرؓ سے یہ بات سن کر علیؓ کی آنکھوں میں آنسو بہہ نکلے، کہنے لگے، تم نے میرے زخموں کو کریدا ہے، میرے جذبات کو جھنجھوڑا ہے، میرے ان خوابوں کو بیدار کیا ہے جنھیں میں ایک مدت سے چھپائے بیٹھا تھا'' [3] کون ان سے شادی کا خواہش مند نہیں ہوگا؟

---

(۱) رسول صادق وامین ﷺ کے ساتھی کس قدر نیک اور غمگسار تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے معاملات کے بارے میں سوچا کرتے تھے، نبی کی محبت ووفا کی وجہ سے وہ بھی اس بات میں فکر مند ہوجاتے تھے، جس کی وجہ سے آپ فکر مند ہوتے، کیا اتباع تھی، کیا اطاعت تھی۔

(۲) ان لوگوں کے خیالات کے برعکس صحابہ کس قدر باہم رحمدل، محبت کرنے والے، اور مہربان تھے۔

(۳) ان لوگوں کو ایسے واہیات قصے گھڑتے ہوئے حیا بھی نہیں آتی، اس قدر گھٹیا اور حیا سوز عبارت اور پھر اسے ان مقدس شخصیات کی طرف منسوب کرتے ہیں؟ یہ کب باز آئیں گے؟

صرف میری غربت میرے آڑے آتی ہے۔[1] مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس حال میں ہوکر آپ ﷺ سے اس خواہش کا اظہار کروں“[2]

صرف یہی نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہؓ کے ساتھ شادی پر تیار کیا، بلکہ آپ نے عملی طور پر اس سلسلہ میں پورا پورا تعاون کیا، آپ نے رسول دوجہاں ﷺ نبی آخر الزماں کے حکم سے شادی کی تیاری کے اسباب مہیا کئے، طبرسی روایت کرتا ہے کہ علیؓ نے اپنی زرہ بیچی اور اس کی قیمت لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئے:

”پھر رسول اللہ ﷺ نے درہم دونوں ہاتھوں سے پکڑ لئے اور ابوبکرؓ کو دیتے ہوئے کہا: ”اس سے فاطمہؓ کے لئے کچھ اچھے کپڑے، اور گھریلو سامان خرید لاؤ“ عمار بن یاسر، اور چند دوسرے صحابہ کو بھی آپ کے ساتھ جانے کا حکم دیا، یہ حضرات بازار پہنچ گئے، آپ کے ساتھی جو بھی چیز پسند کرتے، اس وقت تک نہ خریدتے، جب تک ابوبکرؓ کو نہ دکھا لیتے، اگر آپ بھی اسے پسند کرتے تو خرید لیتے،...... جب خریداری مکمل ہوچکی تو کچھ سامان ابوبکرؓ نے اٹھایا، اور باقی سامان صحابہ اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے“[3]

---

(۱) آپ کا فقر کیسا تھا، انتہائی غالی شیعہ جیسے قمی اور مجلسی وغیرہ نے لکھا ہے کہ: جب رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ کی شادی علیؓ سے کرنے کا ارادہ کیا تو فاطمہؓ کو بتایا، فاطمہؓ کہنے لگیں: یا رسول اللہ آپ جو بہتر سمجھتے ہیں وہ کر لیجئے لیکن میں نے قریش کی عورتوں کو علیؓ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سنا ہے کہ وہ اندر کو دھنسے ہوئے پیٹ والا، لمبی لمبی کلائیوں اور موٹے موٹے جوڑوں والا ہے، کنپٹیوں سے گنجا اور موٹی موٹی آنکھوں والا ہے، اس کے کندھے اونٹ کی طرح ملتے ہیں، ہنسی سے دانت نکلے رہتے ہیں، اس کے پاس مال بھی نہیں، رسول اللہ ﷺ نے علی کے بارے میں کہی گئی ان چیزوں سے انکار نہیں کیا، بلکہ ان لوگوں کی روایت کے مطابق کہا کہ: اے فاطمہ: کیا تو نہیں جانتی کہ اللہ نے دنیا پر نظر ڈالی تو پوری دنیا کے مردوں میں سے مجھے چن لیا، پھر دیکھا تو پوری دنیا کی عورتوں میں سے تجھے چن لیا، اے فاطمہؓ! جب خدا رات کو مجھے آسمان پر لے گیا تو میں نے بیت المقدس کے اوپر لکھا ہوا دیکھا کہ: ”لا إلٰہ إلا اللہ محمد رسول اللہ“ ”ایدتہ بوزیرہ ونصرۃ بوزیرہ“ میں نے پوچھا میرا وزیر کون ہے؟ تو خدا نے فرمایا: علی بن ابی طالب“ (تفسیر القمی ج ۲ ص ۳۳۶ جلاء العین، ص ۱۸۵ ج ۱)

(۲) ”جلاء العین“ للملا مجلسی ج ۱ ص ۱۶۹ مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ طہران۔ ترجمہ از فارسی۔

(۳) الامالی ج ۱ ص ۳۹ ”مناقب“ لابن شہر آشوب المازندرانی ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ ہند ”جلاء العین“ فارسی ج ۱ ص ۱۷۶۔

صرف یہی کچھ نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت صدیقؓ اور آپ کے ساتھی علیؓ کی شادی کے گواہوں میں سے تھے، مشہور شیعہ راوی خوارزمی[1] مجلسی، اور اربلی روایت کرتے ہیں کہ ''صدیقؓ، فاروقؓ اور سعدؓ بن معاذ علیؓ کو نبی ﷺ کے پاس بھیج کر مسجد میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کے قبول فرمانے کی خبر سن کر اپنے سینوں کو ٹھنڈا کریں، وہی بات ہوئی جن کی ان حضرات کو توقع تھی، علیؓ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے اٹھا اور خوشی ومسرت میں مست وسرشار تھا، ابوبکرؓ وعمرؓ نے میرا استقبال کیا، اور مجھ سے پوچھنے لگے: کیا خبر لائے ہو؟ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کا نکاح میرے ساتھ کر دیا، یہ سن کر وہ دونوں بہت خوش ہوئے، اور مجھے لے کر مسجد میں آ گئے، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اور ہمارے بالکل قریب آ کر بیٹھ گئے، مسرت وشادمانی سے آپ ﷺ کا چہرہ دمک رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! بلالؓ نے جواب دیا، اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: مہاجرین اور انصار کو میرے پاس لے آؤ، جب سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ منبر کی ایک سیڑھی پر چڑھے، خدا کی حمد وثنا کی، اس کے بعد فرمایا: اے لوگو! جبرئیل علیہ السلام ابھی ابھی میرے پاس آئے ہیں، اور آ کر مجھے بتایا ہے کہ میرے پروردگار نے تمام فرشتوں کو بیتِ معمور کے پاس جمع کیا، سب فرشتوں کو گواہ بنایا ہے کہ خدا نے اپنی بندی فاطمہ بنت رسول اللہ کا نکاح اپنے بندے علیؓ بن ابی طالب سے کر دیا ہے، مجھے حکم دیا ہے کہ میں زمین میں اس کا نکاح کر دوں اور تم سب کو اس پر گواہ بناؤں''[2]

اربلی اپنی کتاب ''کشف الغمۃ'' میں یہ روایت بیان کر کے گواہوں سے پردہ اٹھاتا ہے:

---

(۱) اس کا نام ابوالمؤید الموفق بن احمد الخوارزمی تھا، شیعہ تھا، فقیہ، شاعر، محدث اور خطیب تھا، اہل بیت علیہم السلام کے مناقب میں اس نے ایک کتاب لکھی ہے، ۵۶۸ھ میں فوت ہوا، خوارزم زمخشر کے ایک قصبہ کا نام ہے، (الکنیٰ والالقاب ج۲ص ۱۱-۱۲)

(۲) ''المناقب'' للخوارزمی ص ۲۵۱-۲۵۲ ''کشف الغمۃ'' ج۱ص ۳۵۸ ''بحار الانوار'' للمجلسی ج۱۰ص ۳۸-۳۹، جلاء العیون، ج۱ص ۱۸۴۔

''انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کے پاس تھا کہ آپ ﷺ پر وحی آنا شروع ہوئی، جب وحی نازل ہو چکی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے انسؓ کیا تم جانتے ہو کہ جبرئیل علیہ السلام عرش والے سے کیا لے کر آئے ہیں؟ انسؓ کہتے ہیں میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علیؓ سے کر دوں، جاؤ جا کر ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، اور زبیرؓ کو اور اتنے ہی آدمی انصار سے بلا لاؤ، انس کہتے ہیں: میں ان حضرات کو آپ کے پاس بلانے کے لئے گیا، جب یہ حضرات آ کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے خدا کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے چار سو مثقال چاندی کے عوض فاطمہؓ کا نکاح علیؓ سے کر دیا ہے''[1]
(رضی اللہ عنہم)

جب علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے گھر حسنؓ پیدا ہوئے تو حسنؓ کے نانا کے یار غار، آپ کے والد علی کے دوست علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کی شادی کروانے والے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، آپ کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے، آپ سے لاڈ پیار کرتے، اور آپ کو کھلا رہے ہیں، اور کہہ رہے ہیں: بخدا یہ تو علیؓ کی شکل پر نہیں، نبی ﷺ کی شکل پر ہے''[2]

''یہ بات رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے''[3]

''آپ حضرات کے آپس میں اس قدر گہرے مراسم تھے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ، اسماء بنت عمیسؓ ہی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مرضِ وفات میں آپ کی تیمارداری کرتی، اور آخری دموں تک آپ کے ساتھ رہیں، آپ کو غسل دینے اور آخری ٹھکانے تک پہنچانے میں بھی شریک رہیں''

---

(۱) کشف الغمۃ ج۱ص ۳۴۸-۳۴۹ مطبوعہ تبریز ''بحار الانوار'' ج۱ص ۴۷-۴۸۔

(۲) ''تاریخ الیعقوبی'' ج۲ص ۱۱۷۔

(۳) دیکھئے ''تاریخ الیعقوبی'' ج۲ص ۱۱۷۔

''علیؓ خود بھی آپ کی تیمارداری کیا کرتے تھے، اور اسماءؓ بنت عمیس کو بھی آپ کی تیمارداری پر متعین کیا تھا''[1]

''آپ نے اسماءؓ کو فاطمہؓ کے کفن دینے، دفن کرنے، اور جنازے کے ساتھ چلنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ اسماءؓ نے ایسا ہی کیا''[2]

''وہی (یعنی اسماءؓ) تھیں جو آخری دم تک ان کے پاس رہیں، اور وفات کے بعد آپ کی تعریف کرتی رہیں''[3]

''آپ (اسماءؓ) ان کے (فاطمہؓ کے) غسل میں شریک تھیں''[4]

شیعہ حضرات کے اعتقادات کے برعکس صدیق رضی اللہ عنہ ہمیشہ علی رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی بیٹی کا حال دریافت کرتے رہے۔

''ایک دفعہ فاطمہؓ بیمار ہوگئیں، علیؓ پانچوں نمازیں مسجد میں ادا کیا کرتے تھے، ایک دفعہ جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو ابوبکرؓ اور عمرؓ آپ سے پوچھنے لگے: رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کا کیا حال ہے''[5]

دوسری طرف آپ کی زوجہ اسماءؓ بھی آپ کی بیماری کے عالم میں آپ کی تیمارداری کرتی اور طبیبہ کے فرائض انجام دیتی رہیں۔

''جس روز فاطمہؓ کا سانحۂ ارتحال پیش آیا، مدینہ مردوں اور عورتوں کے گریۂ وبکا سے لرز اٹھا، لوگ اسی طرح ششدر وحیران تھے جس طرح رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن، ابوبکرؓ وعمرؓ تعزیت کے لئے علیؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی نماز جنازہ پڑھنے میں ہم کو پیچھے نہ چھوڑ دینا''[6]

---

(۱) ''الامالی'' للطوسی ج۱ص۱۰۷۔
(۲) ''جلاء العیون'' ص۲۳۵-۲۴۲۔
(۳) ''جلاء العیون'' ص۲۳۷۔
(۴) کشف الغمۃ ج۱ص۵۰۴۔
(۵) کتاب سلیم بن قیس ص۳۵۳۔
(۶) کتاب سلیم بن قیس ص۲۵۵۔

صدیقؓ اور اہلِ بیت کے درمیان سسرالی تعلقات

حقیقت یہ ہے کہ صدیقؓ اور نبوت کے گھرانہ میں اس قدر گہرے، مضبوط اور پختہ روابط ومراسم تھے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے دور اور جدا نہیں کیا جا سکتا، خواہ جھوٹے قصے کہانیاں سنانے والے، بے بنیاد وبے اصل باتوں کے کتنے ہی جال آپ کے گرد بُن دیں

" وإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ "[1]

"اور بے شک سب گھروں میں سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے، اگر وہ جانتے ہوتے"

حاسدین کتنا ہی جلتے رہیں، مخالفین اپنے دلوں میں کتنی ہی کڑھن رکھتے ہوں، یہ بات اپنی جگہ ثابت اور اٹل حقیقت ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی، نبی ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہؓ سب سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت کرنے والی ہیں، جب قرآن نے آپ کی پاکیزگی وصفائی کی گواہی دی ہے، اب منکرین ہزار انکار کریں، اور بدراہ لوگ جو چاہیں بکتے رہیں۔

حضرت اسماء بنت عمیس، جن کا ابھی ذکر گذرا ہے، علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی، جعفر بن ابی طالب کی زوجہ تھیں، آپ کا انتقال ہوگیا تو حضرت صدیقؓ نے آپ سے شادی کر لی، آپ سے حضرت ابوبکرؓ کا ایک بیٹا بھی پیدا ہوا، جس کا نام آپ نے محمد رکھا، انھیں علیؓ نے مصر کا والی مقرر کیا تھا، ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد علیؓ بن ابی طالب نے آپ سے شادی کی، اور ان کے بطن سے آپ کا بھی ایک بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام آپ نے یحییٰ رکھا"[2]

شیعہ حضرات کے پانچویں امام اور علیؓ کے پوتے، محمد باقر نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی سے شادی کی تھی، کلینی اپنی کتاب "اصول" میں "جعفر کی ولادت" کے ضمن

---

(۱) سورۃ العنکبوت ۲۹/ ۴۱۔

(۲) دیکھئے "مجالس المؤمنین" للشوشتری المجلس الرابع "حق الیقین" للمجلسی "الارشاد" للمفید ص ۱۸۶ جلاء العیون للمجلسی۔

میں بیان کرتا ہے: ''ابوعبداللہ علیہ السلام ۸۳ھ میں پیدا ہوئے، اور شوال سن ایک سو اڑتالیس ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے، آپ نے ۶۵ برس عمر پائی، آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا، جہاں آپ کے والد، دادا، حسن بن علی علیہ السلام، آپ کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ان کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر کو دفن کیا گیا تھا''(۱)

مشہور شیعہ ماہر نسب ابن عنبہ(۲) کہتا ہے: ''جعفر کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر، اور آپ کی نانی اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر تھیں، اس لئے جعفر صادق کہا کرتے تھے: ابوبکرؓ نے مجھے دو دفعہ جنم دیا''(۳)

ابوبکرؓ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر اور علیؓ کے پوتے علی بن حسین بن علی بن ابی طالب آپس میں خالہ زاد بھائی تھے، مشہور شیعہ مؤرخ مفید علی بن حسین کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: حسن بن علی کے بعد آپ کے بیٹے ابو محمد علی بن حسین، زین العابدین علیہما السلام امام ہیں، آپ کی کنیت بھی ابوبکر تھی، آپ کی والدہ شاہ زناں بنت یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ تھیں، کہا جاتا ہے کہ ان کا نام شہر بانو یہ تھا، امیر المؤمنین نے حریث بن جابر کو مشرق کی ایک جانب کا ولی مقرر کیا، یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ نے ان کے اطراف اپنی دو بیٹیاں بھیجیں، شاہ زناں کے ساتھ امیر المؤمنین کے بیٹے حسین نے شادی کر لی اور ان سے زین العابدین پیدا ہوئے، دوسری کے ساتھ محمد بن ابی بکر نے نکاح کر لیا، اور ان سے قاسم بن محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے، لہذا یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے''(۴)

---

(۱) کتاب الحجۃ من الاصول من الکافی ج ۱ ص ۴۰۲، اسی جیسی ایک روایت ''الفرق'' للنوبختی میں بھی ہے۔

(۲) اس کا نام جمال الدین احمد بن علی بن حسین حسنی ہے، کتاب ''عمدۃ الطالب'' کا مصنف ہے، قمی نے اس کے بارے میں کہا ہے: سید بزرگ علامہ اور ماہر نسب تھا، امامیہ کا عالم تھا، بارہ سال تک سید ابی حصیّہ سے فقہ، حدیث اور نسب پڑھتا رہا، بکرمان کے مہینہ میں ۸۲۸ھ میں فوت ہوا، (الکنٰی والالقاب ج ۱ ص ۳۵۰) (اعیان الشیعۃ) ص ۳۵ قسم اول جزء ثانی ص ۱۳۵ از زیر عنوان ''النسابون من الشیعۃ''

(۳) عمدۃ الطالب ص ۱۹۵، ط-طہران، ۱۹۶۱ء۔

(۴) ''الارشاد'' للمفید ص ۲۵۳۔ اس جیسی روایت ''کشف الغمۃ'' اور منتہی الآمال'' للشیخ عباس القمی ج ۲ ص ۳ میں بھی ہے

مجلسی نے بھی اس بات کو ''جلاء العیون'' میں ذکر کر کے ان روایات کو غلط قرار دیا ہے، جو مفید اور بابویہ نے نقل کی ہیں، کہ شہر بانو یہ جیسا کہ مفید نے لکھا ہے، علیؓ کے عہد خلافت میں گرفتار کر کے لائی گئیں، یا جیسا کہ ابن بابویہ قمی نے لکھا ہے، عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں لائی گئیں، صحیح روایت یہ ہے کہ یہ عمرؓ کے عہدِ خلافت میں لائی گئیں، جیسا کہ قطب راوندی[1] نے روایت کی ہے، اس کے بعد اس نے تسلیم کیا ہے کہ قاسم بن محمد بن ابی بکر اور زین العابدین بن حسین بن علی، آپس میں خالہ زاد بھائی تھے''[2]

مؤرخین اور ماہرین نسب نے ایک اور رشتہ کا بھی ذکر کیا ہے، بتاتے ہیں کہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن صدیقؓ کی شادی عبداللہ بن زبیرؓ سے پہلے یا بعد میں حسین بن علیؓ بن ابی طالب سے بھی ہوئی تھی۔

محمد بن ابی بکر جو اسماءؓ بنت عمیس کے بطن سے تھے، علیؓ کے سوتیلے بیٹے اور ان کے لاڈلے تھے، علیؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں انھیں مصر کا والی مقرر کیا تھا۔

''علی علیہ السلام کہا کرتے تھے: محمد ابوبکر کی پشت سے میرا بیٹا ہے''[3]

صدیق کے ساتھ اہلِ بیت کی محبت وگرویدگی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اہل بیت آپ کے نام پر اپنے بیٹوں کے نام بھی ابوبکر رکھا کرتے تھے، سب سے پہلے علیؓ بن ابی طالب نے اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا، مفید، ''امیر المؤمنین کی اولاد، ان کی تعداد، ان کے نام اور ان کے مختصر حالات'' کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

''۱۲- محمد اصغر کی کنیت ابوبکر تھی، ۱۳- عبیداللہ، یہ دونوں اپنی مہربان ماں لیلیٰ بنت

---

(۱) اس کا نام سعید بن ہبۃ اللہ بن حسن ہے، چھٹی صدی ہجری میں پیدا ہوا، اور ۵۷۳ھ میں قم کے مقام پر وفات پائی، اور وہیں دفنایا گیا، متبحر عالم، فقیہ، محدث، مفسر، محقق اور انتہائی ثقہ آدمی تھا، ''الخرائج والجرائح''، ''قصص الانبیاء'' اور ''شرح النہج'' کا مصنف ہے، شیعہ حضرات کے اکابر محدثین میں ہے۔ (الکنی والالقاب ج۲ص ۵۸)

(۲) جلاء العیون، فارسی ص ۶۷۳-۶۷۴۔

(۳) الدرۃ النجفیۃ ملا دنبلی الشیعی شرح نہج البلاغۃ ص ۱۱۳ مطبوعہ ایران۔

مسعود دارمیہ سمیت اپنے بھائی حسین کے ساتھ شہید ہو گئے تھے"(۱)

مشہور مؤرخ یعقوبی لکھتا ہے:" آپ کی (علیؓ) کی نرینہ اولاد کی تعداد چودہ ہے، حسن ؓحسینؓ اور باقیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے، عبیداللہ اور ابوبکر بھی تھے، ان کے بعد ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود حنظلیہ جو بنی تمیم سے تھیں، کے ہاں علیؓ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی"(۲)

مشہور شیعہ مصنف اصفہانی "مقاتل الطالبین" میں "حسین بن علی بن ابی طالب کی شہادت اور ان کے ساتھ شہید ہونے والوں کا ذکر" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے "ان میں ابو بکر بن علیؓ بن ابی طالب اور ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بھی تھیں،...... ابو جعفر لکھتا ہے کہ ہمدان کے ایک آدمی نے انھیں مار ڈالا تھا، مدائنی لکھتا ہے کہ یہ ان کی پنڈلیوں کے قریب مقتول حالت میں پائے گئے، کسی کو علم نہیں کہ انھیں کس نے قتل کیا ہے"(۳)

یہ واقعات علیؓ کے دل میں صدیقؓ کے لئے التفات ومحبت، احترام وتوقیر، اور عزت وعظمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

یہ بات بھی لائق ذکر ہے کہ آپ کا یہ بیٹا (جس کا نام آپ نے ابوبکر رکھا) صدیق کے خلافت وامامت پر فائز ہوجانے بلکہ آپ کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے، جیسا کہ صاف ظاہر ہے۔

کیا لوگوں کو علیؓ اور اولادِ علیؓ کی محبت کا فریب دینے والے شیعہ آج کسی کا نام ابوبکر رکھتے ہیں، اگر نہیں رکھتے تو سوچئے کیا وہ علی کے پیرو ہوئے یا مخالف؟

ہم قارئین کی نظریں اس نکتہ کی جانب بھی مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ علیؓ نے اپنے بیٹے کا نام ابوبکر، آپ کی وفات کے بعد صرف اظہارِ محبت ووفا اور برکت حاصل کرنے کی نیت سے رکھا تھا، جہاں تک ہم شیعہ حضرات کی کتابوں سے مطالعہ وتحقیق کر سکتے ہیں علیؓ سے پہلے

---

(۱) "الارشاد" ص ۱۸۶۔

(۲) تاریخ الیعقوبی۔ ج ۲ ص ۲۱۳۔

(۳) "مقاتل الطالبین" لابی الفرج اصفہانی، مطبوعہ: دار المعرفۃ بیروت، ص ۱۴۲، اس جیسی روایت کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۴ "جلاء العیون" مجلسی ص ۵۸۲ میں بھی ہے۔

پورے بنی ہاشم میں سے کسی نے بھی اپنے بچے کا نام ابوبکر نہیں رکھا تھا، سوچئے کہ کس کے نام پر آپ نے اپنے بیٹے کا نام ابوبکر رکھا؟

صرف علیؓ ہی نے صدیقؓ سے اظہارِ محبت وخلوص اور برکت کے لئے اپنے بیٹے کا نام ابوبکر نہیں رکھا، بلکہ آپ کے بعد آپ کی اولاد بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلی اور اپنے بچوں کے نام ابوبکر رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسا، حضرت فاطمہؓ کا بیٹا، اور آپ کی سب سے بڑی اولاد، حسن بن علیؓ، شیعہ کے نزدیک دوسرے معصوم امام نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابو بکر رکھا تھا، مؤرخ یعقوبی بیان کرتا ہے:

''حسنؓ کی اولاد نرینہ میں آٹھ لڑکے تھے جن کے نام حسن بن حسن، آپ کی والدہ خولہ تھیں،............اور ابو بکر اور عبدالرحمٰن تھے، مختلف ماؤں سے اور بھی آپ کی اولاد تھی، جن میں طلحہ اور عبیداللہ بھی ہیں''(۱)

شیعہ مؤرخ اصفہانی بتاتا ہے: ''کربلا میں حسین کے ساتھ شہید ہونے والوں میں ابوبکر بن حسن بن علیؓ بن ابی طالب تھے، آپ کو عقبہ غنوی نے شہید کیا تھا''(۲)

مشہور شیعہ مؤرخ مسعودی نے ''التنبیه والاشراف '' میں حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہید ہونے والوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ حسین بن علیؓ نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام صدیق کے نام پر رکھا تھا، لکھتا ہے: ''کربلا میں شہید ہونے والوں میں حسینؓ کے تین بیٹے بھی تھے، علی اکبر، عبداللہ الصبی، اور ابوبکر بن حسین بن علیؓ ''(۳)

یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ''زین العابدین بن حسینؓ بھی ابوبکر کنیت رکھتے تھے''(۴)

---

(۱) ''تاریخ الیعقوبی'' ج ۲ ص ۲۲۸ منتہی الآمال ج ۱ ص ۲۴۰۔

(۲) مقاتل الطالبین ص ۸۷۔

(۳) التنبیہ والاشراف ص ۲۶۳۔

(۴) کشف الغمۃ ص ج ۲ ص ۷۴۔

اسی طرح علی بن ابی طالب کے پوتے حسن بن حسن بن علیؓ نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا تھا، اصفہانی محمد بن علی حمزہ علوی سے روایت کرتا ہے کہ ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے ساتھ شہید ہونے والوں میں ابوبکر بن حسن بن حسن بھی تھے"(۱)

"حضرات شیعہ کے ساتویں امام موسیٰ بن جعفر کاظم نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابو بکر رکھا تھا"(۲)

مؤرخ اصفہانی لکھتا ہے: آپ کے بیٹے علیؓ - شیعہ حضرات کے آٹھویں امام - کو بھی ابوبکر کے نام سے پکارا جاتا تھا، اس کے بعد عیسیٰ بن مہران سے ابوا لصلت ہروی کی روایت بیان کرتا ہے کہ انھوں نے کہا:

"ایک دن مامون نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا: میں نے کہا: اس میں ہمارے ابوبکر کی رائے یہ ہے، عیسیٰ بن مہران کہتا ہے: میں نے ابوا لصلت سے پوچھا: آپ کا ابوبکر کون؟ انھوں نے کہا: علی بن موسیٰ رضا کی کنیت بھی ابوبکر تھی اور آپ کی والدہ ام ولد تھیں"(۳)

یہ بات بھی قابل بیان ہے کہ انہی، موسیٰ رضا کاظم نے صدیق کی بیٹی صدیقہ عائشہؓ کے نام پر اپنی ایک بیٹی کا نام بھی عائشہ رکھا تھا، چنانچہ مفید "موسیٰ بن جعفر کی اولاد اور ان کے حالات" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

"ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد سینتیس تھی، جن کے نام علی بن موسیٰ رضا علیہما السلام............ فاطمہ............ عائشہ............ اور ام سلمہ تھے"(۴)

آپ کے دادا علی بن حسین نے بھی اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا"(۵)

---

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۷۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

(۲) کشف الغمۃ، ج ۲ ص ۲۱۷۔

(۳) مقاتل الطالبین، ص ۵۶۱-۵۶۲۔

(۴) الارشاد، ص ۳۰۲-۳۰۳؛ "الفصول المہمۃ" ص ۲۴۲ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۲۳۷۔

(۵) کشف الغمۃ ص ۲ ص ۹۰۔

شیعہ حضرات کے دسویں امام-علی بن محمد ہادی ابوالحسن نے بھی اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا، مفید بیان کرتا ہے:

''ابوالحسن علیہما السلام نے رجب ۲۵۴ھ میں وفات پائی آپ کو آپ کے گھر میں خفیہ طور پر دفن کر دیا گیا، آپ نے پسماندگان میں ....ابو محمد حسن ....اور بیٹی عائشہ کو چھوڑا''[1]

اس بات کو ختم کرنے سے پہلے ہم آپ کو یہ بتائے دیتے ہیں کہ ہاشمی خاندان میں سے کثیر افراد نے اپنے اور اپنے بچوں کے نام ابوبکر رکھے تھے، علیؓ بن ابی طالب کے بھتیجے عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب کے بارے میں بھی آپ کو بتا دیں کہ آپ نے بھی ایک بیٹے کا نام ابوبکر کے نام پر رکھا تھا، اصفہانی ''مقاتل الطالبین'' میں لکھتا ہے:

''ابوبکر عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب یوم مرہ کو اس جنگ میں مارے گئے، جو مسرف بن عقبہ اور اہل مدینہ کے درمیان لڑی گئی''[2]

آج شیعہ حضرات لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کہ وہ آپس میں بغض وعداوت رکھتے اور ہمیشہ برسرِ پیکار رہتے تھے، لیکن صاحبان عقل وخرد اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ تو ان حضرات کے باہمی محبت وتعلق کی دلیل ہے۔

---

(۲) کشف الغمہ ج۲ ص۲۳۴، الفصول المہمۃ ص۲۸۳۔

(۳) مقاتل الطالبین ص۱۲۳۔

باغِ فدک کا جھگڑا

حضرت فاروقؓ اور اہلِ بیت کے ساتھ آپ کے تعلقات کا بیان کرنے سے پیشتر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ کچھ دیر رک کر اس سوال پر غور کرلیں جو ان حضرات گرامی وذی وقار کے مابین وجہَ اختلاف ہے، اگر ان حضرات میں جیسا کہ گزر چکا ہے، باہم اس قدر محبت وگرویدگی تھی تو فدک کا جھگڑا کیا ہے؟ جسے منافقین وفتنہ جو اور امت محمدیہ کے دشمن، ایک زمانہ گذر گیا ہے کہ بھڑکا رہے ہیں، اپنے ناپاک مقاصد اور خودغرضیوں کے لئے اسے بڑھا چڑھا کر اک دھوم مچا رکھی ہے، چاہتے ہیں کہ اس سے نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ، بالخصوص حضور ﷺ کے اہلِ بیت اور عام مسلمانوں کے درمیان بُعد وافتراق، پھوٹ اور اختلاف ثابت کریں، در اصل وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اہلِ بیت ایک طرف تھے، اور مہاجرین وانصار میں سے ''اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ'' اور پوری امت دوسری طرف۔

بخدا ایسی بات نہیں تھی، یہ مسئلہ اتنا بڑا اور اہم ہرگز نہیں تھا، جتنا ان لوگوں نے صرف طعن وتشنیع کے لئے کردیا ہے، جھگڑا صرف اتنا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے انتقال فرما جانے کے بعد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خلافت اور مسلمانوں کی امارت کے لئے ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرکے آپؓ کو اپنا خلیفہ بنا دیا، اس وقت رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ کو آپ کے پاس بھیجا گیا کہ آپ فدک میں سے اپنی میراث کا سوال کریں، جو اللہ نے اپنی نبی ﷺ کو عطا کیا تھا[1] ابو بکرؓ نے آپ کو جواب میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ہم (یعنی انبیاء) میراث نہیں چھوڑتے، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے، آل محمد کو بھی اس مال میں سے حصہ دیا جاتا ہے،............ اللہ کی قسم میں نبی ﷺ کے صدقات میں اپنی طرف سے کوئی تغیر نہیں کرسکتا تمام صدقات اسی طرح رہیں گے جس طرح حضور ﷺ کے عہد مبارک میں تھے،

---

(۱) ''فدک'' خیبر کا ایک قصبہ ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: حجاز کا ایک کنارہ ہے، جس میں چشمہ اور کھجوروں کے درخت ہیں، یہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو عطا کیا تھا، (لسان العرب ج۲ ص۴۷۳)

میں بھی ان صدقات کو انہی مصارف میں استعمال کروں گا، جن میں حضور ﷺ استعمال کیا کرتے تھے، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں اپنے اقرباء سے صلہ رحمی کرنے سے رسول اللہ ﷺ کے اقرباء سے صلہ رحمی کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔

جب حضرت صدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ کو یہ بات بتائی تو حضرت فاطمہؓ نے اپنے مطالبہ سے رجوع کرلیا اور پھر تا حیات اس مسئلہ پر کوئی بات نہیں کی، بلکہ شیعہ حضرات کی اپنی روایات میں ہے کہ آپؓ اس پر راضی ہوگئیں، مشہور شیعہ مصنف ابن میثم[1] ''نہج البلاغۃ'' کی شرح میں یہ روایت لکھتا ہے:

''ابو بکرؓ نے فاطمہؓ سے کہا: جو آپ کے والد محترم کا تھا وہ آپ کا ہے، رسول اللہ ﷺ فدک میں سے آپ کے لئے کچھ رکھ لیا کرتے تھے، باقی اللہ کے راستے میں تقسیم کردیا کرتے تھے، اللہ کی قسم میں آپ کے ساتھ ویسا ہی کروں گا جیسا آپ ﷺ کیا کرتے تھے، یہ سن کر فاطمہؓ خوش ہوگئیں اور اس بات کا آپ سے عہد لے لیا''[2]

---

(۱) اس کا نام کمال الدین میثم بن علی میثم البحرانی ہے، ساتویں صدی ہجری میں پیدا ہوا، ''عالم ربانی، فلسفی، محقق، صاحب حکمت اور نہج البلاغۃ کی شروحات کا مصنف ہے، محقق طوسی سے روایت کرتا ہے، کہا گیا ہے کہ: خواجہ نصیر الدین طوسی نے فقہ کمال الدین میثم سے اور میثم نے حکمت خواجہ سے پڑھی تھی، ۶۷۹ھ میں وفات پائی، اور ماحوز کے قریب ایک بستی، ملتا میں دفن کیا گیا، (الکنی والالقاب ج۱ص۴۱۹) اسی نے کہا تھا: (اشعار)

''میں نے علوم وفنون اس لئے چاہے تھے کہ اس سے برتری حاصل کروں
مجھے بس اسی قدر ملا کہ اسی تھوڑے سے میں بلند ہوگیا
مجھے معلوم ہوگیا کہ سب کے سب محاسن
فرع ہیں اور حقیقت میں مال ہی اصل ہے''

''اس کی ایسی ایسی عجیب تصنیفات ہیں جن کے بارے میں زمانے میں سے کسی نے بھی نہیں سنا اور نہ ہی بڑے بڑوں میں سے کوئی اسے پا سکا ہے'' (روضات الجنات ج۲ص۲۱۸ اور مابعد)

(۲) شرح نہج البلاغۃ، لابن میثم البحرانی ج۵ص۷ مطبوعہ طہران۔

اس جیسی روایت دنبلی نے اپنی شرح ''الدرۃ النجفیۃ'' میں بیان کی ہے۔(۱)
شیعہ حضرات کو یہ گوارا نہیں کہ فاطمہؓ اتنی آسانی سے اس فیصلہ پر راضی ہو جائیں، انھوں نے صفحوں پر صفحے سیاہ کر دیئے، بیشمار کتابیں اس پر لکھ ماری ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کو گالیاں بکیں، طعن و تشنیع کے تیر برسائے، ان کو کافر، فاسق، مرتد اور اسلام سے خارج کہا، لکھا ہے کہ صحابہ اہل بیت پر ظلم کرتے اور ستم ڈھاتے تھے، یہ معاملہ جن سے متعلق تھا، انھوں نے ایک دوسرے کو کچھ نہ کہا، زیادہ نہ کم، اور یہ بد بخت اپنی طرف سے ان پر تہمتیں دھرتے ہیں، ہم شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں سے اس بات کو ثابت کریں گے بلکہ خود ان کے ائمہ نے تسلیم کیا ہے کہ ابو بکرؓ نے صرف یہ بات زبان ہی سے نہیں کہی، بلکہ اپنے عمل سے اس کو پورا کیا ہے، ابن میثم، دنبلی، ابن ابی الحدید، اور معاصر شیعہ مصنف فیض الاسلام علی نقی نے یہ روایت نقل کی ہے:

''ابو بکرؓ باغ فدک کے غلہ میں سے اتنا لے کر اہلِ بیت کو دے دیا کرتے تھے جو ان کی ضروریات کے لئے کافی ہوتا، باقی سب تقسیم کر دیا کرتے، آپ کے بعد عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے، عثمانؓ بھی ایسا ہی کرتے، اور ان کے بعد علیؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے''(۲)

اور یہ لوگ اس پر راضی بھی کیوں ہوں؟ ان کے بڑے تو یہ کہتے ہیں: مجلسی(۳) نے

---

(۱) شرح نہج البلاغۃ لابن میثم البحرانی ج ۵ ص ۳۳۱-۳۳۲، ایران۔

(۲) شرح نہج البلاغۃ، لابن ابی الحدید ج ۴ ''شرح نہج البلاغۃ'' لابن میثم البحرانی ج ۵ ص ۱۰۷۔ ''الدرۃ النجفیۃ'' ص ۳۳۲ ''شرح النہج'' فارسی لعلی نقی ج ۵ ص ۹۶۰، مطبوعہ طہران۔

(۳) گالی گلوج اور دشنام طرازی میں مجلسی جیسا بے باک کم ہی ہوگا، وہ نبی ﷺ کے کسی ساتھی کا ذکر بھی لعن طعن اور تکفیر و تفسیق کے بغیر نہیں کرتا، اس نے فدک کی بحث میں لکھا ہے کہ جب ابو بکرؓ نے فاطمہؓ سے اس بات پر گواہ طلب کئے کہ فدک ان کا ہے، تو علیؓ نے ابو بکرؓ سے کہا: کیا تو گواہ طلب کرتا ہے؟ کیا گواہ ہی سب کچھ ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں! اس پر علیؓ نے آپ سے کہا: اگر گواہ گواہی دیدیں کہ فاطمہؓ نے زنا کیا ہے تو تُو کیا کرے گا؟ آپ نے کہا: میں دوسرے تمام لوگوں کی طرح اس پر بھی حد قائم کروں گا (عیاذاً باللہ) (حق الیقین للمجلسی ص ۱۹۳) دیکھئے کس قدر جرأت اور بے باکی ہے، ذرا شرم نہیں آتی۔

لکھا ہے: ''ابو بکرؓ اور عمرؓ کا اہلِ بیتِ رسول ﷺ سے فدک کو غصب کر لینا سب سے بڑی آفت اور سب سے بڑا حادثہ ہے.......... المناک اور کرب انگیز بات یہ ہے کہ ابو بکرؓ نے امیر المؤمنین کی خلافت غصب کر لی، مہاجرین اور انصار سے جبری بیعت لے لی (؟) فدک اہلِ بیت سے اس اندیشہ کی بناء پر چھین لیا کہ اگر ان کے پاس رہے گا تو لوگ مال کی لالچ میں ان کی طرف میلان رکھیں گے، اور ان ظالموں (یعنی ابو بکر اور ان کے ساتھیوں) کو چھوڑ دیں گے، ان کو اس حد تک فقر و غربت میں مبتلا کر دیا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہ بچا، یہ چاہتے تھے کہ لوگوں کو ان کی طرف کوئی میلان ودلچسپی نہ رہے، کہ کہیں لوگ ان کی باطل خلافت کو نہ توڑ دیں، اسی لئے یہ لوگ من گھڑت اور ناپاک یہ روایت پیش کرنے لگے کہ: ہم انبیاء کا طبقہ، وراثت نہیں چھوڑتے، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے''[1]

کتنے ہی راہ گم کردہ اس کے پیچھے پیچھے چلتے گئے؟ کینہ رکھتے ہوئے ان واقعات پر جو وقوع پذیر نہیں ہوئے، قوم کے بیوقوف افراد نہیں جانتے کہ جس گھر کو وہ مکڑی کے جال کی طرح بن رہے ہیں، حق کے ایک ہی جھکڑ کے سامنے اس کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔

یہ روایت جسے انھوں نے صدیقؓ کے ساتھ حسد وکینہ کی بناء پر رد کر دیا ہے، نہیں جانتے کہ ان کے پانچویں امام معصوم نے اسے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے، اور خود ان کی اپنی کتاب میں موجود ہے، ہاں ہاں! ان کی اپنی کتاب ''کافی'' میں، جسے وہ سب سے صحیح کتاب سمجھتے ہیں، اور جس کے بارے میں کہتے ہیں: ''شیعہ کے لئے یہ کتاب کافی ہے'' اسی کتاب میں کلینی نے حماد بن عیسیٰ سے، حماد بن عیسیٰ نے قداح سے ابو عبداللہ کی روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو علم کی تلاش کرتے ہوئے علم کے راستے پر چلے، اللہ اسے جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے.......... اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے، جیسے چودھویں کا چاند سارے ستاروں سے افضل ہے، علماء انبیاء کے

---

(۱) حق الیقین، فارسی للملا مجلسی ص ۱۹۱ بعنوان ''مطاعن ابی بکر''

وارث ہیں جو دینار و درہم وراثت میں نہیں چھوڑتے، لیکن علم کی میراث چھوڑتے ہیں، جو اس میں سے کچھ حاصل کر لے، اس نے بہت کچھ حاصل کر لیا''(۱)

جعفر ابو عبداللہ نے ایک اور روایت میں کہا ہے:

''علماء انبیاء کے وارث ہیں اور ان کا مالِ میراث درہم و دینار نہیں ہوتا، انھیں انبیاء کی احادیث میں سے کچھ احادیث میراث میں ملتی ہیں''(۲)

مجلسی اور اس جیسے دوسرے اصحابِ ضلال کے پاس ان روایات کا کیا جواب ہے؟ فارسی کا ایک شعر ہے جس کا مفہوم ہے کہ: (اگر یہ گناہ کی بات ہے تو پھر تمھارا شہر بھی اس گناہ سے خالی نہیں)

اس کے علاوہ بھی دو روایتیں ہیں جن سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے، ان روایات کو بھی اس نے روایت کیا ہے، جسے شیعہ قوم ''صدوق'' کے نام سے پکارتی ہے۔

''ابراہیم بن علی رافعی نے اپنے باپ سے، اس نے اپنی دادی بنت ابی رافع سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات میں فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں بیٹوں حسنؓ اور حسینؓ کو لے کر آپ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں، یا رسول اللہ یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں، ان کو اپنی کچھ میراث دے دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسنؓ کے لئے میری ہیبت اور بزرگی ہے اور حسینؓ کے لئے میری جرأت اور میری سخاوت''(۳)

دوسری روایت میں ہے:

''فاطمہ علیہا السلام نے کہا: یا رسول اللہ، یہ آپ کے دو بیٹے ہیں، انھیں کچھ عطا کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسنؓ کو میں نے اپنا رعب اور بزرگی دی، اور حسینؓ کو اپنی سخاوت و شجاعت''(۴)

---

(۱) ''الاصول من الکافی'' کتاب فضل العلم، باب ثواب العالم والمتعلم ج ۱ ص ۳۴۔
(۲) ''الاصول من الکافی'' باب صفۃ العلم وفضلہ وفضل العلماء ج ۱ ص ۳۲۔
(۳) ''کتاب الخصال'' للقمی ص ۷۷۔
(۴) ایضاً

مجلسی وغیرہ اور بہت سے دوسرے شیعہ حضرات یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ابو بکرؓ اور آپ کے ساتھیوں نے باغِ فدک آپ کو اس لئے نہیں دیا تھا کہ وہ علیؓ واہلِ بیت کو مفلس وقلاش کر دینا چاہتے تھے، تاکہ لوگ مال ودولت کے لالچ میں ان کی طرف نہ کھنچے جائیں، ہمیں ان پر اوران کی عقلوں پر ترس آتا ہے، کہ یہ لوگ علیؓ اور اہلِ بیت کو اس آخری زمانوں کے حکمرانوں جیسا سمجھتے تھے جو دولت کے بل بوتے پر مال اور رشوت دے کر بڑے بڑے عہدے حاصل کرتے ہیں، اگر بالفرض یہ بات بھی تھی تو مال کی وافر مقدار ان کے پاس موجود تھی، دیکھئے کلینی اس کا ذکر کرتا ہے، قوم شیعہ کے دسویں امام ابوالحسن سے روایت ہے کہ سات باغات فاطمہ علیہا السلام کے لئے وقف تھے، وہ باغات یہ ہیں: ۱- دلال ۲- عوف ۳- حسنی ۴- صافیہ ۵- مالامِ ابراہیم ۶- مثیب ۷- برقہ۔"[1]

جو سات باغات کا مالک ہو اس کے پاس دولت کی کمی ہو گی؟

کیا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا سمجھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکاری مال کو اپنی ذاتی ملکیت بنا لیا تھا؟ عقلِ سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ اس دور میں بھی، جو لوٹ کھسوٹ کا دور ہے، دین سے بیگانگی اور حرام وحلال سے بے پرواہی کا دور ہے، اس دورِ پُرفتن میں بھی بادشاہ اور حکام جب زمین کے کسی ٹکڑے کے حاکم بن جاتے ہیں یا اسے فتح کر لیتے ہیں تو دوسروں کو فراموش کر کے سب کچھ اپنی ذاتی ملکیت نہیں سمجھ لیتے، بلکہ مال کو ملک وملت کے لئے، رعایا کی بہبود کے لئے اور عوام کی ہر قسم کی ضروریات پر صرف کرتے ہیں، میری جان اور میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، کیا یہ لوگ انھیں ایسا سمجھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو سب لوگوں پر ترجیح دیتے تھے؟ بخدا یہ افتراء و بہتان ہے، اللہ کا مہربان وعظیم رسول ان گھٹیا جذبات سے بلند تر اور پاک تھا۔

ایک اور چیز بھی قابلِ غور ہے، کہ اگر فدک کی زمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تھی تو

---

(۲) کتاب الوصایا "الفروع من الکافی" ج ۷ ص ۴۷-۴۸۔

حضرت فاطمہؓ اکیلی ہی اس کی وارث تو نہ تھیں، صدیقؓ اور فاروقؓ کی بیٹیاں بھی اس کی وراثت میں شریک تھیں، اگر صدیقؓ وفاروقؓ نے فاطمہؓ کو اس وراثت سے محروم رکھا تو اپنی بیٹیوں کو بھی تو محروم رکھا، ان کے علاوہ نبی ﷺ کے چچا عباسؓ بھی زندہ تھے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بھی وارثوں میں تھے۔

یہ بات بھی آپ کو بتا دیں کہ یہ اعتراض کرنے والے بیچارے شیعہ حضرات اتنا بھی نہیں جانتے کہ ان کے مذہب میں عورت کو غیر منقولہ جائیداد اور زمین کی وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملتا، ان کے محدثین نے اس مسئلہ کو مستقل ابواب وعنوانات کے تحت بیان کیا ہے، دیکھئے کلینی نے ایک مستقل باب اس عنوان سے لکھا ہے: ''عورتوں کو غیر منقولہ مالِ وراثت میں سے کچھ بھی نہیں ملتا'' اس عنوان کے تحت اس نے متعدد روایات بیان کی ہیں۔

ان کے چوتھے امام، ابوجعفر سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: ''عورتوں کو زمین اور غیر منقولہ مالِ وراثت میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا''(۱)

ابن بابویہ قمی صدوق نے اپنی صحیح ''من لا یحضرہ الفقیہ'' میں یہ روایت بیان کی ہے:

> ''ابوعبداللہ جعفر کی روایت، ان کے پانچویں امام کی روایت، میسر نے بیان کیا ہے کہ میں نے آپ سے (یعنی جعفر سے) عورتوں کی میراث کے بارے میں پوچھا؟ آپ نے کہا: جہاں تک زمین اور غیر منقولہ جائداد کا تعلق ہے، اس میں عورتوں کی میراث نہیں''(۲)

اسی طرح اور بہت سی روایات بھی بیان کی گئی ہیں، جن کی بناء پر ان کے علماء نے اتفاق کیا ہے کہ زمین اور غیر منقولہ جائداد میں عورتوں کو میراث نہیں دی جاتی۔(۳) اگر عورتوں کو زمین اور باغات وغیرہ کی جائداد نہیں دی جاتی تو فاطمہؓ نے، بقول ان کے، کس طرح فدک کا

---

(۱) الفروع من الکافی، کتاب المواریث ج ۷ ص ۱۳۷۔
(۲) ایضاً کتاب الفرائض والمیراث ج ۴ ص ۳۴۷۔
(۳) اس کے علاوہ شیعہ حضرات کی فقہی کتب دیکھئے۔

مطالبہ کیا تھا؟ کوئی کوڑھ مغز بھی اس سے اختلاف نہیں کرسکتا کہ یقیناً فدک غیر منقولہ جائداد تھی۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فاطمہؓ صدیقؓ سے خفا ہوکر پھر آئیں اور آخری دم تک ان سے بات نہ کی، ہاں! آپ اپنے مطالبہ سے پھر گئیں، اور پھر اپنی پوری زندگی میں اس موضوع پر کبھی بات نہ کی............ نیز جہاں تک ان کے حقوق غصب کرنے کا سوال ہے، اس بارے میں مجلسی باوجود شدید نفرت وکراہت کے یہ بات کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ:

"ابو بکرؓ نے جب دیکھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خفا ہوگئیں تو ان سے کہنے لگے: میں آپ کے فضل اور رسول اللہ ﷺ سے آپ کی قرابت کا منکر نہیں، میں نے صرف رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں فدک آپ کو نہیں دیا، میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ہم انبیاء کا گروہ، مال وراثت نہیں چھوڑتے، ہمارا ترکہ کتاب وحکمت اور علم ہے، اس مسئلے میں میں تنہا نہیں، میں نے یہ کام مسلمانوں کے اتفاق سے کیا ہے، اگر آپ مال ودولت ہی چاہتی ہیں تو میرے مال سے جتنا چاہیں لے لیں، آپ اپنے والد کی طرف سے عورتوں کی سردار ہیں، اپنی اولاد کے لئے شجرۂ طیبہ ہیں، کوئی آدمی بھی آپ کے فضل کا انکار نہیں کرسکتا"[1]

اب اس کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ ابو بکرؓ آپ سے برہم وناشاد تھے، آپ کا حق غصب کیا تھا، آپ کو تکلیف ومشقت میں ڈالنا چاہتے تھے اور اپنے ذاتی اغراض ومقاصد کے لئے آپ کو تنگدستی میں مبتلا کردینا چاہتے تھے۔

کوئی نہیں کہہ سکتا، سوائے اس کے جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہوچکی ہوں، عقل پر پتھر پڑ چکے ہوں، جو حواس باختہ اور دماغی خلل کا شکار ہوچکا ہو، اس کمزور بنیاد پر وہ ماتمی

---

(۱) ج "حق الیقین" ص ۲۰۱-۲۰۲ ترجمہ فارسی۔

مجلسوں، اہلِ بیت کے حقوق غصب ہو جانے کا واویلا، اور خلفائے راشدینؓ، باقی صحابہؓ اور اہلِ بیت کے درمیان عداوت وکدورت کی اس عمارت کو قائم کرنا چاہتے ہیں جس کی بنیادیں اول روز ہی منہدم ہو چکی تھیں، وہم وتخیلات کے جس تانے بانے کو بننا چاہتے تھے، ہواؤں کے تھپیڑوں سے اس کی دھجیاں فضا میں بکھر چکی ہیں، ابن سبا کی اس ذریت پر سربراہِ اہل بیت، فاطمہ کے شوہر، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے اقتدار پر فائز ہوتے ہی ضرب کاری لگائی تھی، دیکھئے امام شیعہ، سید مرتضیٰ علم الہدیٰ لکھتا ہے:

”جب فدک کے انکار کا معاملہ علیؓ بن ابی طالب تک پہنچا تو آپ، نے کہا: مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس چیز کو دے ڈالوں جس کو ابو بکرؓ نے روک لیا تھا، اور عمرؓ نے بھی اسے اسی حال میں رہنے دیا“(۱)

اسی لئے جب ابو جعفر محمد باقر سے اس کے بارے میں کثیر النوال نے پوچھا: اللہ مجھے آپ پر قربان کر دے، کیا آپ کا خیال ہے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ نے آپ کا حق روک کر آپ پر ظلم کیا ہے؟ یا ان الفاظ میں کہا کہ: ”آپ کا کچھ حق تلف کیا ہے؟“ آپ نے کہا: ”ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس نے اپنے اس بندے پر قرآن نازل کیا، جو سارے جہانوں کے لئے نذیر، (ڈرانے والے) ہیں، ہم پر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا گیا“ میں نے کہا: ”قربان جاؤں کیا میں بھی ان دونوں سے محبت رکھوں؟“

کہنے لگے: ”ہاں تیرا ستیاناس! تو ان دونوں سے محبت رکھ، پھر اگر کوئی تکلیف تجھے پہنچے تو میری گردن پر“(۲)

باقر کے بھائی زید بن علی بن حسین نے بھی فدک کے مسئلے میں وہی کچھ کیا تھا جو آپ کے دادا علیؓ بن ابی طالب نے کیا تھا، بختری بن حسان کے پوچھنے پر آپ نے کہا: ”ابو بکرؓ کی تحقیر وتوہین کے طور پر میں نے زید بن علی علیہ السلام سے کہا: ابو بکرؓ نے فدک فاطمہؓ سے چھین

(۱) ”الشافی“ للمرتضیٰ ص۲۳۱، شرح نہج البلاغۃ، لابن الحدید ج۴۔

(۲) ”شرح نہج البلاغۃ“ لابن ابی الحدید ج۴ ص۸۲۔

لیا، یہ سن کر آپ کہنے لگے: ابوبکرؓ مہربان آدمی تھے، وہ ناپسند کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے کئے ہوئے کسی کام میں تغیر وتبدل کریں، فاطمہؓ ان کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے فدک دیا تھا، آپ نے ان سے کہا: آپ کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت ہے؟ آپ علی علیہ السلام کو لے آئیں، انھوں نے اس بات کی گواہی دی، ان کے بعد ام ایمنؓ آئیں اور کہنے لگیں: کیا تم دونوں گواہی نہیں دیتے کہ میں اہل جنت میں سے ہوں دونوں کہنے لگے کیوں نہیں، ابوزید نے کہا: یعنی انھوں نے ابوبکرؓ وعمرؓ سے کہا: کہنے لگیں: میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فدک ان (فاطمہؓ) کو دیا تھا، اس پر ابوبکرؓ نے کہا: کسی اور آدمی یا عورت کو بھی اس جھگڑے میں فیصلہ کرنے کا حقدار سمجھتی ہیں، اس پر ابوزید کہنے لگے: اللہ کی قسم اگر فیصلہ میرے پاس آتا تو میں بھی فیصلہ وہی کرتا جو ابوبکرؓ نے کیا ہے"(۱)

کیا بات واضح اور صاف نہیں ہوگئی؟ کیا اب بھی محتاجِ تشریح ہے؟

یہ سلسلۂ گفتگو ختم کرنے سے پہلے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر کلینی کی نقل کردہ دو روایتیں اور پیش کردیں، پہلی روایت ابوعبداللہ جعفر کی ہے، آپ نے کہا: "مال غنیمت وہ ہے کہ اس پر کسی بخیل کا دل نہ ڈگمگایا ہو، یا قوم نے مصالحت نہ کرلی ہو، یا کسی قوم نے خود اپنے ہاتھوں سے نہ دیا ہو، ہر بنجر زمین اور جنگلات کے مالک رسول اللہ ﷺ ہیں، اور آپ کے بعد امامِ وقت، جس مصرف میں چاہیں استعمال کریں"(۲)

مطلب صاف واضح ہے کہ نبی کے بعد امامِ وقت سب لوگوں سے زیادہ اس میں تصرف کا حقدار ہے۔

دوسری روایت ایک لطیفہ سے کم نہیں، اسے بھی "الاصول من الکافی" میں نقل کیا گیا ہے، روایت سنیئے: شیعہ حضرات کے ساتویں امام ابوالحسن موسیٰ، مہدی کے پاس آئے، دیکھا

---

(۱) "شرح نہج البلاغۃ" لابن ابی الحدید ج۴ ص۸۲۔

(۲) "الاصول من الکافی" کتب الحجۃ، باب الفئ والانفال ج۱ ص۵۳۹۔

کہ وہ مظالم دور کررہے ہیں، ان سے کہنے لگے: اے امیر المؤمنین ہمارے مظالم کیوں دور نہیں کیئے جاتے؟ وہ پوچھنے لگے: ابوالحسن کون سے مظالم؟ کہا کہ: فدک، مہدی نے ان سے کہا: اے ابوالحسن اس کی حدود اربعہ بتاؤ، آپ کہنے لگے: اس کی ایک حد جبلِ احد ہے، ایک حد عریشِ مصر ہے، ایک حد سیف البحر ہے، ایک حد دومۃ الجندل ہے"[1]

گویا کہ پوری آدھی دنیا! کہاں چھوٹا سا خیبر کا گاؤں اور کہاں آدھی دنیا؟ ذرا دیکھئے یہ قوم کس قدر جھوٹ بولتی ہے، ان کی مبالغہ آرائیاں دیکھئے، کس طرح یہ لوگ اتنی سی بات کو افسانہ کردیتے ہیں، بس اسی سے ان حضرات کی مبالغہ آرائیوں کا اندازہ کرلیجئے۔

اس پر ہم فدک، امیر المؤمنین، خلیفۂ رسول صادق وامین کے خلافت کی افضلیت وحقانیت، اور شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں سے نقل کردہ روایات کی روشنی میں اہلِ بیت سے آپ کی محبت کی بحث ختم کرتے ہیں، اور اب خلیفۂ راشد خلیفۂ ثانی فاروقؓ کے بارے میں گفتگو کریں گے، جو حق وباطل کو جدا جدا کردینے والے ہیں، جو اللہ پر راضی ہیں، اور اللہ ان پر راضی ہے۔

فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق اہلِ بیت کا موقف

امیر المؤمنین عمرؓ بن الخطاب، شہسوارِ اسلام، ملتِ اسلامیہ کا عظیم عبقری، قافلۂ سالارانِ اسلام کا قائد، مسلمانوں کی عزت ووقار کا بانی، درخشانیوں اور تابناکیوں کا مؤسس، جس نے قیصر کو فتح کیا، کسریٰ کو ذلیل ورسوا کر کے دین کا جھنڈا بلند کیا، اس کا بول بالا کیا، جزیرۂ عرب سے لے کر دنیا کے دوسرے کونے تک دین کا پہنچانے والا، انصاف پھیلانے والا، دور ونزدیک سب پر شریعت لاگو کرنے والا، وہ جس نے جابر وسرکش اور حقیر وبے بس کے درمیان عدل کیا، جس نے حق بات میں کسی ملامت گر کی ملامت کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا، نہ کسی کی ملامت اسے عیب دار کرسکی، جس سے شرک وبدعت اور کفر وضلالت کے

(۱) "الاصول من الکافی" باب الفئ والانفال ج۱ ص۵۴۳۔

اندھیرے بادل چھٹ گئے، حق وشریعت کا حامی، حق و باطل کا دوٹوک کر دینے والا، جس نے رعایا کے امراء وغرباء امیر و مامور سب سے انصاف کیا، اللہ کے دین اور حق کو عزت بخشنے والا، طاغوتی طاقتوں اور کفر و بت پرستی کو ذلیل وابتر کرنے والا، امین، راشد، اصلاح کرنے اور ہدایت دینے والا، رضی اللہ عنہ، وہ عمرؓ بن الخطاب جو اہل بیتِ کو بھی اتنا ہی پیارا تھا، جتنا سید اولادِ آدم محمد ﷺ کو، وہ عمرؓ جو زمین پر تھا، اور رسول اللہ ﷺ اس کے بارے میں کہہ رہے تھے: ''میں جنت میں گیا............ وہاں میں نے ایک محل دیکھا، میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ فرشتوں نے کہا: عمرؓ بن الخطاب کا''(۱)

ہمیشہ وحی کی زبان میں گفتگو کرنے والی ذات (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے آپؓ کے بارے میں فرمایا ہے: ''میں سو رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کنویں پر کھڑا ہوں، جس پر ایک ڈول ہے، میں نے اس میں سے جتنا اللہ کو منظور تھا (پانی) کھینچا، پھر ڈول ابن ابی قحافہ (ابو بکر صدیقؓ) نے پکڑ لیا، اور اس میں سے ایک ڈول یا دو ڈول کھینچے''(۲) ان کے کھینچنے میں کچھ کمزوری سی تھی، اللہ ان کی کمزوری معاف کرے، پھر وہی ڈول بہت بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا(۳) اور اسے عمرؓ بن الخطاب نے پکڑ لیا، میں نے کسی عبقری کو عمرؓ کی طرح کھینچتے نہیں دیکھا، حتیٰ کہ سب لوگوں کے جانور تک سیراب ہو گئے،(۴) اور ایک روایت میں ہے: حتیٰ کہ لوگ خوب سیراب ہو گئے''(۵)

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے حق کو عمرؓ کی زبان اور دل بنا دیا ہے''(۶)

یہی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں ہم نے (میری جان اور ماں

---

(۱) متفق علیہ۔

(۲) روایت میں ''ذنوب'' کا لفظ ہے، ''ذنوب'' کے معنیٰ ''ڈول'' کے ہوتے ہیں۔

(۳) یہاں ''غرباً'' کا لفظ ہے، اس کے معنیٰ بڑے ڈول کے ہیں۔

(۴) یعنی اس قدر کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو پلایا اور انھوں نے بھی خوب سیر ہو کر پیا۔

(۵) متفق علیہ۔

(۶) ترمذی نے اسے روایت کیا ہے۔

باپ آپ ﷺ پر قربان) امام کونین، رسولِ جن وبشر کی تین حدیثیں، خلاف وعدہ وعادت اہل سنت کی معتبر کتابوں سے نقل کی ہیں، آپ نے دیکھا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں جو روایت بھی نقل کی، یہ روایات صرف اس لئے نقل کی ہیں کہ ہم عنقریب آپ کو بتائیں گے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سربراہ اہل بیت اور قوم شیعہ کے پہلے امام معصوم، اپنے واشگاف الفاظ واقوال میں ان تین روایات کی تائید کیا کرتے تھے، ان حضرات کی کتابوں کے اوراق و صفحات اس بات کی تائید وتوثیق کریں گے۔

آیئے دیکھیں اہل بیت اور اکابرین اہل بیت، ملت اسلامیہ کے اس عظیم ومحسن و مصلح کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فاروق رضی اللہ عنہ اور آپ کے دورِ حکومت کو یاد کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے اس خواب کی تصدیق کرتے ہیں، جو آپ نے دیکھا تھا، اور فاروقؓ کو اس کی بشارت سنائی تھی۔

''اوران پر (مسلمانوں پر) ایک والی مقرر ہوا، پس دین قائم ہو گیا، پختہ ومضبوط ہو گیا''[1]

شارح ''نہج البلاغۃ'' مشہور شیعہ میثم بحرانی اور دنبلی اس کلام کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''وہ والی عمر بن الخطاب ہیں اور روایت میں مذکورہ الفاظ (ضرب بجرانہ) استعارہ کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں، معنیٰ یہ کہ دین اسی طرح پختہ اور مضبوط ہو گیا، جس طرح زمین پر بیٹھا ہوا اونٹ''[2]

معتزلی شیعہ، ابن ابی الحدید اسی خطبہ کے ضمن میں سابقہ تقریر کو ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: ''یہ والی عمر بن الخطاب تھے اور یہ کلام آپ ہی کے طویل دورِ خلافت میں دیئے گئے خطبات میں سے ایک خطبہ سے ماخوذ ہے، اس میں (علیؓ) نے عمرؓ کے ساتھ نبی ﷺ کی

(۱) نہج البلاغۃ، صبحی صالح، بعنوان غریب کلامہ المحتاج الی التفسیر، ص ۵۵۷، دار الکتاب بیروت، نہج البلاغۃ، تحقیق شیخ محمد عبدہ، ج ۴ ص ۱۰۷، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت۔

(۲) شرح نہج البلاغۃ، لابن میثم ج ۵ ص ۴۶۳، الدرۃ النجفیۃ ص ۳۹۴۔

قرابت آپ کے ساتھ خصوصی تعلق اور رازداری و اعتماد کا ذکر کیا ہے، آپؓ کے بارے میں کہا: ''پھر مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی مرضی سے ایک آدمی چن لیا، جس نے ضعیف العمری کے باوجود حسبِ استطاعت اصلاحِ احوال پر بھرپور توجہ دی، اس کے بعد پھر ان پر ایک والی مقرر ہوا، پس دین قائم اور خوب پختہ و مضبوط ہو گیا''(۱)

دیکھئے علیؓ کس طرح ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو ان صفات حمیدہ سے متصف کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کی ٹھیک ٹھیک اور حرف بحرف تصدیق کر رہے ہیں، فاروقؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کا مصداق بنا رہے ہیں، اس بات کا اقرار و اعتراف کر رہے ہیں کہ دین آپؓ کے عہدِ مبارک میں مضبوط ہو گیا، آپ کی بابرکت خلافت کے دوران میں اللہ کی زمین پر اسلام پختہ و جاگزیں ہو گیا، حضراتِ شیعہ کے نزدیک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امام معصوم ہیں، جو کبھی غلطی نہیں کرتے، پھر اس قول کو قبول کرنے والا کوئی ہے؟

اس خطبہ کے بارے میں کیا رائے ہے جس میں آپؓ نے عمرؓ کی نہایت تعریف وتوصیف کی ہے، اپنے دورِ خلافت میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کا مصداق بتایا ہے، اس وقت تو تقیہ کی ضرورت نہ تھی، حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی طرف سے ان بہترین خلائق کے سر بے بنیاد الزامات تھوپتے ہیں، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

صرف ایک خطبہ ہی نہیں، نہج البلاغۃ میں متعدد خطبات حضرت علیؓ سے منقول ہیں، جن میں آپؓ نے فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ سے دین کو عزت ملی، اسلام سربلند ہوا، مسلمانوں کو عظمت و وقار نصیب ہوا، اسلامی ممالک کی حدود دور دور تک پھیل گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر شریعتِ اسلامیہ کو جاری کیا، ہر فتنہ کی جڑ کاٹ کر رکھ دی، ہر کجی کو ٹھیک کر دیا، باطل کو دبا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو احیاء بخشا، ان کے دل میں اللہ کا خوف اور اس کی اطاعت کا جذبہ

---

(۱) شرح نہج البلاغۃ، لابن ابی الحدید ج ۵ ص ۵۱۹۔

موجزن تھا، دیکھئے رسول اللہ ﷺ کے چچیرے بھائی اور آپ ﷺ کے نواسوں کے والد کس طرح آپؓ کی بے اندازہ تعریف کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

''فلاں آدمی مستحق تعریف ہے کہ اس نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر دیا، مرض کو دور کر دیا، فتنہ کو پیچھے چھوڑ دیا، سنت کو قائم کیا، بہت کم عیوب والا تھا، پاک دامن رخصت ہوا، شر سے اجتناب کیا، خیر کو پالیا، اللہ کی اطاعت کا حق ادا کر دیا، اس کے حق کو ادا کرنے میں ہمیشہ تقویٰ سے کام لیا، خود گزر گیا اور دوسروں کو مختلف راہوں میں بھٹکتا چھوڑ گیا، جن میں گمراہ سیدھے راستہ پر نہیں چل سکتا اور سیدھی راہ پر چلنے والا یقین نہیں پا سکتا''(۱)

ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ: ''عرب کہا کرتے تھے، بلادِ فلاں، اس جملہ کا مطلب ہے، فلاں مستحق تعریف ہے، اور یہاں فلاں آدمی سے مقصود عمرؓ بن الخطاب ہیں، مجھے رضی ابوالحسن کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ''نہج البلاغۃ'' کا نسخہ مل گیا، اس میں فلاں کے تحت لکھا تھا، فلاں آدمی عمرؓ ہے، میں نے اس کے بارے میں ابوجعفر یحییٰ بن ابی زید علوی سے پوچھا تو آپ نے کہا: اس سے مراد عمرؓ ہیں، میں نے پوچھا: امیر المؤمنین نے عمرؓ کی تعریف کی ہے؟ آپ نے کہا: ہاں''(۲)

یہی بات ابن میثم(۳) ذنبلی اور علی نقی نے اپنی کتاب ''الدرۃ النجفیۃ''(۴) اور نہج البلاغۃ کی فارسی شرح میں بھی کہی ہے۔(۵)

علی رضی اللہ عنہ کو دیکھئے کہ آپ کس طرح ببانگ دہل فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے موقف کا اعلان واظہار کر رہے ہیں، برملا کہہ رہے ہیں کہ عمرؓ نے قوم کے

---

(۱) نہج البلاغۃ تحقیق صبحی صالح ص ۳۵۰، نہج البلاغۃ تحقیق محمد عبدہ، ج ۲ ص ۳۲۲۔
(۲) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۲ جز ۱۲۔
(۳) اس کے لئے دیکھئے ابن میثم کی لکھی ہوئی نہج البلاغۃ کی شرح ج ۴ ص ۹۶-۹۷۔
(۴) ص ۲۵۷۔
(۵) ج ۴ ص ۷۱۲۔

ٹیڑھے پن کو ٹھیک کر دیا، کج رو مریضوں کا علاج کیا، سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا رہے، ہر فتنہ وآزمائش کو پیچھے چھوڑ کر نکل گئے، نہ وہ فتنہ کو پہنچے اور نہ کوئی فتنہ انھیں پا سکا، اپنے رب کے پاس اس حال میں گئے کہ ان کا دامن کسی ملامت کی آلودگی سے داغدار نہیں تھا، بہترین خلافت وولایت قائم کی، اور پھر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے، اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے مسلمانوں کے قتل وغارت کی کثافت سے پاکیزہ رہے، اللہ کے نافرمان نہ تھے، اللہ کا حق ادا کرنے میں ہمیشہ تقویٰ سے کام لیا، نہ اس میں کوئی کمی کی، نہ ظلم کیا۔

یقیناً آپ کی شخصیت ایسی ہی تھی کہ آپ کے دور میں اللہ تعالیٰ کا دین مضبوط تر ہوجاتا، قائدِ اہلِ بیت، فاروقؓ کو اسلام کی قرارگاہ ومرکز اور مسلمانوں کی جائے پناہ سمجھتے تھے غزوۂ روم میں جانے کے لئے جب فاروقؓ نے آپ سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے فاروقؓ کو ان اوصاف کا حامل قرار دیا، آپ کہتے ہیں:

''اگر آپ خود بنفس نفیس دشمن کی طرف چلے گئے تو آپ اپنے مرکز سے دور ہوجائیں گے، مسلمانوں کے دوسرے شہروں کا محافظ ونگہبان کوئی نہیں رہے گا، آپ کے بعد کوئی نہیں جس کی طرف مسلمان جائیں، آپ دشمن کی طرف کسی اور جنگجو کو قائد بنا کر بھیج دیجئے، ان کے ساتھ شجاع اور نصیحت قبول کرنے والوں کو روانہ کر دیجئے، اگر اللہ نے انھیں غلبہ دیا تو یہی آپ کی منشاء ہے، بصورتِ دیگر آپ لوگوں کو سہارا دینے والے اور مسلمانوں کی جائے پناہ ہوں گے۔''[1]

ابن ابی الحدید اس خطبہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتا ہے (جس روایت کا ترجمہ ابھی ہم نے پیش کیا، اس کے عربی الفاظ کی وضاحت وتشریح کرتے ہوئے) ''تــنــکــب'' کا مطلب ہے کہ سفر پر جانے سے آپ دوسرے لوگوں سے منقطع ہوجائیں گے، یہ معنیٰ اس لئے ہیں کہ: ''تســر'' کا عطف بن رہا ہے، (گرامر کی رو سے وضاحت کر رہے ہیں) اور آپ ایسی جائے پناہ ہیں جس کی طرف لوگ پناہ ڈھونڈھتے ہیں، روایت میں مذکور لفظ ''کــانــفــه''

(۱) نہج البلاغۃ، تحقیق صبحی صالح ص ۱۹۳۔

کے معنیٰ ''محافظ'' کے ہیں، (حفز) کے معنیٰ بتاتے ہوئے کہتے ہیں) ''حفزت الرجل احفزه'' جب کہا جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے میں نے اسے بھیجا، روانہ کیا اور خوب چلایا (یعنی تیز دوڑایا) ردأ کا مطلب ہے مدد، مثابة کا مطلب، امن وامان کی جگہ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے ''مثابة للناس و امناً'' اس سلسلہ میں علی علیہ السلام نے مشورہ دیا ہے کہ آپ خود کو خطرہ میں نہ ڈالیں، آپ کے اس دنیا سے گزر جانے سے گویا سب مسلمان گذر جائیں گے، آپ اپنی طرف سے لوگوں میں سے کسی کو امیر بنا کر بھیجیں اور خود مدینہ میں ٹھہریں کہ اگر وہ ناکام ہو گئے تو آپ ان کی جائے قرار ہوں گے''[1]

کوئی پڑھنے والا جب حضرت علیؓ کا یہ خطبہ پڑھے تو ان الفاظ سے محسوس کر سکتا ہے کہ کس طرح علیؓ کے دل میں فاروقؓ کی محبت جوش مار رہی ہے، کس حد تک آپ فاروقؓ کی شخصیت کے گرویدہ وشیدا ہیں، ان کی زندگی آپ کو کتنی عزیز ہے، ان کی زندگی اور خلافت واقتدار سے آپ کو کتنی امیدیں اور تمنائیں وابستہ ہیں۔

آپؓ کی ذات سے نفرت اور بغض کرنے والو! دیکھو! علیؓ آپ کو اسلام اور مسلمانوں کا عظیم سرمایہ سمجھتے تھے، یہ بات بھی قابلِ بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ فاروق رضی اللہ عنہ بنفسِ نفیس اس معرکہ میں شریک ہونے کا عزم مصمم کر چکے ہیں، اس کے باوجود جہاں تک ہو سکا آپ نے انھیں روکنے کی کوشش کی، اس لئے کہ علیؓ دیکھ رہے تھی کہ آپ اسلام کے لئے عزت وسربلندی کا سبب ہیں، انھیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو اسلام اور پورا عالم اسلام اس کی لپیٹ میں آجائے گا، امیر المؤمنین عمرؓ بن الخطاب چاہتے تھے کہ اسلامی دار الحکومت میں علیؓ بن ابی طالب ان کی نیابت کے فرائض سرانجام دیں۔''[2]

اگر ان حضرات کے موہومہ خیالات کے مطابق آپ کے حقوق سلب کئے گئے تھے تو آپ کے لئے یہ سنہری موقعہ تھا کہ زمامِ اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے کر ان کی تلافی کر لیتے،

(۱) شرح نہج البلاغۃ ج۲ جزء۸ص ۳۶۹-۳۷۰۔

(۲) اپنے مقام پر اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

جس کے ذکر سے ان کی کتابیں اور صحیفے بھرے پڑے ہیں، ایک زمانہ گذر گیا ہے کہ اس پر واویلا کر رہے ہیں، یوسف کے بھائیوں کی طرح ماتم کناں ہیں، بات بالکل اس سے مختلف ہے، جن کی طرف سے یہ وکالت و نیابت بلکہ جنگ وجدال کر رہے ہیں، ان کا نقطۂ نظر اس سے یکسر جدا ہے، حضرت علیؓ اپنی پوری مدتِ خلافت میں اسی طرح آپؓ کے ساتھ محبت وشیفتگی کا برتاؤ کرتے رہے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ فاروقؓ اپنے آپ کو خطرات وحوادث سے دوچار کریں، علیؓ ایک نگراں کی طرح آپ کے ساتھ رہے، آپ کی زندگی کی حفاظت کرتے رہے، ساری ساری رات آپ کے لئے جاگتے رہے، ان کی خواہش تھی کہ اللہ آپ کو لمبی زندگی دے، آپ کے خیر خواہ و ہمدرد اور امت کی فلاح اور درستگی کے آرزومند تھے، چنانچہ جنگ فارس میں جب آپؓ نے خود لڑائی میں جانے کے متعلق آپ سے مشورہ پوچھا تو آپ نے یہ کہتے ہوئے انھیں روک دیا:

"ایسے امور میں فتح وشکست کا دارومدار قلت وکثرت پر نہیں ہوتا، یہ اللہ کا دین ہے اس نے اسے غالب کیا ہے، یہ اللہ کا لشکر ہے، اسی نے اسے آمادہ وتیار کیا ہے، جو پہنچ چکا سو پہنچ چکا، جو ظاہر ہو چکا سو ظاہر ہو چکا، ہمارے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے، وہی اپنے لشکر کو کامرانی بخشنے والا ہے، نگراں کا کام موتیوں کی لڑی جیسا ہے جو سب موتیوں کو پرو لیتی اور جمع رکھتی ہے، اگر لڑی ٹوٹ جائے تو موتی بکھر جاتے ہیں، (قوموں کا نظم وضبط تباہ ہو جاتا ہے) پھر ان سب کو کبھی ایک رخ پر جمع نہیں کیا جا سکتا، آج عرب اگرچہ تھوڑے ہیں لیکن اسلام کی برکت سے بہت ہیں، آج سب عرب اجتماع چاہتے ہیں، آپ قائد بنیں، عرب کو اپنے گرد جمع کرلیں، جنگ کی آگ میں دوسروں کو جانے دیں، اگر آپ نے یہ جگہ چھوڑ دی تو عرب کے اطراف واکناف میں بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوں گی، آپ اپنے پیچھے جن خطرات کو چھوڑ کر جائیں گے وہ پیش آمدہ خطرہ سے زیادہ اہم اور توجہ کے قابل ہیں۔

کل جب عجمی آپ کو دیکھیں گے تو کہیں گے: یہی عرب کی بنیاد اور جڑ ہے، اگر تم اس کو کاٹ ڈالو تو آرام پاؤ گے، وہ سب جمع ہو کر آپ پر ٹوٹ پڑیں گے، آپ کے درپے ہو جائیں

گے، باقی آپ نے جو ذکر کیا ہے کہ دشمن مسلمانوں سے جنگ وقتال کے لئے چل پڑا ہے، تو اللہ سبحانہٗ کو ان کا چلنا آپ سے زیادہ ناپسند ہے، وہ ذات زیادہ قدرت رکھتی ہے کہ اپنی ناپسند چیز کو بدل ڈالے، آپ نے ان کی تعداد کا ذکر کیا، ہم کبھی کثرت کے بل بوتے پر جنگ نہیں کرتے، ہم تو بس اللہ کی نصرت واعانت کے ساتھ جنگ کرتے ہیں"(۱)

کیا یہ بات پڑھ کر بھی کسی شکی کا شک باقی رہ سکتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ فاروقؓ کو رسول اللہ ﷺ کے خوابوں کا مصداق سمجھا کرتے تھے، ان خوابوں کا مصداق جو آپ نے بیان کئے اور مسلمانوں کو بشارت دی تھی کہ اسلام آپ کے عہد میں اپنے کمال کو پہنچ جائے گا، سوچئے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کیوں کہا تھا: "ہمارے ساتھ اللہ نے فتح ونصرت کا وعدہ کیا ہے، وہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا، اور اپنے لشکر کو کامیابی بخشنے والا ہے"

یہ کہہ کر آپؓ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ کر رہے ہیں: پوری روایت گذر چکی ہے) "پھر وہ ڈول ایک بہت بڑے ڈول میں تبدیل ہوگیا اور اسے عمرؓ بن الخطاب نے پکڑ لیا، میں نے کسی عبقری کو عمرؓ کی طرح کھینچتا نہیں دیکھا، یہاں تک کہ لوگ سیراب ہوگئے"

یہ بات کہہ کر آپ لوگوں کی نظریں اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں، اللہ نے اپنی کتاب میں جس میں حق ہی حق ہے، باطل کا شائبہ تک نہیں، ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ (۲)

"اللہ نے تم میں ایمانداروں اور نیک عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے، وہ ضرور

---

(۱) نہج البلاغۃ تحقیق صبحی ص ۲۰۳-۲۰۴ بعنوان علیؓ کا وہ کلام جب عمرؓ نے آپ سے مشورہ لیا تھا کہ کیا وہ خود ایرانیوں کے ساتھ جنگ کے لئے جائیں؟

(۲) سورۃ النور ۲۴/۵۵

انھیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا، جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی اور ان کے لئے ان کے پاس دین کو مضبوط فرمائے گا، جسے اللہ نے ان کے لئے پسند کیا ہے، اور وہ ضرور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کریں گے"

یہ جملہ کہہ کر کہ "ہمارے ساتھ اللہ نے (فتح ونصرت) کا وعدہ کیا ہے" اس بات پر متوجہ ومتنبہ کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور نیک اعمال کرنے والوں کے ساتھ زمین پر غلبہ واقتدار کا وعدہ کیا ہے، اے فاروقؓ ہم سب مومن ہیں، آپ ہمارے امیر ہیں، آپ کے عہدِ خلافت میں اللہ اپنا وعدہ پورا کرے گا، اور اس لشکر کو فتح وکامرانی سے ہمکنار کرے گا، جو آپ کے جھنڈے تلے اور آپ کی مدبرانہ قیادت وتوجہات کے زیر سایہ دشمنوں سے جنگ کرے گا، اس لئے کہ اللہ کا دین ضرور غالب وبالا ہو کر رہے گا تا آنکہ خوب مستحکم ہو جائے، اس لئے کہ آپ نگران ومنتظم ہیں، آپ سب معاملات کو ترتیب دینے والے ہیں، آپ ہی سے عزت ووقار ہے، اگر آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے، سب کچھ ضائع ہو جائے گا، جمعیت پراگندگی کا شکار ہو جائے گی، قوت کمزوری میں بدل جائے گی، لوگ اس طرح پھٹ جائیں گے کہ پھر ابد تک ان کے اجتماع واتحاد کی امید نہیں کی جاسکتی"[1] جس مالا کا دھاگہ ٹوٹ جائے اس کی موتی پراگندہ وپریشان ہو جاتے ہیں اور کبھی جڑ نہیں سکتے۔

اس قول میں نبی ﷺ کی اس دعاء کی طرف بھی اشارہ ہے، "**اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب**" (یا اللہ اسلام کو عمرؓ بن الخطاب سے عزت وقوت عطا فرما) مجلسی نے "**بحار الانوار**" میں محمد باقر سے اس دعاء کی روایت نقل کی ہے[2] یاد رکھئے کہ رسول اللہ

(۱) ویسا ہی ہوا جیسا آپ نے کہا تھا، آپ کی شہادت کے بعد فتنوں کا دروازہ کھل گیا، اور آج تک بند نہیں ہو سکا، اسی مضمون کی ایک حدیث بھی ہے۔

(۲) بحار الانوار ج ۴ کتاب السماء والعالم۔

. اس کا نام ابو حنیفہ دینوری احمد بن داؤد ہے، دینور کا باشندہ تھا، دینور ہمدان کا پہاڑی علاقہ ہے، جو کچھ اس نے روایت کیا ہے، وہ ثقہ ہے، صدق کی وجہ سے معروف ہے، جیسا کہ ابن الندیم نے کہا ہے، ۲۸۱ھ یا ۲۸۲ھ یا ۲۹۰ھ میں فوت ہوا، زیادہ تر اس نے روایات یعقوب بن اسحاق لیث سے سنیں، جو شیعہ نحوی تھا، یہ ایرانیوں کی اولاد میں سے تھا، اس کا امامیہ میں سے ہونا واضح ہے، (الذریعۃ لآقا بزرگ الطہرانی ج ۱ ص ۳۳۸)

ﷺ کی دعاء ضرور قبول کی جاتی ہے۔

سیدِ اہلِ بیت نے یہ کہہ کر ان کو متنبہ کر دیا جو اپنے آپ کو شیعۂ علیؓ کہتے ہیں، آپ ان کو بتا دینا چاہتے تھے کہ فاروقؓ کو ایک آدمی مت سمجھو، وہ اسلام کا مرکز ہیں، انہی کے گرد اسلام کی چکی اور مسلمانانِ عرب گھومتے ہیں، جب مرکز نہ ہوگا تو چکی بھی نہ گھومے گی، بغیر مرکز کے چکی گھوم سکتی ہے؟ اسی لئے آپؓ اصرار کرتے رہے کہ: "اگر آپ نے یہ جگہ چھوڑ دی تو عرب کے اطراف واکناف میں بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوں گی" کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ فاروق ہی جڑ اور بنیاد ہیں، جڑ کٹ جائے تو شاخیں سوکھ جاتی ہیں، آپ ہی مرکز ومحور ہیں، محور نہ رہے تو چکی بھی نہیں گھوم سکتی، آپ کے دل میں قوم کا درد ہے، آپ ان کی خطرات سے حفاظت کرتے ہیں، وہ کہتے تھے، ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے، آپ کو موت کی بھیڑ میں گم نہیں ہونے دیں گے، ہم آپ سے بے پرواہ نہیں ہو سکتے، ہم آپ کے مقابلے میں کسی اور کی پرواہ نہیں کرتے۔

علیؓ بن ابی طالب نے اپنی قلبی کیفیات وجذبات کا کتنے خوبصورت پیرائے میں اظہار کیا ہے، اس سے دیکھ لیا جا سکتا ہے کہ علیؓ، عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں کیا اعتقادات وجذبات رکھتے تھے، رضی اللہ عنہما ورضیا عنہ۔

علی رضی اللہ عنہ کا اس بات پر بھی ایمان تھا کہ، اللہ نے حق کو عمرؓ کی زبان اور دل پر جاری کر دیا ہے، آپؓ دیکھتے تھے کہ عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی روایات کے بہت بڑے محدث ہیں، اس لئے آپ چھوٹے چھوٹے اور معمولی وغیر اہم کاموں میں بھی آپ کی سیرت وعمل کی مخالفت نہیں کیا کرتے تھے، شیعہ مصنف دینوری بیان کرتا ہے کہ جب علیؓ کوفہ آئے تو "آپ سے پوچھا گیا، یا امیر المؤمنین! کیا آپ محل میں ٹھہریں گے؟ آپ نے کہا: مجھے وہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں جسے عمرؓ بن الخطاب ناپسند کرتے تھے، میں کھلے میدان میں ٹھہروں گا، پھر آپ سب سے بڑی مسجد میں گئے، دو رکعت نماز ادا کی، اور اس کے بعد کھلے میدان میں ٹھہرے"(1)

---

(1) الاخبار الطوال، لاحمد بن داؤد دینوری ص ۱۵۲۔

اسی طرح جب آپ سے فدک واپس کرنے کے بارے میں بات کی گئی، تو آپ نے عمرؓ کی مخالفت گوارا نہیں کی اور انکار کر دیا، سید مرتضٰی بیان کرتا ہے: ''جب فدک کی واپسی کا معاملہ علیؓ بن ابی طالب تک پہنچا تو آپؓ نے کہا: مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس چیز کو لوٹا دوں جسے ابوبکرؓ نے روک رکھا تھا، اور عمرؓ نے بھی اسے ویسے ہی رہنے دیا تھا'' (۱)

ان دو روایتوں کی تائید کے لئے ہم انھی کی کتابوں سے مزید تین روایتیں آپ کے گوش گزار کرتے ہیں:

پہلی روایت حسن بن علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، ''آپ نے کہا مجھے علم نہیں کہ علیؓ نے کوفہ میں آکر کسی کام میں بھی عمرؓ کی مخالفت کی ہو، یا ان کی قائم کردہ کسی چیز میں کوئی تغیر وتبدل کیا ہو'' (۲)

دوسری روایت ''اہلِ نجران آپ کے پاس شکایت لے کر آئے کہ عمرؓ نے ان کے ساتھ ظلم کیا ہے، آپؓ نے ان کے جواب میں کہا: عمرؓ درست معاملہ کرنے والے تھے، میں ان کے کئے ہوئے کسی کام میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا'' (۳)

تیسری روایت ''علیؓ جب کوفہ آئے تو آپؓ نے فرمایا: میں اس گرہ کو نہیں کھول سکتا جسے عمرؓ نے باندھا ہے'' (۴)

علیؓ اس لئے اس حد تک آپ کی اطاعت کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے مطابق آپ کو اللہ کی طرف سے الہام ہوتا تھا، آپ ایک راست معاملہ انسان تھے، اور اس لئے کہ، جس طرف آپ جاتے حق آپ کے ساتھ ساتھ جاتا۔

---

(۱) ''کتاب الشافی فی الامامۃ'' ص ۲۱۳، ''شرح نہج البلاغۃ'' لابن ابی الحدید۔

(۲) ''ریاض النضرۃ'' لمحب الطبری ج ۲ ص ۸۵۔

(۳) البیہقی، ج ۱۰ ص ۱۳۰، ''الکامل'' لابن اثیر ج ۲ ص ۲۰۱، مطبوعہ مصر ''التاریخ الکبیر'' للامام البخاری ج ۴ ص ۱۴۵، مطبوعہ ہندوستان ''کتاب الخراج'' لابن آدم ص ۲۳، مطبوعہ مصر، ''کتاب الاموال'' ص ۹۸ ''فتوح البلدان'' ص ۷۳۔

(۴) ''کتاب الخراج'' لابن آدم ص ۴۲، ''فتوح البلدان'' للبلاذری ص ۷۳ مطبوعہ مصر۔

جہاں تک عمرؓ کے اہلِ جنت میں سے ہونے کا تعلق ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں مروی ہے جسے ہم ذکر کر چکے ہیں، خود علی بن ابی طالب اور آپ کے چچازاد بھائی اور معتمد ترین وبا اعتبار شخصیت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس بات کی گواہی دی ہے۔

ابن ابی الحدید اس روایت کو نقل کرتا ہے کہ جب فاروقؓ کو ابولؤلؤ مجوسی فارسی نے زخمی کردیا، رسول اللہ ﷺ کے دو چچیرے بھائی عبداللہ بن عباس اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آئے، ابن عباسؓ کہنے لگے: ہم نے (علیؓ کی بیٹی) ام کلثومؓ کو کہتے سنا ہے: آہ عمر! ان کے ساتھ اور بھی بہت سی عورتیں تھیں جو رو رہی تھیں، ان کی آہ وبکا سے پورا گھر لرز رہا تھا، عمرؓ نے کہا: ستیاناس کیا عمرؓ کو اللہ بخشے گا نہیں، میں نے کہا، اللہ کی قسم! (مجھے یقین ہے آپ ضرور بخشے جائیں گے) لیکن دوزخ کو دیکھیں گے، اس قدر کہ اللہ نے فرمایا ہے ﴿وإن منكم إلا واردها﴾ (تم میں سے ہرکوئی دوزخ کے قریب سے گذرے گا) آپ کو میری بات پسند آئی، سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور کہنے لگے: اے ابن عباس! کیا آپ میرے بارے میں اس بات کی گواہی دیتے ہیں؟ میں ڈر سے خاموش ہوگیا، علی علیہ السلام نے میرے کندھے کے درمیان ہاتھ مارا اور کہا: اقرار کر، ایک روایت میں ہے، اے امیر المؤمنین آپ کیوں خوفزدہ ہیں؟ اللہ کی قسم آپ کا اسلام لانا باعثِ عزت ہے، آپ کی امارت باعثِ فخر ہے، آپ نے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیا ہے، آپ نے کہا: اے عباسؓ! کیا تم اقرار کرتے ہو؟ کہتے ہیں: یوں لگتا تھا گویا وہ اقرار کرنا نہیں چاہتے تھے، خاموش رہے، اس پر علی علیہ السلام نے ان سے کہا: کہہ دے ہاں! میں تیرے ساتھ ہوں، آپ نے کہہ دیا ہاں!"[1]

شیعہ حضرات کے پہلے امام معصوم، حضرت علیؓ کا اس بات پر ایمان تھا کہ آپ اہلِ جنت میں سے ہیں، اس لئے کہ آپ نے خود، صادق وامین، افضل مخلوقات، محمد ﷺ کی

---

(۱) ابن ابی الحدید، ج ۳ ص ۱۴۶، اسی جیسی روایت "کتاب الآثار" ص ۲۰۷ "سیرۃ عمرؓ" لابن جوزی ص ۱۹۳ مطبوعہ مصر میں بھی ہے۔

زبان حق گو سے سن رکھا تھا، اسی لئے آپ آرزو کیا کرتے تھے کہ کاش اللہ ان کے اعمال کو اُن کے اعمال کے ساتھ ملا دے جو فاروقؓ نے اپنی حیات مبارکہ میں سرانجام دیئے، شیعہ راویوں میں سے سید مرتضٰی، ابو جعفر طوسی، ابن بابویہ اور ابن ابی الحدید سب نے یہ روایت نقل کی ہے۔

جب عمرؓ کو غسل اور کفن دیا گیا، اس وقت علی علیہ السلام آپ کے پاس آئے، اور کہا:

''اللہ ان پر رحمتیں اور سلام نازل فرمائے، روئے زمین پر کوئی آدمی نہیں جس کے بارے میں میری یہ خواہش ہو کہ میرے اعمال اس کے عملوں کے ساتھ ملا دیئے جائیں، سوائے اس آدمی کے جو تمھارے درمیان کفن میں لپٹا پڑا ہے''[1]

یہ روایت ان تمام کتب احادیث میں مروی ہیں: حاکم کی ''المستدرک''[2] ذہبی کی ''التلخیص''، ''مسند احمد''، ''مسندات علی''، ''طبقات ابن سعد''[3] اور اسی جیسی روایت بخاری اور مسلم میں بھی موجود ہے۔

ابن ابی الحدید بیان کرتا ہے: ''امیر المؤمنین زخمی ہو گئے تو لوگ آپ کے گرد اکٹھے ہو گئے، آپ خون میں لت پت تھے، ابھی تک آپ نے نماز فجر بھی نہیں پڑھی تھی، آپ سے کہا گیا: نماز اے امیر المؤمنین، آپ نے سر اٹھایا اور کہا: جس نے اپنی نماز ضائع کی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، پھر آپ ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، اور آپ کے زخم سے خون پھوٹ نکلا، آپ نے کہا: مجھے عمامہ لا دو، وہ آپ نے زخم پر باندھ لیا پھر نماز پڑھی اور ذکر کیا، اس کے بعد اپنے بیٹے عبداللہؓ کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا: اے عبداللہ! میرے رخسار کو زمین کے ساتھ لگاؤ، عبداللہ کہتے ہیں: میں نے ایسا نہیں کیا، میں سمجھا کہ آپ ہوش وحواس کھو بیٹھے ہیں، آپ نے یہی بات دوبارہ کہی کہ میرے بیٹے میرے رخسار زمین کے ساتھ لگا دو،

---

(۱) کتاب الشافی لعلم الہدی ص ۱۷۱ ''تلخیص الشافی'' للطوسی ج ۲ ص ۴۲۸، مطبوعہ ایران ''معانی الاخبار'' للصدوق ص ۱۱۷ مطبوعہ ایران۔

(۲) ج ۳ ص ۹۲۔

(۳) احوال عمر ج ۳ ص ۲۶۹-۲۷۰ مطبوعہ لندن۔

میں نے ایسا نہیں کیا، آپ نے تیسری دفعہ کہا: میرے رخسار کو زمین کے ساتھ کیوں نہیں لگاتے؟ اب میں سمجھ گیا کہ آپ ہوش وحواس میں ہیں، آپ خود اس لئے نہیں رکھ سکتے تھے کہ آپ پر (درد وضعف) کا غلبہ تھا، میں نے آپ کا رخسار زمین کے ساتھ لگا دیا، میں نے آپ کی داڑھی کے کناروں کے بال دیکھے جو مٹی سے اٹے پڑے تھے، آپ روئے، حتیٰ کہ میں نے دیکھا مٹی آپ کی آنکھوں سے چمٹ گئی، میں نے اپنے کان قریب کئے، تاکہ سن سکوں آپ کیا کہہ رہے ہیں، آپ کہہ رہے تھے: ''عمر کا ستیاناس، عمر کی ماں کی تباہی، اگر اللہ نے عمر سے درگزر نہیں کیا'' اور ایک روایت میں ہے کہ علی علیہ السلام آپ کے قریب آئے، آپ کے پاس کھڑے ہو گئے اور کہا: ''کوئی آدمی نہیں جس کے بارے میں میں چاہوں کہ میرے اعمال اس کے عملوں کے ساتھ ملا دیئے جائیں، سوائے اس آدمی کے جو لپٹا پڑا ہے''[1]

کیا اس کے بعد بھی کسی کہنے والے کے لئے اس بات کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ سردارِ اہلِ بیت علی رضی اللہ عنہ، آپ کو جنتیوں میں شمار کرتے تھے؟ ظاہر ہے کہ کسی جنتی شخص کے بارے میں ہی یہ خواہش رکھی جا سکتی ہے، کہ اس کے نامۂ اعمال کے ساتھ اپنا نامۂ اعمال ملایا جائے۔

اس سے زیادہ بھی آپ نے کچھ کہا ہے؟ ہاں ہاں! اس سے بھی بڑھ کر، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

''نبی کے بعد اس امت میں سب سے بہترین ابوبکرؓ وعمرؓ ہیں''[2]

آپ اپنے اس خط میں ابوبکرؓ وعمرؓ کے بارے میں کہتے ہیں: ''دونوں ہدایت کے امام تھے، دونوں اسلام کے سردار تھے، رسول اللہ ﷺ کے بعد وہی دونوں مقتدائے قوم تھے، جس نے ان دونوں کی پیروی کی، محفوظ رہا''[3]

---

(۱) شرح النھج، لابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۴۷۔
(۲) کتاب الشافی ج ۲ ص ۴۳۸۔
(۳) تلخیص الشافی، للطوسی ج ۲ ص ۴۲۸۔

آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''ابو بکرؓ کا مرتبہ میرے نزدیک کان جیسا ہے اور عمرؓ میری آنکھوں جیسا''(۱)

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس روایت کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والے خود علیؓ ہیں، آپ سے یہ روایت آپ کے بیٹے حسن نے کی ہے۔ رضی اللہ عنہما۔

فاروق کی تعریف میں اہلِ بیت کے اقوال

اہلِ بیت کے مشہور ترین اور ممتاز فرد، نبی علیہ السلام کے چچازاد بھائی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کی مدح وثنا کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اللہ ابو حفص (حضرت حفصہؓ کے والد، فاروق رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے، اللہ کی قسم وہ اسلام کے حلیف تھے، یتیموں کی جائے قرار تھے، احسان کرنا آپ پر ختم تھا، ایمان والے تھے، کمزوروں کی جائے پناہ اور موحدین کا سہارا تھے، آپ نے اللہ کے حق کو صبر اور ذمہ داری سے پورا کیا، تا آنکہ دین نکھر گیا، ممالک فتح کر لئے گئے، اور بندوں کو امن نصیب ہوا''(۲)

اسی طرح باقی سارے اہلِ بیت بھی آپ کی بے حد تعریف وثنا کیا کرتے تھے، جیسا کہ صدیقؓ کے ذکر میں گذر چکا ہے، وہاں ہم زین العابدین بن حسین بن علی، ان کے بیٹے محمد باقر، زید شہید، ابن باقر جعفر صادقؒ کی روایات بیان کر چکے ہیں، یہ روایت بھی گذر چکی ہے کہ آپ ان دونوں حضرات کی قبروں پر جاتے، دونوں کو سلام کہتے اور دونوں سے محبت رکھتے تھے، یہ سب واقعات ہم ابو بکرؓ بن ابی قحافہ کے ذکر میں بیان کر آئے ہیں۔

کسی اور بات کی طرف آنے سے پہلے ہم آپ کو ایک اور روایت سنا دینا چاہتے ہیں جو کلینی نے اپنی کتاب ''الروضۃ من الکافی'' میں بیان کی ہے:

---

(۱) عیون اخبار الرضا، لابن بابویہ قمی، ج ۱ ص ۳۱۳ ''معانی الاخبار للقمی ص ۱۱۰ ''تفسیر الحسن العسکری۔

(۲) مروج الذہب للمسعودی، ج ۳ ص ۵۱، ''ناسخ التواریخ'' ج ۲ ص ۱۴۴ مطبوعہ ایران۔

''شیعہ حضرات کے چھٹے امام معصوم، جعفر بن محمد صرف آپ دونوں حضرات سے محبت ہی نہیں رکھتے تھے، بلکہ محبت کی وجہ سے آپ دونوں کے احکامات کی تعمیل بھی کیا کرتے تھے، ابوبصیر، جنھیں شیعہ آپ کا معتمد ومشہور ساتھی کہتے ہیں، بیان کرتا ہے کہ: ''میں ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا، کہ ایک عورت ام خالد، جسے یوسف بن عمر نے علیحدہ کر دیا تھا، آئی اور آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگنے لگی، ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا: اس کی باتیں سننا چاہتے ہو؟ کہتے ہیں، میں نے کہا ہاں، کہنے لگے پھر اسے اجازت دے دو، کہتے ہیں، مجھے آپ نے چٹائی پر بٹھالیا، پھر وہ آئی اور گفتگو شروع کی، وہ نہایت فصیح بلیغ انداز میں گفتگو کر رہی تھی، میں نے ابوعبداللہ سے ابوبکرؓ وعمرؓ کے بارے میں پوچھا، آپ نے اس عورت سے کہا ان دونوں سے محبت رکھو، کہنے لگی: میں جب اپنے رب سے ملوں گی تو کہوں گی: تو نے مجھے ان دونوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے؟ ابوعبداللہ نے کہا: ہاں!''[1]

ذرا دیکھئے ان کے چھٹے امام، جن کے نام پر اپنے بے بنیاد مذہب کو قائم کئے ہوئے ہیں، کس قدر آپ سے محبت کرتے تھے، یہ ان کی شریعت پر چلنے کے جھوٹے دعویدار، جعفری نام رکھنے والے، جعفری مذہب رکھنے والے، دیکھ لیں کہ آپ ابوبکرؓ وعمرؓ سے نہ صرف یہ کہ محبت کرتے تھے، بلکہ محبت رکھنے کا حکم بھی دیا کرتے تھے، اللہ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل کرے، پروردگار! ان سب پر بھی رحم فرما جو خود اور جس کے آباء واجداد ابوبکرؓ وعمرؓ کے دور ولایت میں آپ کے احکامات کی تعمیل کرتے رہے، اور نبی ﷺ کے باقی سب صحابہؓ پر بھی اپنی رحمتیں، سلامتی اور اپنی رضا مرحمت فرما۔

---

(۱) الروضۃ من الکافی، ج۸ص۱۰۱، مطبوعہ ایران، بعنوان حدیث ''ابی بصیر مع المرأۃ''

فاروقؓ کے ساتھ ام کلثومؓ بنت علیؓ کی شادی

اسی محبت والتفات کی وجہ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی شادی، جو فاطمہؓ بنت نبی ﷺ سے تھیں، فاروقؓ سے کردی تھی، آپ کے رشتہ مانگتے ہی علیؓ نے اس پیغام کو قبول کرلیا، اور کیوں نہ کرتے، کہ آپ کی ذات پر اعتماد واعتبار تھا، علیؓ آپ کے فضائل ومناقب اور آپ کی خوبیوں اور اعلیٰ سیرت سے واقف تھے، آپ بتا دینا چاہتے تھے کہ ہمارے درمیان کتنے پاکیزہ مراسم ہیں، کتنے مضبوط ومبارک تعلقات ہیں، اب اگر امتِ اسلامیہ کے دشمن اور یہودی حسد کی آگ میں جلتے ہیں تو جلا کریں، جملہ مؤرخین وماہرینِ انساب، تمام شیعہ محدثین، ان کے فقہاء واکابر علماء اور (بقول ان کے) معصوم ائمہ، سب کے سب اس شادی کا اقرار کررہے ہیں، اس سلسلے کی روایات ہم نے اپنی کتاب ''شیعہ وسنت'' میں بیان کی ہیں۔

اب مزید فائدہ کے لئے اور اس بات کو ختم کرتے ہوئے کچھ اور ایسی روایات قارئین کے پیشِ نظر رکھیں گے جو وہاں بیان نہیں کی گئیں، مشہور شیعہ مؤرخ احمد بن ابی یعقوب اپنی تاریخ میں دورِ خلافتِ امیر المؤمنین عمرؓ بن الخطاب کو بیان کرتے ہوئے ۱۷ھ کے واقعات کے ضمن میں لکھتا ہے:

> ''اس سال عمرؓ بن الخطاب نے علیؓ بن ابی طالب کی طرف کلثوم بنت علیؓ کے لئے پیغام نکاح بھیجا، آپ کی والدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ تھیں، حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں ام کلثومؓ سے اس لئے شادی کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہتے سنا ہے. سب نسب اور سبب روزِ قیامت منقطع ہوجائیں گے، سوائے میرے سبب، میرے نسب اور میرے سسرال کے، میں چاہتا ہوں کہ میرا بھی سبب اور سسرالی تعلق رسول اللہ ﷺ سے رہے، چنانچہ آپ نے ان کی شادی کردی، اور دس ہزار دینار حق مہر مقرر کیا'' (۱)

---

(۱) تاریخ الیعقوبی ج ۲ ص ۱۴۹، ۱۵۰

اسی طرح طبری نے اپنی تاریخ ''تاریخ الامم والملوک''[1]، ابن کثیر نے ''البدایۃ والنہایۃ''، ابن الاثیر نے ''الکامل''[2] ابن سعد نے ''طبقات ابن سعد''[3] ابوالفداء نے اپنی تاریخ اور دیگر متعدد مؤرخین نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

شیعہ حضرات کے اصحاب صحاح اربعہ نے بھی اس شادی کو تسلیم کیا ہے، ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی نے اپنے کتاب ''الکافی'' میں اقرار کیا ہے کہ علیؓ نے اپنی بیٹی کلثومؓ کی شادی فاروقؓ سے کردی۔[4] سلیمان بن خالد کی روایت بھی نقل کی ہے کہ آپ نے کہا:

''میں نے جعفر صادق، ابوعبداللہ علیہ السلام سے اس عورت کا مسئلہ پوچھا، جس کا شوہر فوت ہوگیا ہو کہ وہ عدت کہاں گذارے؟ کیا شوہر کے گھر میں یا جہاں چاہے گذار سکتی ہے، اور کہا کہ: جب عمرؓ کا انتقال ہوگیا تو علیؓ ام کلثومؓ کے پاس آئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے''[5]

ان کے چھٹے امام معصوم، جعفر کی ایک اور روایت طوسی نے بیان کی ہے، جعفر اپنے والد باقر کی روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا:

---

(۱) ج۵ص۱۶، مطبوعہ مصر، قدیم۔

(۲) ج۳ص۲۹، ط-دارالکتاب بیروت۔

(۳) ص۳۴۰ مطبوعہ لندن۔

(۴) دیکھئے الفروع من الکافی، کتاب النکاح، باب تزویج ام کلثوم ج۵ص۳۴۶۔ اس باب میں دو روایتیں ہیں، اہل سنت حضرات کی کتابوں میں فاروقؓ کے ساتھ ام کلثوم کی شادی کے بارے میں بہت سی روایات ہیں، دیکھئے المستدرک للحاکم، باب النظر الی المرأۃ اذا ارادان یتزوجہا، ج۳ص۱۳۰، مطبوعہ ہندوستان، امام بخاریؒ نے بھی صحیح بخاریؒ ''کتاب الجہاد'' (باب حمل النساء القرب'' میں اس شادی کا ذکر کیا ہے۔ سنن نسائی کتاب الجنائز، (باب اجتماع جنائز الرجال والنساء) سنن ابی داؤد (کتاب الجنائز باب اذا حضر جنائز الرجال والنساء من یقوم)

(۵) ''الفروع من الکافی'' کتاب الطلاق، باب التوفی عنہا زوجہا، ج۶ص۱۱۵-۱۱۶۔ اس باب میں اس بارے میں ایک اور روایت بھی ہے، اس روایت کو شیخ الطائفہ طوسی نے اپنی صحیح ''الاستبصار'' ابواب العدۃ، باب المتوفی عنہا زوجہا ج۳ص۳۵۳ میں بیان کیا ہے، ایک دوسری روایت میں معاویہ بن عمار سے بھی مروی ہے، یہ روایت ''تہذیب الاحکام'' باب فی عدۃ النساء ج۸ص۱۶۱ میں مروی ہے۔

''علیؓ کی بیٹی ام کلثومؓ اور ان کا بیٹا زید بن عمرؓ بن الخطاب، ایک ہی گھڑی میں دونوں فوت ہو گئے، کسی کو خبر نہیں کہ کس کا انتقال پہلے ہوا، چنانچہ کسی کو بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں بنایا گیا اور دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ ادا کی گئی''[1]

دیگر شیعہ محدثین وفقہاء نے بھی اس شادی کا ذکر کیا ہے، چنانچہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی کتاب ''**الشافی**''[2] اور ''**تنزیه الانبیاء**''[3] میں، ابنِ شہر آشوب[4] نے اپنی کتاب ''**مناقب آل ابی طالب**''[5] میں، اربلی نے ''**کشف الغمة فی معرفة الائمة**''[6] میں، ابن ابی الحدید نے ''**شرح نهج البلاغة**''[7] میں، مقدس اردبیلی نے ''**حدیقة الشیعة**''[8] میں، اور قاضی نور اللہ شوشتری نے جسے شہید ثالث کہتے ہیں، اپنی کتاب ''مجالس المؤمنین'' میں اس شادی کا ذکر کیا ہے۔[9]

لکھتا ہے: ''نبی نے اپنی بیٹی عثمانؓ کے عقد میں دے دی، اور علیؓ نے اپنی بیٹی کی شادی عمرؓ سے کر دی''[10]

---

(۱) تہذیب الاحکام، کتاب المیراث، باب میراث الغرقی والمهدوم ج۹ ص ۲۶۲۔

(۲) ص ۱۶۔

(۳) ص ۱۴۱ مطبوعہ ایران۔

(۴) اس کا نام رشید الدین ابو جعفر محمد بن علی شہر آشوب السروی المازندرانی ہے، ''فخرِ شیعہ اور شریعت کو عام کرنے والا ہے، اس نے مناقب وفضائل کو زندہ کیا، علم کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے، مشائخ امامیہ کا شیخ اور ''المناقب'' وغیرہ کتابوں کا مصنف ہے، اپنے وقت کا امام اور اپنے زمانہ کا یکتا فرد تھا، شیعہ حضرات کے ہاں اسے وہی [illegible] اصل ہے جو اہل سنت کے ہاں خطیب بغدادی کو، ۵۸۸ [illegible] حلب کے مقام پر فوت ہوا، (الکنیٰ والالقاب ج۱ ص ۳۲۱)

(۵) ج۳ ص ۱۶۲ مطبوعہ بمبئی ہندوستان۔

(۶) ص ۱۰ مطبوعہ ایران قدیم۔

(۷) ج۳ ص ۱۲۴۔

(۸) ص ۲۷۷ مطبوعہ ایران۔

(۹) ص ۷۶ مطبوعہ ایران قدیم ص ۸۲۔

(۱۰) مجالس المؤمنین ص ۸۵۔

اسی طرح اس شادی کا ذکر کتاب "مصائب النواصب"[1] میں، سید نعمت اللہ جزائری نے کتاب "الانوار النعمانیۃ" میں، ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب "بحار الانوار"[2] میں، شیعہ مؤرخ مرزا عباس علی قمی نے اپنی "تاریخ"[3] میں، محمد جواد شری نے اپنی کتاب میں[4] عباس قمی نے "منتہی الاعمال"[5] میں، اور ان کے علاوہ بے شمار مصنفین نے اس شادی کا ذکر کیا، جن کی تعداد حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہے، اب اس سے کوئی آدمی بھی انکار نہیں کر سکتا، سوائے اس کے کہ جو انتہائی متعصب و جاہل ہو، یا انتہائی ہٹ دھرم اور جھگڑالو۔

شیعہ فقہاء اس شادی کو اس بات پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہاشمی عورت کا نکاح غیر ہاشمی مرد سے ہو سکتا ہے، چنانچہ حلّی "شرائع الاسلام" میں لکھتا ہے: "آزاد عورت کا غلام مرد سے، عربی عورت کا عجمی مرد سے، اور ہاشمی عورت کا غیر ہاشمی مرد سے نکاح جائز ہے"[6]

اسی کے ضمن میں شارح شرائع الاسلام، زین الدین عاملی، جسے یہ لوگ شہیدِ ثانی کہتے ہیں، لکھتا ہے: "نبی ﷺ نے اپنی بیٹی کا نکاح عثمانؓ سے کیا اور ایک بیٹی کا نکاح ابوالعاصؓ بن ربیع سے کیا، اور یہ دونوں حضرات ہاشمی نہیں تھے، اسی طرح علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا نکاح عمرؓ سے کیا، عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے حسینؓ کی بیٹی فاطمہ سے شادی کی، اور مصعب بن زبیر نے آپ کی ہمشیرہ سکینہ سے نکاح کیا، یہ سب حضرات غیر ہاشمی تھے"[7]

آخر میں مشہور معتزلی شیعہ ابن ابی الحدید کی ایک روایت سنا کر اب ہم اس موضوع کو ختم کرتے ہیں، روایت سنئے:

---

(۱) ص ۱۷۰ مطبوعہ طہران۔

(۲) باب احوال اولادہ وازواجہ، ص ۶۲۱، مطبوعہ طہران۔

(۳) "تاریخ طراز مذہب مظفری" فارسی، باب حکایۃ تزویج ام کلثوم من عمرؓ بن الخطاب۔

(۴) "امیر المؤمنین" ص ۲۱۷، زیر عنوان "علیؓ فی عہد عمرؓ" مطبوعہ بیروت۔

(۵) ج ۱ ص ۱۸۶ فصل ۶ زیر عنوان "ذکر اولاد امیر المؤمنین" مطبوعہ ایران، قدیم۔

(۶) "شرائع الاسلام" فی الفقہ الجعفری للحلّی، (فقہ جعفریہ کی کتاب ہے) کتاب النکاح، حلّی ۶۷۲ھ میں فوت ہوا۔

(۷) مسالک الافہام، شرح شرائع الاسلام، باب لواحق العقد ج ۱۔

عمرؓ بن الخطاب نے بادشاہِ روم کی طرف ایلچی بھیجا، عمرؓ کی بیوی ام کلثومؓ نے چند دینار کی ایک خوشبو خریدی، اسے دو شیشیوں میں ڈالا، اور بادشاہِ روم کی بیوی کی طرف ہدیہ بھیجا، ایلچی واپس آیا اور اپنے ہمراہ دو شیشیاں جواہر کی بھری لایا، حضرت عمرؓ آپ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپ کے کمرہ میں جواہر بکھرے پڑے ہیں، آپ نے پوچھا: یہ تمھارے پاس کہاں سے آئے؟ کلثومؓ نے آپ کو بتایا، عمرؓ نے انھیں پکڑ لیا اور کہا: یہ سب مسلمانوں کے ہیں، آپ کہنے لگیں، کیسے، یہ تو میرے ہدیہ کے بدلے میں ہیں، آپ نے کہا، میرا تمھارا فیصلہ تمھارے والد پر رہا، علی علیہ السلام نے کہا، تمھارا اس میں سے صرف ایک دینار کے برابر حصہ ہے، باقی سب مسلمانوں کا، اس لئے کہ مسلمانوں کا ایلچی لے کر آیا ہے''[1]

مختلف سیرت نگاروں اور علماءِ انساب نے بھی اس شادی کا ذکر کیا ہے، دیکھئے بلاذری ''انساب الاشراف''[2] میں، ابن حزم ''جمهرة انساب العرب''[3] میں، بغدادی اپنی کتاب ''المحبر''[4] میں، دینوری ''المعارف''[5] میں، اور ان کے علاوہ بھی بے شمار مصنفین ومؤرخین اس شادی کا ذکر کرتے ہیں۔

---

(۱) شرح نہج البلاغۃ ج۴ ص ۵۷۵، مطبوعہ بیروت ۱۳۷۵ھ۔

(۲) ج۱ ص ۴۲۸ مطبوعہ مصر۔

(۳) ص ۳۷، ۳۸، مطبوعہ مصر۔

(۴) زیرِ عنوان ''اصہار علی'' (علیؓ کے داماد) ص ۵۶، ۴۳۷، مطبوعہ دکن۔

(۵) زیرِ عنوان ''بنات علی'' [علی کی بیٹیاں] ص ۹۲ مطبوعہ مصر ص ۷۹-۸۰ زیرِ عنوان ''اولاد عمرؓ بن الخطاب''

اہلِ بیت اور فاروق رضی اللہ عنہ کا باہمی احترام واکرام

یہ احترام واکرام کے جذبات وتعلقات یکطرفہ نہیں تھے، بلکہ سب آپس میں ایک دوسرے کا احترام، اور پیار ومحبت کے تعلقات رکھتے تھے، فاروقؓ اہلِ بیت کا اکرام واحترام اس سے بڑھ کر کرتے جو اہل بیت کا آپ کے ساتھ تھا، آپ ان کا بے حد احترام کرتے، اپنے اور اپنے گھر والوں سے بھی ان کے حقوق کو مقدم سمجھتے تھے، تمام مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب فاروقؓ نے بیت المال سے مالی وظائف وعطیات مقرر کئے تو بنی ہاشم کو عقیدت واحترام کی وجہ سے سب سے مقدم رکھا کہ آپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت ورشتہ داری ہے۔

مشہور مؤرخ یعقوبی اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

''عمرؓ نے دیوان (کھاتے، رجسٹر) مرتب کئے، اور ۲۰ھ میں عطیات مقرر کئے'' کہتا ہے: ''جب مال ودولت کی کثرت ہوگئی تو آپ کو مشورہ دیا گیا کہ آپ ایک دفتر (رجسٹر) ترتیب دیں، آپ نے عقیلؓ بن ابی طالب، مخرمہ بن نوفل، جبیرؓ بن مطعم بن نوفل بن عبد مناف(۱) کو بلوایا اور کہا: لوگوں کے نام لکھو، اور بنی عبد مناف سے شروع کرو، سب سے پہلے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نام پانچ ہزار، حسن بن علی کے نام تین ہزار، حسین بن علی کے نام تین ہزار،(۲) اور اپنے لئے چار ہزار

---

(۱) یہ سب کے سب علیؓ کے رشتہ دار، آپ کے بھائی اور چچازاد بھائی ہیں۔

(۲) سوائے اہل سنت کے، اہل سنت نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ فاروقؓ نے تمام بدری صحابہؓ کے لئے سوائے حسنؓ اور حسینؓ کے دو دو ہزار درہم مقرر کئے، حسنؓ اور حسینؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے ان کے والد کا حصہ بھی دیا، اور اس طرح حسنؓ اور حسینؓ دونوں کے لئے پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کئے، عباسؓ کے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے پانچ ہزار درہم سر کئے'' (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۱۳-۲۱۴ ''کتاب الخراج لابی یوسف ص ۲۳-۲۴ مطبوعہ مصر ''فتوح البلدان'' ص ۴۵۴-۴۵۵ ''کتاب الاموال'' لابی عبید بن سلام)

بلاذری، یحییٰ بن آدم اور طرابلسی وغیرہ نے جعفر بن محمد باقر، محمد باقر، عبداللہ بن حسن اور علیؓ بن ابی طالب کے حوالوں سے بیان کیا ہے کہ: ''عمرؓ نے علیؓ کے لئے ایک حصہ علیحدہ کیا، پھر مزید اس میں اضافہ کیا، (فتوح البلدان، للبلاذری، ص ۲۰، کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم ص ۸۷، مطبوعہ مصر قدیم، الاسعاف فی احکام الاوقاف، للطرابلسی ص ۸ مطبوعہ مصر)

درہم مقرر کیے[1] سب سے پہلا مال جو آپ کی خدمت میں لایا گیا، بحرین سے ابو ہریرہؓ نے پیش کیا تھا،[2] اس کی مقدار سات لاکھ درہم تھی، آپ نے (یعنی فاروقؓ نے) کہا: حسب مراتب لوگوں کے نام لکھو، اور بنی عبد مناف سے لکھنا شروع کرو، پھر ابو بکرؓ اور اس کے متعلقین، پھر عمرؓ بن الخطاب اور اس کے متعلقین، جب عمرؓ نے دیکھا تو کہا: بخدا میں چاہتا ہوں کہ اپنا نام رسول ﷺ کے رشتہ داروں میں لکھواؤں، لیکن رسول اللہ ﷺ سے شروع کرو اور پھر قریب تر کی ترتیب سے لکھتے جاؤ، حتیٰ کہ عمرؓ کو وہاں رکھو، جہاں اللہ نے اسے رکھا ہے"[3]

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے:

"نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے گھر والوں سے شروع کرو، اس کے بعد جو قریب تر ہو، چنانچہ بنی ہاشم سے ابتداء کی گئی، اس کے بعد بنی عبدالمطلب کے نام لکھے گئے، اور اس کے بعد بنی شمس اور نوفل کے، اور پھر قریش کی باقی شاخوں کے لوگوں کے نام، عمرؓ نے مدینہ کی عورتوں میں زنانہ چادریں تقسیم کیں، ان میں سے ایک خوبصورت چادر بچ گئی، موجود لوگوں میں سے کسی نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ چادر رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو دیدیں جو آپ کے گھر میں ہیں، ان کی مراد ام کلثوم بن علیؓ سے تھی، آپؓ نے کہا: میں ام سلیط کو یہ چادر دوں گا، اس لئے کہ وہ ان میں

---

(۱) اس کے باوجود انھیں یہ بات کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ: "عمرؓ نے اہل بیت کے حقوق غصب کیے، یعنی یعقوبی جو ان کے چہروں پر حق کے تھپڑ مار رہا ہے، اسے بھی اللہ نے حق کے اعتراف واقرار کی توفیق دے دی، اس وقت علیؓ نہیں عمرؓ امیر المؤمنین تھے۔

(۲) جی ہاں! ابو ہریرہؓ جن سے ان لوگوں کو صرف اس لئے حد درجہ کا بغض ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث روایت کی ہیں، جو آپ نے اپنے پاکیزہ صحابہ کے بارے میں فرمائی تھیں، بالخصوص صدیقؓ وفاروقؓ کے بارے میں، جی ہاں! یہ ابو ہریرہؓ ہی تھے جو مال لے کر آئے تھے، تو سب کے سب نے اللہ کے دیئے ہوئے اس مال کو لیا، جسے ابو ہریرہؓ لائے تھے۔

(۳) تاریخ الیعقوبی، ج۲ص۱۵۳ مطبوعہ بیروت۔

سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے''[1]

ثابت ہوگیا کہ فاروق کسی کا بھی اتنا احترام واکرام نہیں کیا کرتے تھے، جتنا اہل بیت کا احترام کرتے، اور خیال رکھا کرتے تھے، بلکہ اپنے گھر والوں سے بھی زیادہ ان کا خیال رکھا کرتے تھے۔

اپنے وقت میں دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ، کسریٰ ایران یزدجرد کی بیٹی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایران کے قیدیوں میں گرفتار ہوکر امیر المؤمنین اور خلیفۂ رسول ﷺ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور میں پیش کی گئیں، جب لوگوں کو اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے سوچا کہ یہ امیر المؤمنین اپنے اس بیٹے کو دیں گے، جو بڑے بہادر مجاہد تھے، اور رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے کئی ایک جنگوں میں دادِ شجاعت وصول کر چکے تھے، اس لئے کہ وہ یزدجرد کی بیٹی کے ہم پلہ تھے، لیکن فاروقؓ نے نہ انھیں اپنے لئے رکھا نہ اپنے بیٹے کے لئے اور نہ اپنے گھر والوں میں سے کسی اور کے لئے، بلکہ سب پر نبی ﷺ کے اہل بیت کو مقدم سمجھتے ہوئے انھیں حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دے دیا، انہی سے علی بن حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جو حسین کی اولاد میں سے کربلا میں بچ جانے والے واحد فرد تھے، آپ ہی سے حسینؓ کا سلسلۂ نسب آگے بڑھا''[2]

مشہور شیعہ ماہر نسب ابن عنبہ نے بیان کیا ہے:

''ان کا نام شہر بانو تھا، کہا جاتا ہے کہ آپ فتح مدائن کے مال غنیمت میں آئیں، اور عمرؓ بن الخطاب نے انھیں حسین بن علیؓ کو دیدیا''[3]

---

(۱) نہج البلاغۃ، لابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱۳-۱۱۴۔

(۲) ان لوگوں سے بچئے جن کا دعویٰ ہے کہ وہ حسینؓ کی اولاد میں سے ہیں، پھر فاروقؓ کو گالیاں بکتے اور آل محمد پر ظلم کرنے والا کہتے ہیں، کہتے ہیں کہ فاروقؓ نے آل محمد ﷺ کی خلافت غصب کرلی، اگر آپ نہ ہوتے تو ان حضرات کا وجود بھی نہ ہوتا، اگر آپ غاصب تھے تو حسینؓ اس لونڈی کو قبول کرنے پر کیوں راضی ہوتے، جسے ایک جنگ میں جو آپ کے جھنڈے تلے لڑی گئی تھی، گرفتار کیا گیا تھا، ذرا سوچئے، غور کیجئے۔

(۳) ''عمدۃ الطالب فی انساب ابی طالب''، فصل ثالث زیر عنوان ''عقب الحسین'' (اولاد حسین) ص ۱۹۲۔

مشہور شیعہ محدث اپنی صحیح "الکافی فی الاصول" میں محمد باقر سے نقل کرتا ہے کہ: جب یزد جرد کی بیٹی عمرؓ کے پاس آئیں تو مدینہ کی سب کنواریوں سے بڑھ کر تھیں، جب مسجد میں داخل ہوئیں تو ان کے حسن کی تابانی سے مسجد روشن ہوگئی، عمرؓ نے جب انھیں دیکھا تو آپ کے چہرے کو دیکھتے ہی رہ گئے، وہ کہنے لگیں، اف بیروج بادا ہرمز۔ عمرؓ نے کہا مجھے گالی بکتی ہو، اور ان کی طرف بڑھنا چاہا تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے کہا: آپ کو ایسا نہیں کہا، اسے مسلمانوں میں سے اپنے لئے کوئی آدمی چن لینے دیجئے، آپ نے انھیں کسی کو چن لینے کا اختیار دے دیا، وہ آئیں اور اپنا ہاتھ حسین علیہ السلام کے سر پر رکھ دیا، امیر المؤمنین نے ان سے پوچھا، تمھارا نام کیا ہے؟ انھوں نے کہا: جہاں شاہ، امیر المؤمنین نے کہا: بلکہ شہر بانو یہ۔ پھر حسین سے کہا: اے عبداللہ! یہ تمھارے لئے روئے زمین پر بہترین بچہ جنم دے گی، چنانچہ آپ نے علی بن حسین کو جنم دیا، اسی لئے علی بن حسین کو ابن الخیرتین (بہترین ماں اور بہترین باپ کی اولاد) کہا جاتا ہے، عرب میں سے بہترین ہاشم ہیں، اور عجم میں سے فارس، ابوالاسود دوائلی نے آپ کے بارے میں ایک شعر کہا ہے: (جس کا ترجمہ یہ ہے)

> "کسریٰ اور ہاشم کے ملاپ سے جنم لینے والا بیٹا سب بچوں سے زیادہ محترم و مکرم ہے"(1)

جیسا کہ گزر چکا ہے، حسینؓ سے پہلے آپ کے والد علیؓ کی فاطمہؓ کے ساتھ شادی کروانے میں بھی آپؓ ان کی مدد کر چکے ہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ خمس اور مال غنیمت سب سے پہلے نبی کی اہلِ بیت میں تقسیم کیا کرتے تھے، ایسا ہی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد ابوبکر بھی کیا کرتے تھے، یہ بات ہم ابو بکرؓ کے ذکر میں اور فدک کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں کہ:

> "ابو بکرؓ فدک کے غلہ میں سے اتنا اہل بیت کو دے دیا کرتے تھے جو ان کی ضروریات کے لئے کافی ہوتا، باقی کو تقسیم کر دیا کرتے تھے، ان کے بعد عمرؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، ان کے بعد عثمانؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، ان کے بعد (انھی

---

(1) "الاصول من الکافی" ج۱ص۴۶۷ "ناسخ التواریخ" ج۱ص۲۰۳۔

کے طریقوں اور معمولات کے مطابق) علیؓ بھی کیا کرتے تھے"(۱)

آپ کے دل میں اہلِ بیت کے لئے کس قدر احترام تھا، اس کا اندازہ اس روایت سے کیا جاسکتا ہے، جو ابن ابی الحدید نے یحییٰ بن سعید سے نقل کی ہے، آپ کہتے ہیں: "ایک دن عمرؓ نے حسین بن علیؓ کو اپنے پاس کسی کام کے لئے آنے کا حکم دیا، حسین بن علیؓ کی ملاقات عبداللہ بن عمرؓ سے ہوئی، آپ نے ان سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہیں؟ انھوں نے کہا والد کے ہاں گیا تھا، اجازت چاہی لیکن والد نے مجھے اجازت نہیں دی، یہ سن کر حسینؓ لوٹ گئے اور گمان کیا کہ وہ مصروف ہوں گے، دوسرے دن عمرؓ آپ سے ملے تو پوچھا میرے پاس کیوں نہیں آئے؟ آپ نے کہا: میں آیا تھا لیکن آپ کے بیٹے عبداللہ نے مجھے بتایا کہ آپ نے ان کو آنے کی اجازت نہیں دی، اس لئے میں پلٹ گیا، عمرؓ نے کہا: کیا آپ میرے نزدیک اس جیسے ہیں؟ آپ آتے تو میں کیسے اجازت نہ دیتا؟"(۲)

علی بن حسینؓ اپنے والد حسینؓ بن علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب تمام بنی ہاشم کے بارے میں کہا کرتے تھے:

"بنی ہاشم کی عیادت کرنا سنت ادا کرنے اور ان کی زیارت نفل ادا کرنے کے برابر ہے"(۳)

طوسی اور صدوق نے بھی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کسی آدمی سے حضرت علیؓ بن ابی طالب کے متعلق کوئی نار وابات نہ سنتے اور نہ برداشت کرتے تھے، ایک دفعہ: "حضرت عمرؓ کی موجودگی میں کوئی نار وابات کہہ دی تو آپ نے حضور ﷺ کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: کیا اس صاحب قبر کو جانتے ہو؟ جب بھی علیؓ کا ذکر کرو خوبی کے ساتھ کرو، اگر انھیں تکلیف پہنچاؤ گے تو ان صاحب قبر کو تکلیف پہنچاؤ گے"(۴)

---

(۱) "شرح نہج البلاغۃ" لابن میثم ج ۵ ص ۱۰۷، "الدرۃ النجفیۃ" ص ۳۳۳ لابن ابی الحدید۔

(۲) "شرح نہج البلاغۃ" لابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱۰۔

(۳) "الامالی للطوسی" ج ۲ ص ۳۴۵ مطبوعہ نجف

(۴) الامالی للطوسی ج ۲ ص ۴۶، "الامالی" للصدوق ص ۳۲۴، اس جیسی روایت "المناقب" لابن شہر آشوب ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ ہندوستان میں بھی ہے۔

اہلِ بیت کی آپ سے محبت، اور آپ سے بیعت کرنا

اہلِ بیتِ نبی ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بے حد محبت اور آپ کی عزت و احترام کیا کرتے تھے، کوئی بھی آپ کے بارے میں ایسی ویسی بات کہتا تو اس کی بات پر ہرگز کان نہ دھرتے، کوئی اگر آپ پر طعن وتشنیع کرتا تو اہلِ بیت اسے سخت برا کہتے، اس کی تردید کرتے اور اسے سختی سے ڈانٹ دیا کرتے تھے، تفصیل ان شاء اللہ آگے بیان کی جائے گی۔

اہلِ بیت آپ کی عزت واحترام کے بدلے میں ہمیشہ آپ کے ساتھ احترام وتوقیر کا معاملہ کرتے رہے، نبوت کے ثمرات انھیں دیئے، ان سے شادیاں کیں، ان کی فرمانبرداری کی، پورے خلوص کے ساتھ اطاعت ووفا کرتے رہے، آپ کے خیر خواہ رہے، اس چیز کا مشورہ دیتے جو بہتر سمجھتے، وہ آپ کو اپنا وزیر بناتے تو آپ ان کی وزارت ونیابت قبول کرتے، ان کے جھنڈے تلے جہاد کرتے، کتاب وسنت کے مطابق نصیحت کی بات بتانے میں بھی کبھی پس وپیش نہیں کیا، جو مانگا پیش کر دیا، آپؓ کے لئے ہر قیمتی سے قیمتی چیز کو خرچ کر ڈالا۔

علیؓ بن ابی طالب اپنے ایک خط میں، جو آپ نے مصر کے دوستوں کی طرف اپنے عامل مصر محمد بن ابی بکر کے قتل کے بعد لکھا، اس بات کا اقرار کر رہے ہیں آپ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کے حالات کا تذکرہ کہتے ہوئے کہتے ہیں:

"پھر ابو بکرؓ نے امورِ (سلطنت) سنبھال لئے،...... جب آپ اس دنیا سے چلے گئے تو عمرؓ نے انھیں اپنی ذمہ داری میں لے لیا، ہم نے آپ کی بات سنی، اطاعت کی اور خیر خواہ رہے"

اس کے بعد حسب عادت آپ کی بے حد تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اور عمرؓ نے اقتدار سنبھال لیا، آپ پسندیدہ سیرت اور بابرکت شخصیت کے مالک تھے"

''یعنی ہم نے آپ کی بیعت کرنے میں پس وپیش نہیں کی اور نہ آپ کی بات سننے، عمل کرنے اور نصیحت کرنے میں کبھی بخل سے کام لیا کیونکہ آپ کی سیرت بہت پاکیزہ اور اعلیٰ تھی، آپ کی ذات بابرکت ومتبرک تھی، آپ اپنے امور میں کامیاب رہے، اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کی، ہم نے آپ کی بیعت اس طرح کی جیسے تم نے عمرؓ کی بیعت کی، پھر میں نے اس بیعت کو پورا کیا اور نبھایا، پھر جب آپ قتل کردیئے گئے تو مجھے چھ میں سے چھٹا فرد بنایا گیا، میں اسی طرح شامل ہوگیا، جیسے مجھے شامل کیا گیا''

علی بن ابی طالب نے آپ کی بیعت کی، آپ کی بات سنی، اطاعت کی نصیحت کی، آپ کے فیصلوں پر خوش رہے، اس کمیٹی میں شامل ہوگئے، جس سے خلیفہ منتخب کیا جاتا تھا۔

علیؓ آپ کے وزیر، مشیر، قاضی بن کر رہے، ہم متعدد مقامات پر ذکر کرآئے ہیں کہ: فاروقؓ جن سے مشورہ طلب کیا کرتے تھے، ان میں علیؓ بن ابی طالب بھی ہیں اور اکثر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دوسروں کے مشورہ کے مقابلے میں آپ کے مشورہ پر عمل کیا، دیکھئے شیعہ مؤرخ یعقوبی لکھتا ہے:

''عمرؓ نے صحابۂ رسول سے کوفہ کی آبادی (یا سپاہیوں وغیرہ) کے بارے میں مشورہ کیا، کسی نے کہا: انھیں ہمارے درمیان تقسیم کردیجئے، علیؓ سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا: اگر آج آپ نے انھیں تقسیم کردیا تو پھر آج کے بعد وہاں سے کوئی چیز نہیں آسکے گی، اگر آپ انھیں انہی کے ہاتھوں میں رہنے دیں کہ وہ ان سے کام لیں تو ہمیں بھی فائدہ ملے گا اور ہمارے بعد والوں کو بھی، عمرؓ نے کہا: اللہ نے آپ کو ایسی (عمدہ) رائے کی توفیق دی''(۱)

اسی طرح بہت سی روایات میں مروی ہے کہ کئی ایسے مسائل درپیش ہوئے جن میں علیؓ کی رائے ایک طرف تھی اور باقی سب ایک طرف تھے، لیکن فاروقؓ نے آپ کی رائے

(۱) تاریخ الیعقوبی ج۲ص ۱۵۱-۱۵۲

اور فیصلے کو ترجیح دی، مفید نے، جسے شیخ بابا کہا جاتا ہے "عمرؓ بن الخطاب کی امارت میں علی کے فیصلے" کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم کیا ہے اور اس کے ضمن میں بہت سی روایات نقل کی ہیں، جن میں عمرؓ نے علیؓ کے فیصلے پر عمل کیا، ایک روایت یہ ہے کہ:

"عمرؓ کے پاس ایک حاملہ عورت لائی گئی، جو زنا کا ارتکاب کر بیٹھی تھی، آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا، امیر المؤمنین علیہ السلام نے آپ سے کہا: شاید آپ کوئی ایسی صورت نکال لیں، جس سے وہ بچ جائے، جو اس کے پیٹ میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ولا تزر وازرة وزر اخرىٰ﴾ عمرؓ نے کہا: اے ابوالحسن! اس پیچیدہ مسئلے کا میرے پاس کوئی حل نہیں، پھر کہا: اس کے ساتھ کیا کروں؟ آپ نے کہا: ولادت تک اس کی حفاظت کیجیے، جب ولادت ہو جائے تو اس کے بچے کی کفالت کرنے والا کوئی مل جائے تو اس وقت اس پر حد قائم کیجیے، عمرؓ یہ سن کر خوش ہو گئے اور آپ کے فیصلے پر اعتماد کرتے ہوئے اس پر عمل کیا"[1]

مفید نے ایک اور واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے:

"آپ نے ایک عورت کو طلب کیا جس کے پاس مرد بیٹھیں باتیں کر رہے تھے، جب آپ کا پیغام رساں اس عورت کے پاس پہنچا تو وہ ڈر گئی، کانپ گئی، ان کے ساتھ نکلی اور اپنا حمل گرا دیا، اس کا بچہ زمین پر گر گیا، روتا رہا اور پھر مر گیا، آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو جمع کیا اور ان سے اس کا مسئلہ پوچھا، سب نے کہا: ہم آپ کو ادب سکھانے والا سمجھتے ہیں، آپ سے ہمیشہ خیر ہی ظہور پذیر ہوا ہے، امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس بارے میں اپنی کوئی رائے نہ دی اور خاموش بیٹھے رہے، عمرؓ نے آپ سے کہا: اے ابوالحسن تمھارا کیا خیال ہے؟ آپ نے کہا: جو ان حضرات نے کہا: میں سن چکا ہوں، آپ نے کہا: تمھاری کیا رائے ہے؟ علیؓ نے کہا: ان لوگوں نے جو کہا، میں نے سن لیا، عمر نے کہا: میں تمھیں قسم دیتا

---

(۱) الارشاد ص ۱۰۹

ہوں کہ تم اپنی رائے کہو، آپ نے کہا: اگر ان لوگوں نے آپ سے نرم گفتگو کی ہے تو آپ کو دھوکہ دیا ہے اور اگر غور کیا ہے تو اس کی، جس پر دیت ادا کرنا ضروری ہے، تقصیر کی ہے، اس لئے کہ بچہ کا قتل ایسی غلطی ہے جس کا تعلق آپ سے ہے، آپ نے کہا: بخدا آپ نے ان لوگوں کے درمیان مجھے نصیحت کی، خدا کی قسم میں آپ کو اس وقت تک جانے نہ دوں گا جب تک آپ بنی عدی پر دیت نہ جاری کردیں، چنانچہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ایسا ہی کیا''[1]

ایک اور روایت سنئے:

''یونس حسن سے روایت کرتے ہیں کہ عمر کے پاس ایک عورت لائی گئی، جس نے چھ ماہ کا بچہ جنم دیا تھا آپ نے اسے سنگسار کرنے کا فیصلہ کیا، اس پر امیر المؤمنین علیہ السلام نے آپ سے کہا: آپ کی دشمن (آپ کی ذاتی دشمن نہیں) بلکہ کتاب اللہ کے مطابق آپ کی دشمن ہے، اور اللہ فرما رہے ہیں ﴿وحمله وفصاله ثلاثون شهراً﴾

اللہ نے فرمایا ہے ﴿والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعة﴾ اس وقت حد قائم کیجئے جب عورت دو سال کی مدت رضاعت پوری کرلے، اور حمل اور دودھ چھڑانے کا درمیانی عرصہ تیس ماہ ہے، جس میں سے چھ ماہ مدت حمل ہے، چنانچہ عمرؓ نے اس عورت کو چھوڑ دیا، اور اس فیصلہ کے مطابق حکم جاری کیا، اسی پر صحابہ، تابعین، اور آج تک ان کی پیروی کرنے والے عمل کرتے رہے ہیں''[2]

ایک اور روایت ملاحظہ کیجئے:

''ایک عورت کو گواہوں نے اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے آدمی سے فعل بد

---

(۱) الارشاد ص ۱۰

(۲) الارشاد ص ۱۰۹

کرواتے ہوئے دیکھ لیا، چونکہ شوہر والی تھی، اس لئے عمرؓ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ وہ کہنے لگی: خدایا تو جانتا ہے کہ میں بے قصور ہوں، اس پر عمرؓ غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے: تو گواہوں کو بھی جھوٹا کہہ رہی ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے کہا: اسے چھوڑ دیجئے اور اس سے پوچھئے شاید اس کے پاس کوئی (معقول) عذر ہو، اسے چھوڑ دیا گیا، اور واقعہ کے بارے میں پوچھا گیا، کہنے لگی: میرے گھر والے کی اونٹنیاں ہیں، میں اپنے گھر والے کی اونٹنیاں لے کر نکلی اور اپنے ساتھ پانی بھی اٹھا لیا، ان اونٹنیوں کا دودھ نہیں آتا، ہمارا پڑوسی نکلا، اس کی اونٹنیوں میں دودھ ہے، میرا پانی ختم ہو گیا، میں نے اس سے پانی مانگا، اس نے مجھے پانی پلانے سے انکار کر دیا، تا آنکہ میں اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دوں، میں نے انکار کر دیا، جب میری جان نکلنے کے قریب ہو گئی تو مجبوراً میں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا، اس پر امیر المؤمنین علیہ السلام نے کہا: اللہ اکبر ﴿فمن اضطر غير باغٍ ولا عادٍ فلا اثم عليه﴾ (پس جو شخص مجبور کر دیا گیا اور وہ زیادتی کرنے والا اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں"

"جب عمر نے یہ سنا تو اسے چھوڑ دیا"[1]

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان مسائل میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلوں پر عمل کیا، اس کو نافذ کیا جو علیؓ نے کہا، اور شیعہ روایت کے مطابق آپ کہا کرتے تھے: "علیؓ ہم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں"[2]

آپ کے فیصلے دیکھ لیجئے! کیا اب بھی کہا جا سکتا ہے کہ علی، عمر (رضی اللہ عنہما) کی مخالفت کرتے تھے، آپ کے مابین کوئی اختلاف تھا؟ غضب ہے کہ اب بھی کہا جاتا ہے کہ علیؓ اور آپؓ کے متعلقین نے عمرؓ کی بیعت نہیں کی تھی۔

---

(۱) الارشاد ۲۱۲

(۲) الامالی، للطوسی ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ نجف

کیا تصور کیا جا سکتا ہے کہ ایک آدمی سرے سے دوسرے کی خلافت وسیاست ہی کو تسلیم نہ کرتا ہو اور وہ پھر اسے اہم معاملات اور مشکل مسائل میں اپنے ساتھ شریک وشامل رکھے، اس کی صحیح رائے کو تسلیم کرے، اس کے مطابق لوگوں کے معاملات طے کرے، اس کے فیصلے کو نافذ کر دے؟

اس سے بھی زیادہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ صرف امیر المؤمنین، مسلمانوں کے خلیفہ، حضرت عمرؓ کے قاضی، مشیر اور وزیر ہی نہیں تھے بلکہ ہر طرح حکومت واقتدار میں آپ کے نائب تھے، علیؓ نے ۱۵ھ میں آپ کی اس وقت نیابت کی، جب اہل شام نے عمرؓ سے اہل فلسطین کے خلاف مدد طلب کی، آپ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ طلب کیا، علیؓ نے آپ کو روکا اور کہا: آپ خود نہ جائیے، آپ ایک کتے جیسے دشمن کی طرف جانا چاہتے ہیں؟(۱) میں دشمن کی طرف عباس بن عبدالمطلب کی موت کی تیاری سے پہلے ہی جلد چلا جاؤں گا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کی نسبت کس قدر حساس تھے اور آپ کے لئے طویل عمر کے خواہشمند تھے، تاکہ امت آپ کے بغیر انتشار کا شکار ہو کر کمزور نہ ہو جائے۔

دیکھ لیجئے کہ حضرت فاروق کو نبی ﷺ کے اہل بیت سے کتنی محبت ہے، بالخصوص آپ ﷺ کے چچا سے، چنانچہ عمرؓ شام کی طرف چلے گئے۔

"اور علی علیہ السلام مدینہ میں خلیفہ کے فرائض سرانجام دینے لگے"(۲)

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ فاروق رضی اللہ عنہ، مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو امور سلطنت کی بجا آوری کے لئے تین دفعہ مؤمنین کے دار الخلافہ میں اپنا نائب بنا کر گئے ہیں "ایک دفعہ ۱۴ھ میں، جب آپ بنفس نفیس عراق کی جنگ میں گئے، دوسری دفعہ ۱۵ھ میں اس وقت، جب آپ روم کی جنگ میں شرکت کے لئے گئے"(۳) "اور ایک دفعہ ۱۷ ہجری میں اس وقت، جب

(۱) "شرح نہج البلاغۃ" لابن ابی الحدید ج ۲ جزء ۸ ص ۳۷۰
(۲) ایضاً
(۳) "البدایہ والنہایہ" لابن کثیر ج ۷ ص ۳۵ و ص ۵۵ مطبوعہ بیروت، "الطبری" ج ۴ ص ۸۲ ص ۱۵۹ مطبوعہ بیروت۔

آپ ایلہ تشریف لے گئے''(۱)

اسی لئے جب لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا تھا ''میں تمھارا وزیر بن کر رہوں، یہ تمھارے لئے اس سے بہتر ہے کہ میں تمھارا امیر بنوں''(۲)

دراصل یہ کہہ کر آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں، بالخصوص فاروق رضی اللہ کے عہد خلافت میں اپنے وزیر ہونے کی طرف اشارہ کیا تھا، اسی لئے آپؓ، آپؓ کے بیٹے، آپ کے گھر والے اور متعلقین، سب کے سب نے عمرؓ کے جھنڈے تلے دشمنوں سے جنگیں لڑیں، آپؓ سے ہدایا وتحائف قبول کئے، لونڈیاں، باندیاں قبول کیں، اگر آپ کی خلافت ہی حق نہ تھی تو آپ کے پرچم تلے جنگیں نہ لڑتے، لونڈیاں لونڈیاں نہ رہتیں، ان کا قبول کرنا اور لطف اندوز ہونا جائز نہ ہوتا، شیعہ حضرات کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے حسنؓ بن علیؓ نے فاروقؓ کے پرچم تلے جنگ کی، آپ کے عہد خلافت میں آپ کے احکامات وارشادات کے مطابق اس لشکر میں جہاد کے لئے نکلے، جسے آپ نے جنگ ایران کے لئے بھیجا تھا، کہتے ہیں:

''اصفہان میں ایک مسجد تھی جو (لسان الارض) کے نام سے مشہور تھی، اس کا نام (لسان الارض) اس لئے رکھا گیا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب عمرؓ بن الخطاب کے عہد خلافت میں اللہ کے راستے میں جہاد کرتے، دشمن کو شکست دیتے اور ان ممالک کو فتح کرتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان پہنچے تو اس جگہ اترے جہاں یہ مسجد ہے، زمین کے اس ٹکڑے نے آپ سے باتیں کیں، اس لئے اس کو (لسان الارض) (زمین کی زبان) کہا جانے لگا''

یہ روایت بھی ہمارے دعویٰ کی دلیل بن رہی ہے۔

اب بحث کو ختم کرنے سے پہلے ہم آپ کو فاروق اعظمؓ کے ساتھ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت والتفات کا ایک اور رخ دکھائیں گے، جس سے یہ بات عیاں اور

---

(۱) الطبری۔
(۲) نہج البلاغۃ ص ۱۳۶ تحقیق صبحی

واضح ہو جائے گی کہ اہلِ بیت کے دلوں میں آپ سے کس قدر محبت تھی، اس کا واضح اور بین ثبوت یہ ہے کہ اہل بیت نے اپنے بیٹوں کے نام عمرؓ کے نام پر رکھے، تاکہ لوگ جان لیں کہ اہل بیت عمرؓ سے محبت کرتے ہیں، آپ کی ذات کو بے حد پسند کرتے ہیں، آپ کے کئے کاموں کا دل سے احترام کرتے ہیں، اسلام میں آپ کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں، تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ نبی ﷺ کے اہل بیت اور آپ کے سسر کے درمیان کس قدر مضبوط و پختہ مراسم ہیں۔

سب سے پہلے جس شخص نے اپنے بیٹے کا نام آپ کے نام پر رکھا، وہ (بقول ان کے) پہلے امام معصوم ہیں جو ان کے عقیدے کے مطابق کبھی غلطی نہیں کر سکتے، آپ نے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا، جو ام حبیب بنت ربیعہ البکر یہ کے بطن سے تھا، جسے ابو بکر صدیق نے آپ کو دیا تھا، اس بات کو شیعہ راویوں میں سے مفید، یعقوبی، مجلسی، اصفہانی اور صاحب الفصول نے ذکر کیا ہے، مفید، ''اولاد علی کی تعداد اور ان کے نام'' کے عنوان سے ایک باب میں لکھتا ہے:

''امیر المؤمنین کے لڑکے، لڑکیوں کی تعداد ستائیس تھی، ۱-حسن، ۲-حسین، ۶-عمر، ۷-رقیہ، دو جڑواں بہنیں تھیں۔ آپ دونوں کے والدہ ام حبیب بنت ربیعہ ہیں''(۱)

مشہور مؤرخ یعقوبی لکھتا ہے: ''آپ کی نرینہ اولاد کی تعداد چودہ ہے، حسن، حسین، اور محسن جو چھوٹی عمر ہی میں فوت ہو گئے، آپ کی والدہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ تھیں ....اور عمر جن کی والدہ ام حبیب بنت ربیعہ البکر یہ تھیں''(۲)

مجلسی بیان کرتا ہے: ''عمر بن علیؓ ان میں سے تھے جو کربلا میں حسین کے ساتھ شہید کر دیئے گئے، آپ کی والدہ ام البنین بنت الحزام الکلابیہ تھیں''(۳)

---

(۱) الارشاد للمفید

(۲) تاریخ الیعقوبی ج ۲ ص ۲۱۳۔ مقاتل الطالبین ص ۸۴ مطبوعہ بیرو

(۳) ''جلاء العیون'' فارسی حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہید ہونے والوں کے ذکر میں ص ۵۷۰

صاحب الفصول علی بن ابی طالب کی اولاد کے ضمن میں لکھتا ہے:

''(علیؓ کے بیٹے) عمر تغلبیہ کے بطن سے تھے، آپ کی والدہ کا پورا نام صہباء بنت ربیعہ تھا، آپ کو خالد بن ولید عین التمر کے قیدیوں میں گرفتار کر کے لائے تھے، (علیؓ کے اس بیٹے) عمر نے اٹھاون سال عمر پائی اور علی علیہ السلام کی آدھی میراث ان کے حصے میں آئی، اس لئے کہ ان کی تمام بہنیں اور سگے بھائی یعنی عبداللہ، جعفر، عثمان سب کے سب آپ سے پہلے ہی حسینؓ کے ساتھ شہید ہو چکے تھے، آپ ان میں سے بچ گئے تھے، چنانچہ آپ کو میراث ملی''[1]

علیؓ کے بعد حسنؓ نے بھی عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ محبت وعقیدت کی وجہ سے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا تھا۔

مفید ''حسینؓ بن علیؓ کی اولاد، ان کی تعداد، اور ان کے نام'' کے عنوان سے ایک باب میں لکھتا ہے:

''حسین بن علیؓ کے بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد پندرہ تھی، ۱-زید............۵-عمر، ۶-قاسم، ۷-عبداللہ، ان سب کی والدہ ام ولد تھیں'' (یعنی باندی تھیں)[2]

''عمر بن حسن ان میں تھے جنھوں نے حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہادت پائی''[3]

اصفہانی کا خیال ہے کہ آپ قتل نہیں ہوئے تھے بلکہ گرفتار ہو گئے تھے، اصفہانی نے لکھا ہے:

''(حسینؓ کی شہادت کے بعد) آپ کے اہل وعیال کو گرفتار کر لیا گیا، ان میں حسنؓ کے بیٹے عمر، زید اور حسن بن حسن بن علیؓ بن ابی طالب بھی تھے''[4]

حضرت فاطمہ اور علی کے دوسرے بیٹے، حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ایک بیٹے

---

(۱) عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص ۳۶۱۔ تحفۃ الوہاب ص ۲۵۱-۲۵۲۔ کشف الغمہ ج ۱ ص ۵۷۵

(۲) الارشاد ص ۱۹۴۔ تاریخ الیعقوبی ج ۲ ص ۲۲۷ عمدۃ الطالب ص ۸۱ منتہی الآمال ج ۱ ص ۲۴۰۔ الفصول المہمۃ ص ۱۶۶۔

(۳) جلاء العیون ص ۵۸۲

(۴) مقاتل الطالبیین ص ۱۱۹

کا نام عمر رکھا تھا، چنانچہ مجلسی ان لوگوں کے ذکر میں جو حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تھے، لکھتا ہے:

''حسینؓ کے بیٹوں میں سے، جیسا کہ مشہور ہے، علی اکبر شہید ہوئے، اور عبداللہ کو اپنے کمرے میں شہید کر دیا گیا، بعض حضرات کہتے ہیں کہ: آپ کے بیٹوں میں سے عمر اور زید بھی شہید کر دیے گئے''(۱)

حسینؓ کے بعد آپ کے بیٹے علی نے بھی، جنھیں زین العابدین کہا جاتا ہے، اپنے ایک بیٹے کا نام اپنے چچا، اپنی پھوپھی کے شوہر اور اپنے دادا کے دوست کے نام پر عمر رکھا تھا، دیکھئے مفید ''علی علیہ السلام کی اولاد'' کے باب میں لکھتا ہے:

''علی بن حسین علیہما السلام کی اولاد کی تعداد پندرہ ہے، ۱-محمد، جن کی کنیت ابو جعفر باقر ہے، آپ کی والدہ ام عبداللہ بنت حسن ہیں،...................٦-عمر، آپ کی والدہ ام ولد ہیں''(۲)

اصفہانی بیان کرتا ہے کہ یہ عمر، زید بن علی کے، والدہ اور والد دونوں کی طرف سے سگے بھائی تھے، چنانچہ زید بن علی کے بیان میں لکھتا ہے:

''زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب......کی والدہ ام ولد تھیں، ان کو مختار بن ابی عبیدہ نے علی علیہ السلام کو ہدیہ میں پیش کیا تھا، آپ سے زید، عمر، علی، اور خدیجہ پیدا ہوئے،......مختار نے تیس ہزار دینار کی ایک لونڈی خریدی اور اسے کہا: منھ دوسری طرف کر، اس نے منھ دوسری طرف کیا، پھر کہا: سامنے کی طرف منھ کر، اس نے سامنے کی طرف منھ کیا، آپ نے کہا: میں نہیں سمجھتا کہ علی بن حسین سے بڑھ کر کوئی اس کا حقدار ہے، پھر آپ نے اسے ان کی طرف بھیج

(۱) جلاء العیون للمجلسی ص ۵۸۲

(۲) الارشاد ص ۲۶۱-کشف الغمہ ج ۲ ص ۱۰۵-عمدۃ الطالب ص ۱۹۴

دیا، یہی زید بن علی کی والدہ ہیں'' [۱]

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس عمر کی اولاد میں سے بہت سے اپنے چچازاد بھائیوں کے ساتھ، عباسیوں کے ساتھ بغاوت کر کے نکلے تھے۔ [۲]

انہی کے طریقے پر ان کے ساتویں امام، موسیٰ بن جعفر کاظم نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا جیسا کہ اربلی نے ''آپ کی اولاد'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔ [۳]

قوم شیعہ کے ان پانچوں معصوم ائمہ نے عمرؓ کی وفات کے عرصۂ دراز کے بعد اپنے بیٹوں کے نام عمر رکھ کر بتادیا ہے کہ ان کے دلوں میں فاروق کے بارے میں محبت وتعلق کے کتنے جذبات موجزن ہیں۔

عمرؓ بن الخطاب کی عبقری، عظیم اور ممتاز ونمایاں اسلامی شخصیات سے کون انکار کر سکتا ہے؟ آپ سے محبت ومودت کا یہ پہلو بھی قابل التفات ہے کہ ان ائمہ کے بعد ان کی اولاد نے بھی خلوص ومحبت کے اظہار کے لئے اپنے بچوں کے نام عمر رکھے ہیں، انساب اور تاریخ وسیرت کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیا جا سکتا ہے، ان میں سے کچھ نام اصفہانی نے ''المقاتل'' اور اربلی نے ''کشف الغمۃ'' میں ذکر کیا ہے، دیکھئے اصفہانی لکھتا ہے:

''مستعین کے زمانے میں ان لوگوں میں، جو حکومت واقتدار کا مطالبہ کرنے نکلے تھے، یحییٰ بن عمر بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب جیسے لوگ تھے'' [۴]

''اور عمر بن اسحاق بن حسین بن علی بن حسین بھی تھے جو حسین ''صاحب الفخ'' (جال والے) کے نام سے مشہور ہیں، یہ موسیٰ ہادی کے زمانے میں نکلے تھے'' [۵]

''اور عمر بن حسین بن علی بن حسن بن حسین بن حسن بھی'' [۶]

---

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۲۷
(۲) تفصیل المقاتل میں ہے۔
(۳) کشف الغمۃ ص ۲۱۶
(۴) مقاتل ص ۶۲۹
(۵) مقاتل الطالبین للاصفہانی ص ۴۵۶ مطبوعہ بیروت
(۶) مقاتل الطالبین ص ۴۴۶

اور شیعہ کے علاوہ آج تک ان کی اولاد میں سے لوگ اپنے نام عمر رکھتے چلے آرہے ہیں، لیکن ہم نے دلیل کے طور پر صرف ان پانچ ائمہ کے بارے میں روایات پیش کی ہیں جن کی امامت وعصمت کے یہ معتقد وقائل ہیں۔

خوب دیکھ لیجئے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا موقف کیا تھا؟ اسی طرح ابو بکر صدیق کے متعلق بھی اہل بیت ایسے ہی احساسات ونظریات رکھتے تھے، اہل بیت ان حضرات کی عزت وتوقیر کرتے، انھیں لائق عزت وعظمت سمجھتے، ان سے محبت والفت رکھتے، اور پورے خلوص کے ساتھ اطاعت ووفا کرتے رہے، آپ کی قربت کی خاطر آپ سے رشتہ داریاں قائم کیں، اور جب آپ اس دنیا سے چلے گئے تو اپنے بیٹوں کا وہی نام رکھ کر ان کے نام کو زندہ رکھا۔

حضرت عثمان ذوالنورین کے بارے میں اہل بیت کا موقف

تیسرے خلیفۂ راشد، ذوالنورین، حیادار وسخی، رسول اللہ کے ایسے محبوب کہ جن سے آپ نے اپنی دو بیٹیوں، رقیہ اور ام کلثومؓ کی شادیاں کردیں، کسی ایک ہی آدمی کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں، یہ ایسا شرف عظیم ہے جو نہ پہلی امتوں میں سے کسی کو ملا نہ پچھلی امتوں میں سے کسی کو، علیؓ بن ابی طالب کے دوست وہم سر، جنھوں نے ابراہیمؑ خلیل اللہ کے بعد سب سے پہلے ہجرت کی، اسلام کا پرچم اٹھا کر دنیا کے ان کونوں تک پہنچے جو ابھی تک اسلام کے نام سے ناآشنا اور بیگانہ تھے، جنھوں نے مسلمانوں کی فتوحات میں گراں قدر اضافہ کیا، نئے اور وسیع وعریض ممالک کو فتح کر کے اسلامی مملکت کے زیر نگیں کیا، جنھوں نے اپنی جیب سے مسلمانوں کی ہر موقعہ پر دل کھول کر امداد کی، اس ارض مقدس پر جسے نبی نے اپنی نبوت ورسالت والے قدموں سے مقدس بنا دیا، ہجرت کے بعد جب اس سرزمین پر مسلمانوں کے پانی پینے کے لئے کوئی کنواں نہیں تھا، آپ ہی تھے جنھوں نے مسلمانوں کو کنواں خرید کر دیا تھا، اور آپ ہی نے زمین کا وہ ٹکڑا خرید کر دیا جس پر مسلمانوں نے وہ مسجد تعمیر کی جسے آخری نبی کی آخری مسجد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

آپ کا یہ لطف وکرم اور جود وسخا عوام اور خواص سب کے لئے تھا، جہاں آپ نے جیش عسرہ کو امداد بہم پہنچا کر اور اسی جیسی دوسری خدمات پیش کر کے اجتماعی بہبود کے کام کئے، وہاں آپؓ خواص کے لئے بھی سراپا خیر وبرکت، کریم وسخی اور ان کی ضروریات کے لئے اپنے خزانوں کا منھ کھول دیا کرتے تھے۔

آپ ہی تھے جنھوں نے علیؓ بن ابی طالب کی شادی میں آپ کی مدد ومعاونت کی تھی، وہ علیؓ بن ابی طالب جنھیں پہلا امام معصوم، سب نبیوں، رسولوں اور اللہ کے مقرب فرشتوں سے بھی افضل وبرتر سمجھتے ہیں۔[1] آپؓ ہی نے علیؓ بن ابی طالب کی شادی کے تمام

---

(۱) الفصول المہمۃ ص ۱۵ مطبوعہ قم ایران

اخراجات مہیا کئے، جیسا کہ علیؓ بن ابی طالب نے یہ کہہ کر خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے فاطمہؓ کی شادی کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، اپنی زرہ بیچ دو اور اس کی قیمت میرے پاس لے آؤ۔ تاکہ میں تمھارے اور اپنی بیٹی فاطمہؓ کے لئے (ایسا سامان وغیرہ تیار کروں جو تم دونوں کے لئے اچھا رہے، علیؓ کہتے ہیں:

"میں نے اپنی زرہ اٹھائی اور اسے بیچنے کے لئے بازار کی طرف چل نکلا، وہ زرہ میں نے چار سو درہم کے عوض عثمان بن عفانؓ کے ہاتھ بیچ ڈالی، جب میں نے آپ سے درہم لے لئے اور آپ نے مجھ سے زرہ لے لی، تو آپؓ نے کہا: اے ابوالحسن، کیا اب میں زرہ کا حقدار اور تم درہم کے حقدار نہیں ہو؟ میں نے کہا: ہاں کیوں نہیں؟ اس پر آپ نے کہا: تو پھر زرہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے، میں نے زرہ بھی لے لی، اور درہم بھی لے لئے اور نبی ﷺ کے پاس گیا، میں نے زرہ اور درہم دونوں چیزیں آپ کے پاس رکھ دیں اور آپ ﷺ کو بتایا کہ عثمان نے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے دعاء خیر کی"(۱)

رسول اللہ ﷺ اور علیؓ بن ابی طالب کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں:

"اللہ، ابوعمرو (حضرت عثمان بن عفان) پر رحم کرے، آپ سب سے کریم مددگار اور سب سے افضل بزرگ وپرہیزگار تھے، راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے والے تھے، دوزخ کا ذکر ہوتا تو آپ بہت رونے اور آنسو بہانے والے تھے، نیکی واچھائی کے کام میں چست اور ہر عطاء وبخشش میں سب سے آگے تھے، بڑے پیارے، وفادار تھے، آپ ہی نے جیش عسرہ کو ساز وسامان دیا رسول اللہ ﷺ کے داماد تھے"(۲)

نبی کریم ﷺ نے علیؓ وفاطمہؓ کی شادی کے گواہوں میں آپؓ کو بھی گواہ بنایا تھا، انسؓ کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) المناقب للخوارزمی ص ۲۵۲ و ۲۵۳ کشف الغمہ للاربلی ج ۱ ص ۳۵۹۔
(۲) تاریخ المسعودی ج ۳ ص ۵۱ مطبوعہ مصر۔ ناسخ التواریخ للمرزہ محمد تقی ج ۵ ص ۱۴۲۔

"جاؤ اور ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کو میرے پاس بلاؤ............ اور اتنے ہی آدمی انصار میں سے، کہتے ہیں: میں گیا اور ان کو بلا لایا، جب سب حضرات اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:...... میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے فاطمہؓ کا نکاح علیؓ سے چار سو مثقال چاندی کے عوض کر دیا ہے"(۱)

حضرت علیؓ کے لئے یہ شرف وفخر ہی بہت ہے کہ آپؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک بیٹی فاطمہؓ کی شادی کر کے انھیں اپنے ذوی الارحام اور سسرالی رشتہ داروں میں شامل کر لیا، اسی کی بناء پر شیعہ حضرات آپؓ کی افضلیت وامامت اور آپؓ کے بعد آپؓ کی خلافت کے قائل ہیں تو ان کے بارے میں کیا خیال ہے، جن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیوں کی شادیاں کیں؟ عثمانؓ کے لئے یہ بات بھی باعث فخر ہے، کہ آپؓ نے علیؓ کی شادی پر سارا خرچ کیا، اس کے لئے تمام اسباب مہیا کئے، اور انھیں شادی کا ایک گواہ بنایا گیا، آپؓ کے لئے یہی فخر بہت ہے کہ آپ کو وہ شرف واعزاز ملا جو پوری کائنات میں سے کسی کو نہیں ملا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی دو بیٹیوں کی شادیاں آپؓ سے کیں، پوری تاریخ انسانی میں اس کی مثال ڈھونڈنے سے نہ ملے گی۔

پہلے رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں حکم خداوندی سے اپنی بیٹی رقیہؓ کی شادی آپؓ سے کردی کہ آپؐ کی شان یہ ہے:"وما ينطق عن الهوىٰ إن هو إلا وحي يوحىٰ"

رقیہؓ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثومؓ کی شادی بھی آپؓ سے کردی، شیعہ حضرات کے علماء بھی ان شادیوں کے معترف ہیں، دیکھئے انتہائی متعصب شیعہ، مجلسی، جو صحابہ پر بدزبانی وطعن میں مشہور ومعروف ہے، اپنی کتاب "حیات القلوب" میں ابن بابویہ قمی سے سند صحیح کے ساتھ نقل کر رہا ہے:

"رسول اللہ ﷺ کے ہاں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے قاسم، عبداللہ، (جنھیں طاہر کہا جاتا ہے) ام کلثومؓ، رقیہؓ، زینبؓ اور فاطمہؓ پیدا ہوئیں، فاطمہؓ سے علیؓ نے شادی

---

(۱) کشف الغمۃ: ج ا ص ۳۵۸۔ بحار الانوار للمجلسی ج ا ص ۳۸

کی، ابو العاصؓ بن ربیع نے زینبؓ سے، یہ دونوں حضرات بنی امیہ سے تھے۔ اسی طرح عثمانؓ بن عفان نے ام کلثومؓ سے شادی کی، جو کہ تعلق زوجیت سے پہلے ہی وفات پا گئیں، پھر جب رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف جانے لگے تو رقیہؓ سے آپ نے ان کی شادی کر دی'' (۱)

میری نے ایک روایت جعفر بن محمد سے، ان کے والد کے واسطے سے نقل کی ہے، کہ آپ نے کہا: ''خدیجہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں قاسم، طاہر، ام کلثوم، رقیہ، فاطمہ، زینب، ہیں، علی علیہ السلام نے فاطمہ علیہا السلام سے شادی کی، ابو العاص بن ربیع نے جو کہ بنی امیہ سے تھے زینب سے شادی کی، عثمان بن عفان نے ام کلثوم سے شادی کی اور ابھی تعلق زوجیت بھی نہیں ہوا تھا کہ آپ فوت ہو گئیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کی جگہ آپ کی شادی رقیہ سے کر دی'' (۲)

مشہور مؤرخ مسعودی نبی ﷺ کی اولاد کے ضمن میں لکھتا ہے:

''ابراہیمؑ کے سوا آپ کی تمام اولاد خدیجہؓ سے پیدا ہوئی، خدیجہؓ سے آپ کی اولادیں قاسمؓ، جن کے نام سے آپ ﷺ کنیت کیا کرتے تھے، اور جو عمر کے لحاظ سے آپ کا سب سے بڑا بیٹا تھا، (یعنی سب سے زیادہ عمر پائی) پیدا ہوا، اس کے علاوہ رقیہؓ، ام کلثومؓ پیدا ہوئیں، جو ابو لہب (آپ ﷺ کے چچا کے) دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں آئیں، ان دونوں نے رقیہؓ اور ام کلثومؓ دونوں کو طلاق دے دی، طلاق کا قصہ لمبا ہے، چنانچہ عثمانؓ بن عفان نے یکے بعد دیگرے ان دونوں سے شادی کی'' (۳)

اب ہم ایک روایت بیان کریں گے جسے کلینی، عروسی حویزی نے نبی ﷺ کی اولاد

---

(۱) حیاۃ القلوب للمجلسی ج ۲ ص ۵۸۸ باب ۵۱
(۲) قرب الاسناد ص ۶، ۷
(۳) مروج الذہب ج ۲ ص ۲۹۷ مطبوعہ مصر

کے بارے میں ذکر کیا ہے، جو اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہیں، وہ بنظر غور اس روایت کو پڑھیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہؓ سے شادی کی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بیس اور کچھ سال تھی، ان کے بطن سے آپ کے ہاں بعثت سے پہلے قاسم، رقیہ، زینب، ام کلثوم اور بعثت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ علیہا السلام پیدا ہوئیں''[1]

خود علی بن ابی طالب نے بھی حضرت عثمان کے ایمان، صحابی ہونے، اپنے جیسا علم ہونے، اپنی جیسی معرفت ہونے اور اسلام میں آپ کی سبقت و برتری کی گواہی دی ہے، یہ سب چیزیں حضرت علی کے اپنے اس کلام میں موجود ہیں جو آپ نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں خود ان سے مخاطب ہوکر اس وقت فرمایا، جب لوگ آپ سے پوچھ رہے تھے، روایت ملاحظہ کیجئے:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: میرے پیچھے آنے والے لوگ میرے اور آپ کے درمیان کی بات پوچھ رہے ہیں، بخدا میں نہیں جانتا کہ میں آپ سے کیا کہوں! مجھے ایسی کوئی چیز معلوم نہیں جسے آپ نہ جانتے ہوں، نہ میں آپ کو ایسی بات بتا سکتا ہوں جو آپ کے علم میں نہ ہو، جو ہم جانتے ہیں آپ بھی جانتے ہیں، ہم نے آپ سے کوئی سبقت حاصل نہیں کی کہ اس کے بارے میں آپ کو بتائیں، خلوت میں ہم نے جو کچھ دیکھا سنا آپ تک پہنچا دیا، آپ بھی ویسا ہی دیکھتے ہیں جیسا ہم، ویسا ہی سنتے ہیں جیسا ہم، آپ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ویسے ہی رہے جیسے ہم رہے، ابن ابی قحافہ اور ابن الخطاب کے عمل آپ سے بڑھ کر نہیں، آپ میرے والد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب تھے، آپ قرابت و رشتہ داری میں ان دونوں سے زیادہ قریب ہیں، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں، یہ وہ شرف ہے جو ان دونوں کو حاصل نہیں تھا، خدا کے لئے، خدا کے لئے اپنی جان پر

---

(۱) الاصول من الکافی ج۱ ص۴۳۹، ۴۴۰

رحم کیجئے، آپ اندھے کو دکھا نہیں سکتے، جاہل کو سکھا نہیں سکتے''۔[1]

آپ نے دیکھا کہ ہمارے چوتھے خلیفۂ راشد اور ان کے پہلے امام معصوم کیا کہہ رہے ہیں؟

کیا اس کے بعد بھی کسی شکی کا شک وشبہ باقی رہ سکتا ہے کہ علیؓ آپ سے افضل ہیں؟ ان پوشیدہ باتوں کے زیادہ جاننے والے ہیں، جن سے ذوالنورین بے خبر تھے؟ کیا علی قرابت ورشتہ داری میں آپ ﷺ سے زیادہ قریب ہیں یا کیا آپ جاہل کو سکھا، یا اندھے کو دکھا سکتے ہیں؟ حیرت ہے اگر علیؓ بن ابی طالب کے اقرار واعتراف اور آپؓ کی گواہی کے بعد بھی کوئی ایسا کہے تو!

رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے دل جیسا کہا ہے، آپ سے روایت کرتے ہیں:

''ابوبکرؓ میرے نزدیک کان کی طرح، عمرؓ آنکھ جیسے، اور عثمانؓ میرے نزدیک دل کے مانند ہیں''۔[2]

خوش بختی وسعادت ہے آپؓ کی آپ کو رسول اللہ ﷺ اپنے دل کی جگہ بتا رہے ہیں، آپ کے پوتے اور جنت کی عورتوں کی سردار فاطمہ کے بیٹے حسین بن علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) آپ سے یہ روایت نقل کر رہے ہیں۔

حسن، حسین اور ان کے والد علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) کے علاوہ بھی اہل بیت کے سب افراد نے آپ کی بے حد تعریف کی ہے، دیکھئے کلینی ان کے چھٹے امام معصوم، جعفر بن باقر کی روایت نقل کرتا ہے کہ آپ ﷺ عثمانؓ کی تعریف کرتے ہوئے اور ان کے متبعین کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''دن کی ابتداء میں آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ متوجہ ہو جاؤ، علی صلوات اللہ علیہ اور ان کا گروہ ہی کامیاب ہونے والے ہیں، اور دن کی انتہا میں

---

(۱) نہج البلاغۃ تحقیق صبحی صالح

(۲) عیون اخبار الرضا ج۱ ص۳۰۳ مطبوعہ ایران

پکارنے والا پکارتا ہے کہ عثمانؓ اوران کا گروہ ہی کامیاب ہونے والے ہیں"(۱)

جعفر صادق بھی بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان کو رسول اللہ ﷺ کے ہاں ایک خاص مقام حاصل تھا، آپ ان پر اعتماد کرتے تھے، خود ان کی طرف سے نائب بنے، عثمانؓ نے نبی علیہ السلام کی اس خلوص ووفاء کے ساتھ پیروی کی جس کی نظیر نہیں مل سکتی، جعفر بتاتے ہیں کہ ایک خاص امتیاز جو عثمان کو دوسرے تمام صحابہ سے ممتاز کردیتا ہے، وہ یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا، اور پھر خود ہی ان کی طرف سے بیعت بھی کی، صلح حدیبیہ کے سلسلے کے یہ سب واقعات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے عثمانؓ بن عفان کو ان کی طرف بھیجا اور کہا: اپنی جماعت مؤمنین میں جاؤ اور انھیں خوشخبری دو کہ میرے رب نے مجھ سے فتح مکہ کا وعدہ فرمایا ہے، جب عثمانؓ بن عفان چلے تو ابان بن سعید انھیں مل گئے، جانور چرنے کی وجہ سے دیر ہوگئی، پھر اس نے عثمان کو اپنے آگے بٹھایا اور عثمان ان میں داخل ہوگئے، انھیں بتایا، لیکن جھگڑا شروع ہوگیا۔ سہیل بن عمرو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھ گیا اور عثمانؓ مشرکین کے لشکر میں بیٹھ گئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے بیعت لی اور اپنے ایک ہاتھ کو عثمان کی طرف دوسرے ہاتھ پر مارا اور مسلمانوں سے کہا: مبارک باد عثمانؓ کے لئے کہ اس نے بیت اللہ کا طواف کرلیا، صفا مروہ کے درمیان سعی کرلی اور حلال ہوگیا (یعنی احرام اتار دیا) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، جب عثمان آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم نے بیت اللہ کا طواف کیا؟ آپ نے کہا: میں کیسے بیت اللہ کا طواف کرسکتا تھا جب رسول اللہ ﷺ نے طواف نہ کیا ہو، پھر پورا قصہ اور سب واقعات بیان کئے"(۲)

---

(۱) الکافی فی الفروع ج ۸ ص ۲۰۹

(۲) "کتاب الروضۃ من الکافی" ج ۸ ص ۳۲۵، ۳۲۶

اس سے بڑھ کر کیا اطاعت وادب ہوگا کہ ایک شخص حرم میں داخل ہو جائے اور صرف اس لئے بیت اللہ کا طواف نہ کرے کہ اس کے آقا و مولیٰ رسول اللہ ﷺ نے طواف نہیں کیا۔

اسی طرح کی روایت مجلسی نے بھی اپنی کتاب ''حیاۃ القلوب'' میں نقل کی ہے، کہتا ہے:

''جب رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ مشرکین نے آپ کو قتل کر دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں یہاں سے اس وقت تک نہیں ٹلوں گا جب تک کہ ان کو قتل نہ کردوں جنھوں نے عثمانؓ کو قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگائی اور عثمانؓ کے لئے بیعت لینا شروع کی[۱] اس کے بعد پورا قصہ بیان کرتا ہے۔[۲]

یہ ہیں تیسرے امام وشہید مظلوم۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

---

(۱) اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحاً قَرِيْبًا۔ (سورہ فتح:۱۸)

یہ آیت بھی اسی موقعہ پر نازل ہوئی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ، يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ (سورہ فتح:۱۰)

(۲) ''حیاۃ القلوب ج۲ص۴۲۴ مطبوعہ طہران۔

حضرت علی کا آپ کی بیعت کرنا

حضرت علیؓ آپؓ کی خلافت و امامت کو صحیح سمجھتے تھے کیونکہ مہاجرین اور انصار سب آپ پر متفق ہو چکے تھے آپ ان کی خلافت کو اللہ کی مرضی و خوشی پر محمول سمجھتے تھے۔ آپ سمجھتے تھے کہ بیعت کر لینے کے بعد اب کسی کو بیعت توڑنے کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ موجود حضرات ہوں یا غائب۔ جب آپ امام بن چکے تو اب کوئی آپ کی امامت کا انکار نہیں کر سکتا۔ یہ بات آپ نے خود اپنے ایک خطبہ میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو جواب دیتے ہوئے کہی ہے۔ آپؓ کہتے ہیں۔

''مجلس شوریٰ مہاجرین اور انصار پر مشتمل ہے وہ کسی بھی آدمی پر اتفاق و اجتماع کر کے اسے امام بنالیں تو اسی میں اللہ کی رضا شامل حال ہوگی۔ اگر کوئی اُن کے حکم سے کسی طعن یا بدعت کی وجہ سے نکلے تو اُسے واپس لایا جائے گا۔ اگر وہ انکار کرے تو اسے مسلمانوں کی راہ سے ہٹ جانے کی بناء پر قتل کر دیا جائے گا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا۔''(۱)

آپ ان چھ حضرات میں سے ایک تھے جن میں سے فاروق رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق مسلمانوں کا خلیفہ اور امیر المؤمنین چنا جانا تھا۔ جب عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے مہاجرین اور انصار کے ذمہ دار افراد سے مشورہ کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور بتا دیا کہ مہاجرین و انصار عثمانؓ ہی کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بیعت کی اور اس کے بعد بیعت کرنے والے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

''سب سے اول عثمانؓ بن عفان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور ان کے بعد علیؓ بن ابی طالب ہیں۔''(۲)

علی مرتضیٰؓ خود بھی یہی کہہ رہے ہیں:

---

(۱) ''نہج البلاغۃ'' ص ۳۶۸ تحقیق صبحی

(۲) ''طبقات ابنِ سعد'' ج ۳ ص ۴۲ مطبوعہ لیدن، ''البخاری'' باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفان۔

''جب آپ کو (یعنی فاروقؓ کو) شہید کر دیا گیا تو میں چھ میں سے چھٹا آدمی تھا۔ میں اسی طرح اس اس کمیٹی میں شامل ہوگیا جس طرح انھوں نے چاہا۔ مجھے گوارا نہیں تھا کہ میں مسلمانوں کی جماعت میں تفریق ڈال کر انھیں کمزور کر دوں۔ چنانچہ تم نے بھی عثمانؓ کی بیعت کی اور میں نے بھی ان کی بیعت کی۔''(۱)

ایک جگہ کہتے ہیں:

''تم جانتے ہو کہ میں ہی خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ بخدا میں نے بھی وہی تسلیم کر لیا جو سب مسلمان کر چکے تھے۔ مُجھ پر کوئی زبردستی نہیں تھی۔(۲)

اس کی شرح میں ابنِ ابی الحدید جو کہ مشہور معتزلی شیعہ ہے، لکھتا ہے کہ ''عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے علیؓ سے کہا: میں نے اس وقت بیعت کی کہ اگر نہ کرتا تو مسلمانوں کی راہ سے ہٹ جاتا...... پھر کہتے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ میں ہی خلافت کا سب سے زیادہ حقدار تھا...... پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اور بیعت کر لی۔''(۳)

علیؓ آپؓ کے مخلص وو وفادار دوستوں میں تھے۔ آپ کو نصیحت بھی کرتے، مشورے بھی دیتے اور آپ کے دور میں بھی صدیقؓ و فاروقؓ کی طرح فیصلے کیا کرتے تھے۔ شیعہ محدثین نے اپنی کتابوں میں مستقل ابواب قائم کیے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ذوالنورین کے دورِ خلافت میں آپ نے یہ یہ فیصلے کیے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین!

مفید نے اپنی کتاب ''الارشاد'' میں عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ''علیؓ کے فیصلے'' کے عنوان سے ایک باب ذکر کیا ہے جس میں ایسے بہت سے فیصلے نقل کیے گئے ہیں جو علیؓ نے کیے اور عثمانؓ نے انھیں نافذ کیا، لکھتا ہے:

''ایک عورت نے ایک بوڑھے مرد سے نکاح کیا اور حاملہ ہوگئی، بوڑھے نے سوچا کہ

---

(۱) ''الامالی'' للطوسی ج ۲ جزء ۱۸ ص ۱۲۱ مطبوعہ نجف۔

(۲) ''نہج البلاغۃ'' تحقیق صبحی صالح ص ۱۰۲۔

(۳) ابن ابی الحدید ''ناسخ التواریخ'' ج ۲، کتاب ۲ ص ۴۴۹ مطبوعہ ایران۔

میں نے تو اس کے ساتھ جماع کیا نہیں لہٰذا یہ حمل میرا نہیں۔ عثمانؓ کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا۔ آپ نے عورت سے پوچھا، کیا اس بوڑھے نے اپنا پانی تم میں گرایا ہے؟ وہ باکرہ تھی، کہنے لگی: نہیں، عثمانؓ نے کہا پھر اس پر حد جاری کرو، یہ سن کر امیر المؤمنین علیہ السلام نے آپ سے کہا، عورت کے دوزہر ہیں، ایک حیض اور ایک پیشاب، شاید کبھی یہ بوڑھا اس کے قریب گیا ہو اور اس کا پانی اس کے زہرِ حیض میں مل گیا ہو جس سے یہ حاملہ ہو گئی ہو۔ اس آدمی سے اس کے بارے میں پوچھا گیا، اس نے کہا: میں اس کے آگے والے حصے میں اپنا پانی بہا دیا کرتا ہوں کیونکہ (قدرتِ جماع) نہیں رکھتا، یہ سن کر امیر المؤمنین علیہ السلام نے کہا: اسی کا حمل ہے اور اسی کی اولاد ہے۔ اور اسے اپنے نطفہ سے انکار کرنے کی بناء پر سزا دی، عثمانؓ نے اسی فیصلہ کو نافذ کیا اور (علیؓ کی معاملہ فہمی) پر تعجب کیا۔"(۱)

ایک اور فیصلہ سنئے:

"ایک مرد کی ایک لونڈی تھی جس سے اس کی اولاد ہوئی۔ پھر اس نے اسے علیٰحدہ کر دیا اور اس کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا۔ مالک فوت ہو گیا اور وہ اس کے بیٹے کی ملک سے آزاد ہو گئی اور اس کا بیٹا اس کے شوہر کا وارث بنا (مالِ میراث میں وہ غلام بھی جس سے اس عورت نے شادی کی تھی اس عورت کے بیٹے کے حصے میں آ گیا۔) پھر بیٹا فوت ہو گیا اور وہ اپنے بیٹے کے مال کی، جو دراصل اس کا شوہر تھا، وارث بنی۔ اب (وہ غلام اور یہ عورت) دونوں جھگڑا کرتے ہوئے عثمانؓ کے پاس آئے۔ عورت کہتی تھی، یہ میرا غلام ہے، اور وہ کہتا تھا: یہ میری عورت ہے، میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ عثمانؓ کہنے لگے: مشکل سا مسئلہ ہے، امیر المومنین علیہ السلام آئے اور کہا: اس سے پوچھئے کہ کیا اس نے اس کو میراث میں لے کر اس سے جماع کیا ہے؟ وہ کہنے لگی: نہیں، آپ نے کہا، اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ اس نے ایسا کیا ہے تو میں اسے سخت سزا دیتا۔ جا، یہ تیرا غلام ہے، اس کا تجھ پر کوئی حق نہیں، چاہے تو اسے غلام رکھ، چاہے تو

(۱) "الارشاد" ص ۱۱۲، ۱۱۳ مطبوعہ مکتبہ بصیرتی قم، ایران۔

آزاد کر، اور چاہے تو اسے بیچ ڈال۔"(۱)

کلینی نے اپنی صحیح میں ابو جعفر محمد باقر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے کہا:

"جب ولید بن عقبہ پر شراب کی گواہی دی گئی تو عثمانؓ نے علی علیہ السلام سے کہا: آپ ان کے، اور ان لوگوں کے درمیان جو سمجھتے ہیں کہ آپ نے شراب پی ہے فیصلہ کر دیجئے۔ علی علیہ السلام نے ایک ایسا کوڑا چالیس دفعہ مارنے کا حکم دیا جس کی دو شاخیں تھیں۔(۲)

مشہور مورخ یعقوبی لکھتا ہے:

"جب ولید عثمانؓ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا: کون اسے مارے گا، لوگ قرابت کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئے اور عثمانؓ بھی ماں کی طرف سے اس کے بھائی تھے، چنانچہ علیؓ اٹھے اور آپ کو کوڑے لگائے۔"(۳)

ایسے کام وہی کر سکتا ہے جس کے نزدیک خلیفہ وقت کی خلافت مسلّم ہو، وہی امیر کے احکامات کی بجا آوری اور حاکمِ وقت کی حکومت میں اس کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے جس کے نزدیک اس کی حکومت صحیح و جائز ہو۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب، آپ کی اولاد اور تمام بنی ہاشم تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمانؓ بن عفان کی ہر طرح اطاعت کرتے رہے۔

اس بات کی ایک اور دلیل علیؓ بن ابی طالب کا وہ قول ہے جو آپ نے اس وقت فرمایا، جب لوگ تیسرے امام مظلوم ذوالنورین کی شہادت کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اس قول کو شیعہ حضرات کی مقدس ترین کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے، آپ نے کہا:

"مجھے چھوڑ دو کسی اور کو ڈھونڈو۔ اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں بھی تمہارے جیسا ایک فرد ہوں۔ جس کو بھی تم اپنا حاکم بناؤ گے میں اس کی بات سنوں گا اور اس کی اطاعت کروں گا۔(۴)

---

(۱) "الارشاد" ص ۱۱۲، ۱۱۳ مطبوعہ مکتبہ بصیرتی قم، ایران۔

(۲) "الکافی من الفروع" ج ۷ ص ۲۱۵ باب ما یجب فیہ الحد من الشراب۔

(۳) "تاریخ الیعقوبی" شیعہ ج ۲ ص ۱۶۵۔

(۴) "نہج البلاغۃ" تحقیق صبحی صالح ص ۱۳۶۔

حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ اہلبیت کے تعلقات

اہل بیت آپؓ کو کس قدر پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے، اس کا اندازہ کچھ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ہاشمی خاندان کے کثیر افراد نے آپ کی خلافت و امامت کے دوران کئی اہم عہدے قبول کئے اور بہت سے اہم مناصب پر فائز رہے،

مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب عہدۂ قضاء پر فائز رہے۔ (۱)

اسی طرح حارث بن نوفل بھی اسی اہم عہدے پر فائز رہے۔ (۲)

عبداللہ بن عباسؓ نے ۳۵ھ میں امارتِ حج کا عہدہ قبول کر کے امیرِ حج کے فرائض سر انجام دیئے۔ (۳)

اس کے علاوہ سب اہل بیت آپؓ کے پرچم تلے مشغولِ جہاد رہے۔ ان لشکروں میں شامل و شریک رہے جو کفار اور دوسرے دشمنانِ اسلام کے ساتھ برسرِ پیکار رہے تھے، چنانچہ نبی ﷺ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) اس لشکر میں شریک تھے جس نے ۲۶ھ میں افریقہ میں متعدد اسلامی جنگیں لڑیں۔ (۴)

عبداللہ بن ابی سرح کی زیرِ قیادت برقہ، طرابلس اور افریقہ کی طرف جانے والے لشکر میں علی بن ابی طالب کے دونوں بیٹے حسن اور حسین کے علاوہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، ان کے چچا اور نبی ﷺ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی شریک تھے۔ (۵)

''خراسان، طبرستان اور جرجان کی جنگوں میں لڑنے والوں میں حسنؓ، حسینؓ اور عبداللہ بن عباسؓ بھی سعیدؓ بن عاص اموی کے زیرِ قیادت جنگ لڑ رہے تھے۔''(۶)

---

(۱) ''الاستیعاب''، ''اسد الغابۃ'' ''الاصابۃ'' وغیرہ۔

(۲) ''طبقات''، ''الاصابۃ''

(۳) ''تاریخ الیعقوبی'' ج۲ ص۱۷۶

(۴) ''الکامل لابن الاثیر'' ج۲ ص۴۵

(۵) تاریخ ابن خلدون ج۲ ص۱۰۳

(۶) ''تاریخ الطبری'' ''الکامل لابن الاثیر'' ''البدایۃ والنہایۃ'' ''تاریخ ابنِ خلدون''

اس کے علاوہ بھی اہلِ بیت متعدد جنگوں اور معرکوں میں شریک رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اہلِ بیت کی خدمت میں مالِ غنیمت اور دیگر تحائف کے علاوہ لونڈیاں اور خدام بھی ہدیہ میں دیا کرتے تھے۔ مامقانی اپنے آٹھویں امامِ معصوم۔ رضا سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ آپ نے کہا:

''عبداللہ بن عامر بن کرز نے جب خراسان کو فتح کیا تو اسے عجمی شہنشاہ یزدجر بن شہریار کی دو بیٹیاں ہاتھ لگیں۔ اس نے ان دونوں کو عثمانؓ بن عفان کے پاس بھیج دیا۔ آپؓ نے ایک حسنؓ کو اور دوسری حسینؓ کو ہبہ کردی، جو دونوں مرتے دم تک انہی دونوں حضرات کے پاس رہیں۔''(۱)

عثمانؓ بن عفان حسنؓ اور حسینؓ کے ساتھ بے حد محبت و اکرام سے پیش آتے تھے، اسی لئے جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کا گھیراؤ کرلیا تو علیؓ نے اپنے دونوں بیٹوں حسنؓ اور حسینؓ کو ان کی طرف بھیجا اور کہا: اپنی تلواریں لے کر جاؤ اور عثمانؓ کے دروازے پر اس طرح پہرہ دو کہ کوئی اندر نہ جانے پائے۔(۲)

دیگر کئی صحابہؓ نے بھی اپنے بیٹوں کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو روکیں اور عثمان رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچنے دیں۔ ان میں ایک علیؓ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن عباسؓ بھی تھے جو آخیر وقت تک آپؓ کا دفاع کرتے رہے اور آپ کے دروازے پر ڈٹے رہے۔ انہی سنگین وسیاہ دنوں میں جب حضرت ذوالنورینؓ نے آپ کو حج کا امیر مقرر کیا تو آپ کہنے لگے: اللہ کی قسم اے امیر المومنین یہاں جہاد کرنا میرے نزدیک حج سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ میں نے قسم کھالی ہے کہ اس وقت تک نہ ٹلوں گا جب تک یہ چلے نہ جائیں۔''(۳)

خود علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ابتدائی حالات میں آپ کا دفاع کرنے والوں میں شریک

---

(۱) ''تنقیح المقال فی علم الرجال'' للمامقانی ج ۳ ص ۸۰ مطبوعہ طہران۔

(۲) ''انساب الاشراف'' للبلاذری ج ۵ ص ۶۸، ۶۹ مطبوعہ مصر۔

(۳) ''تاریخ الامم والملوک'' ۳۵ھ کے حالات میں۔

تھے۔ انہی کی کتاب اٹھا کر ذرا یہ الفاظ پڑھئے:

''آپ نے خود (یعنی علیؓ نے) بھی کئی دفعہ آ کر لوگوں کو ان (یعنی عثمانؓ) کے قریب سے ہٹایا اور اپنے دونوں بیٹوں اور بھتیجے عبداللہ بن جعفرؓ کو بھی وہاں پر پہرہ دینے کا حکم دیا۔ (۱)

''آپ دیر تک انھیں زبان اور ہاتھ سے دور کرتے رہے۔ جب دیکھا کہ انھیں بھگانا ممکن نہیں تو آپ وہاں سے چلے آئے۔''(۲)

''آپ اپنی زبان، ہاتھ اور اپنی اولاد کی مدد سے (باغیوں) کو ہٹاتے رہے۔ لیکن کچھ نہ بن سکا۔''(۳)

آپ خود اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اللہ کی قسم میں اس حد تک (لوگوں کو) آپ سے روکتا رہا کہ میں نے سوچا کہیں گناہگار نہ ہو جاؤں۔ (۴)

کیونکہ حضرت ذوالنورینؓ نے آپ کو دفاع کرنے سے روک دیا تھا اور فرمایا تھا:

''میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم سب اپنا اسلحہ لے کر چلے جاؤ اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔''(۵)

''آپ (یعنی عثمانؓ نے) حسن بن علیؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، محمد بن طلحہؓ اور دیگر انصار کے بچوں کو روک دیا، چنانچہ عثمانؓ نے انھیں ڈانٹتے ہوئے کہا: تم میری مدد سے بری ہو۔''(۶)

چنانچہ جہاں دوسرے صحابہؓ کے بیٹے زخمی ہوئے وہاں زخمی ہونے والوں میں حسن بن علی

---

(۱) ''شرح نہج البلاغۃ'' لابنِ ابی الحدید ج۱۰ ص۵۸۱ مطبوعہ: قدیم، ایران۔

(۲) ''شرح ابن میثم البحرانی'' ج۴ ص۳۵۴ مطبوعہ طہران۔

(۳) ''شرح ابن ابی الحدید'' اس روایت کے تحت ''با یعنی القوم الذین بایعوا ابابکر.''

(۴) ''شرح نہج البلاغۃ'' لابن ابی الحدید ج۲ ص۲۶۸۔

(۵) ''تاریخ خلیفہ بن خیاطؒ'' ج۱ ص۱۵۱، ۱۵۲ مطبوعہ عراق

(۶) ''شرح النہج'' زیرِ عنوان، عثمان کا محاصرہ اور پانی بند کر دینا۔

رضی اللہ عنہما اور ان کے غلام قنبر بھی تھے۔"(۱)

جب سرکش باغیوں نے آپ کا پانی بھی بند کردیا تو علیؓ نے انھیں خطاب کرتے ہوئے کہا:

"اے لوگو! جو کام تم کررہے ہو نہ مسلمانوں نے کئے ہیں نہ کافروں نے، ایرانی ورومی بھی جب کسی کو گرفتار کرتے ہیں تو اسے کھانے پینے کو دیتے ہیں، خدا کے لئے اس آدمی کا پانی نہ بند کرو، علیؓ نے بنی ہاشم کی ایک عورت کے ہاتھ پانی کی بھری تین مشکیں آپ کے پاس بھیجیں۔"(۲)

اخیر میں ہم آپ کو مشہور شیعہ مورخ مسعودی(۳) کی زبانی اس روح فرسا اور درد افزا المیہ کی کہانی سناتے ہیں، لکھتا ہے:

"جب علیؓ کو یہ پتہ چلا کہ وہ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں آپ نے حسنؓ اور حسینؓ کو اپنے دیگر متبعین کے ساتھ ہتھیار دے کر عثمانؓ کی طرف بھیجا، کہ ان کے دروازے پر ان کی مدد کے لئے پہرہ دیں۔ انھیں حکم دیا کہ لوگوں کو وہاں ہرگز پہنچنے نہ دیں، اسی طرح زبیرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ، طلحہؓ نے اپنے بیٹے محمد اور بہت سے صحابہؓ نے اپنے اپنے بیٹوں کو ان کی مدد کے لئے

---

(۱) "الانساب" بلاذری ج ۵ ص ۹۵ "البدایہ" بضمن "عثمان کا قتل"

(۲) "ناسخ التواریخ" ج ۲ ص ۵۳۱۔ اسی جیسی روایت "انساب الاشراف" بلاذری ج ۵ ص ۶۹ میں بھی ہے۔

(۳) اس کا نام ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی ہے۔ بغداد میں تیسری صدی کی آخری تہائی میں پیدا ہوا۔ بہت سے مشرقی اور افریقی ممالک میں پھرتا رہا اور ۳۴۲ھ یا ۳۴۶ھ میں وفات پائی۔

محسن امین شیعہ مورخین کے طبقہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: مسعودی تاریخ کا امام ہے "مروج الذہب" اور "اخبار الزمان" کا مصنف ہے (اعیان الشیعہ قسم ثانی ج ۱ ص ۱۳۰)

قمی نے کہا ہے: "یہ مورخین کا شیخ اور سربراہ ہے۔ اس نے اور کتابوں کے علاوہ امامت میں بھی ایک کتاب "اثبات الوصیۃ لعلی بن ابی طالب" کے نام سے لکھی ہے۔ "مروج الذہب" کا مصنف ہے۔ نجاشی نے شیعہ راویوں کی فہرست میں شمار کیا ہے۔" (الکنیٰ والالقاب ج ۲ ص ۱۵۳)

خوانساری نے اس کی تعریف میں کئے گئے بہت سے شیعہ علماء کے اقوال نقل کئے ہیں جنھوں نے اس کی بہت سی خوبیوں کی تعریف کی ہے "ہم امامیہ حضرات کا شیخ متقدم ہے" یہ "صدوق کا ہم عصر ہے۔ اہم ترین علماء امامیہ اثنا عشریہ کے فاضل ترین لوگوں میں سے ہے۔" (روضات الجنات ج ۴ ص ۲۸۱)

بھیجا۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، ان حضرات نے باغیوں کو گھر تک پہنچنے سے روکے رکھا، ان پر تیر برسائے گئے، لوگ باہم گڈمڈ ہو گئے، حسنؓ زخمی ہو گئے، قنبر کا سر پھٹ گیا، محمد بن طلحہؓ بھی زخمی ہو گئے، لوگ ڈر گئے کہ کہیں بنو ہاشم اور بنو امیہ میں تعصب کی جنگ نہ چھڑ جائے، انھوں نے لوگوں کو دروازے پر لڑتا چھوڑ دیا، کچھ آدمی انصار کے گھروں میں ان کی دیواریں پھاند کر داخل ہو گئے۔ محمد بن ابی بکر اور دوسرے دو آدمی آپ تک پہنچے، عثمانؓ کے قریب ان کی بیوی تھی، ان کے گھر والے اور دوسرے افراد لڑنے میں مشغول تھے، محمد بن ابی بکر نے ان کی داڑھی کو پکڑا۔ آپ کہنے لگے: اے محمد! بخدا اگر تیرے والد تجھے یہاں دیکھتے تو بہت برا سمجھتے، اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور وہاں سے نکل کر گھر کی طرف چلا گیا، اس کے بعد دو آدمی داخل ہوئے اور انھیں قتل کر دیا۔ اس وقت قرآنِ پاک آپ کے سامنے تھا جسے آپؓ پڑھ رہے تھے، آپ کی بیوی اٹھ کھڑی ہوئیں، زور زور سے رونے اور کہنے لگیں، امیر المؤمنین قتل ہو گئے، یہ سن کر حسنؓ اور حسینؓ آئے اور ان کے ساتھ بنی امیہ کے کچھ افراد بھی تھے، انھوں نے دیکھا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی ہے۔ رضی اللہ عنہ۔ سب رونے لگے۔ علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ اور دوسرے مہاجرینؓ و انصارؓ تک یہ خبر پہنچی سب واپس آ گئے اور گھر میں داخل ہو گئے۔ سب بے حد پُر درد و غم رسیدہ تھے۔ علیؓ اپنے دونوں بیٹوں سے (شدتِ غم میں) کہنے لگے۔ تمہارے دروازے پر ہوتے ہوئے امیر المؤمنین کیسے قتل ہو گئے؟ حسنؓ کو طمانچہ مارا، حسینؓ کے سینے پر مارا۔ محمد بن طلحہ کو گالی دی، اور عبداللہ بن زبیر کو سخت برا بھلا کہا۔ (۱)

شہید ہونے کے بعد علیؓ اور آپ کے گھر والوں ہی نے رات میں آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی اور آپ کو دفن کیا۔ دیکھئے معتزلی شیعہ ابنِ ابی الحدید لکھتا ہے:

"آپ اور آپ کے ساتھ گھر والوں میں سے تھوڑے سے لوگ نکلے، جن میں حسن بن علی، ابن زبیر اور ابوجہم بن حذیفہ تھے، یہ حضرات مغرب اور عشاء کے درمیان (جنازہ لے کر) نکلے اور مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں لے آئے۔ یہ باغ جنت البقیع سے باہر

(۱) "مروج الذهب" للمسعودی ج ۲ ص ۳۴۴ مطبوعہ بیروت۔

تھا اور اسے حش الکوکب کہا جاتا تھا۔ وہاں ان حضرات نے آپ کی نماز پڑھی۔"(۱)

آپؓ کے ساتھ اہل بیت کی محبت کا یہ بھی ایک منھ بولتا ثبوت ہے کہ انھوں نے اپنی بیٹیوں کی شادیاں ان کے بیٹوں سے کیں۔ بلکہ خود ان سے کیں اور کیوں نہ کرتے کہ جب اللہ کی مخلوق میں سب سے اعلیٰ ترین فرد نے اپنی بیٹیوں کی شادیاں ان سے کردی تھیں۔ اہل بیت اپنے بیٹوں کے نام ان کے نام پر رکھا کرتے تھے۔ دیکھئے مفید لکھتا ہے کہ علی بن ابی طالب کے ایک بیٹے کا نام عثمان تھا۔

"امیر المؤمنین کے ستائیس لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔ ۱-حسنؓ، ۲-حسینؓ......۱۰-عثمان، آپ کی والدہ ام البنین بنت حزام بن خالد بن ورام تھیں۔(۲)

اصفہانی نے لکھا ہے کہ یہ بھی اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ جب عثمان بن علیؓ شہید کئے گئے تو اس وقت ان کی عمر اکیس برس تھی۔ ضحاک نے لکھا ہے:

"خولی بن یزید نے عثمان بن علیؓ پر تیر چلایا جس سے آپ پچھاڑ کھا کر گر گئے۔ بنی ابان بن دارم میں سے ایک آدمی نے آپ کو گرفتار کرلیا، اور قتل کر کے آپ کا سر اتار لیا۔"(۳)

یہ ہے عثمانؓ بن عفان کی صحیح تصویر! وہ عثمانؓ جو دامادِ رسول اور دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کے محبوب ہیں۔ جن سے اہل بیت اور اہل بیت کے دوسرے تمام عزیز و اقارب اسی طرح بے حد محبت کیا کرتے تھے، جس طرح صدیقؓ و فاروقؓ سے، جیسا کہ خود علی مرتضیٰ نے کیا ہے۔ وہ جو رسول اللہ ﷺ سے قرابت و رشتہ داری میں سب سے قریب تھے، ان کو رسول اللہ ﷺ کے داماد ہونے کا وہ شرفِ عظیم ملا تھا جو صدیقؓ و فاروقؓ کو نہیں ملا۔"(۴)

قارئین نے ان صفحات میں دیکھا کہ اہل بیت کے ہاں صدیقؓ، فاروقؓ اور عثمانؓ تینوں خلفاء راشدین کا کیا مقام و موقف ہے۔

---

(۱) "شرح النہج" لابن ابی الحدید ج۱ ص ۱۹۷ مطبوعہ قدیم ایران ج۱ ص ۱۹۸ مطبوعہ بیروت۔
(۲) "الارشاد" للمفید ص ۱۸۶ "امیر المومنین کی اولاد کا ذکر" کے تحت
(۳) "مقاتل الطالبین" ص ۸۳ "عمدۃ الطالب" ص ۳۵۶ نجف، "تاریخ الیعقوبی ج۲ ص ۲۱۳۔
(۴) "نہج البلاغہ" تحقیق صبحی صالح ص ۲۳۴۔

تینوں خلفاء راشدین کے بارے میں اہل بیت کا موقف۔

محبت اہل بیت کے جھوٹے دعویدار وہ شیعہ حضرات جو اپنے مذہب کو اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور جن کا دعویٰ ہے کہ ہم لوگ اہل بیت کی اطاعت و پیروی کر رہے ہیں، درحقیقت کھلم کھلا ان کی مخالفت کر رہے ہیں۔ یہ حضرات صدیقؓ و فاروقؓ اور ذوالنورینؓ کے ساتھ انتہائی درجہ کا بغض اور عداوت رکھتے ہیں۔ ان مقدس حضرات کو گالیاں بکتے اور برا بھلا کہتے ہیں بلکہ بدزبانی کی انتہا یہ ہے کہ ان حضراتِ صحابہ کو کافر و فاسق تک کہہ دیتے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس فعلِ شنیع و مکروہ کو خدا کا پسندیدہ ترین عمل قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس سے زیادہ موجب اجر و ثواب کوئی فعل نہیں کہ ان حضرات کو گالیاں بکی جائیں اور برا بھلا کہا جائے۔ ان کی کوئی کتاب اور کوئی رسالہ آپ کو نہیں ملے گا جو گالیوں، بدزبانیوں اور طعن و تشنیع سے بھرپور نہ ہو، جس میں رسول اللہ ﷺ کے مخلص ترین ساتھیوں پر کیچڑ نہ اچھالا گیا ہو۔ اللہ کا وہ رسول جو سب سے زیادہ متقی تھا، اللہ کا سب سے پیارا تھا۔ اس کی شریعت کا لانے والا، اس کی ناموس و رسالت کا مبلغ، اس کا نمائندہ اور پسندیدہ نبی۔ اس نبی ﷺ کے بزرگ و متقی شاگردوں پر جن سے امت کے بہترین لوگوں نے ہدایت پائی، یہ بدزبان طعن و تشنیع کے تیر برساتے ہیں۔ خدائے ستار و غفار ان مقدس صحابہؓ سے راضی ہو۔

دیکھئے ملا محمد کاظم اپنی کتاب میں روایت کرتا ہے:

''ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے یہ زین العابدین کے حوالہ سے جھوٹی بات کہہ رہا ہے کہ: آپ نے کہا: جس نے جبت (یعنی صدیق) اور طاغوت (یعنی فاروق) پر ایک دفعہ لعنت بھیجی اللہ اس کے لئے ستر لاکھ نیکیاں لکھتا ہے، ستر لاکھ گناہ اس کے دھو ڈالتا ہے، ستر لاکھ درجے اس کے بلند کرتا ہے۔ جس نے رات کو ان دونوں پر ایک دفعہ لعنت بھیجی اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے، ہمارے آقا علی بن حسین نے کہا ہے: میں اپنے آقا ابوجعفر محمد باقر کے پاس گیا، میں نے کہا: اے میرے آقا کیا آپ کو وہ حدیث سناؤں جو میں نے اپنے والد سے سنی ہے،

آپ نے کہا، سناؤ اے ثمالی، میں نے یہ حدیث انھیں سنائی، آپ کہنے لگے: ہاں اے ثمالی! تم چاہتے ہو کہ میں تمھیں مزید سناؤں؛ میں نے کہا: کیوں نہیں میرے آقا، اس پر آپ نے کہا: جس نے ان دونوں پر ہر صبح ایک دفعہ لعنت بھیجی اس دن رات ہونے تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ اور جس نے رات کو ان دونوں پر ایک دفعہ لعنت بھیجی، صبح ہونے تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ کہتا ہے، پھر ابو جعفر چلے گئے اور میں اپنے آقا صادق کے پاس آ گیا، میں نے کہا: ایک حدیث سناؤں جو میں نے آپ کے والد اور دادا سے سنی ہے؛ آپ کہنے لگے سناؤ اے حمزہ! میں نے یہی حدیث انھیں بھی سنائی، آپ نے کہا، سچ ہے اے ابو حمزہ اور پھر آپ علیہ السلام نے کہا: اور ایک لاکھ درجے بلند ہوتے ہیں۔ پھر کہا: بے شک اللہ بہت کرم کرنے والا ہے۔"(۱)

پھر یہ حضرات لوگوں کو ایسا کرنے کا حکم دیتے ہیں:

"ہم بنی ہاشم اپنے چھوٹوں بڑوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ان دونوں کو گالیاں بکیں اور ان سے اپنی براءت کا اعلان کریں۔"(۲)

اس کے بعد کوئی ایسی گالی نہیں جو ان بدبختوں نے ان مقدس اور بزرگ ہستیوں پر دے نہ ڈالی ہو۔

ان کا (مفسر) عیاشی اپنی تفسیر میں سورۂ براءت کی تفسیر کرتے ہوئے ابو حمزہ ثمالی کی روایت نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا ہے: میں نے (امام سے) پوچھا: اللہ کے دشمن کون ہیں؟ آپ نے کہا چار بت ہیں، کہتا ہے، میں نے کہا: کون کون سے؟ آپ نے کہا ابو الفصیل، رمع، نعثل اور معاویہ، اور جو بھی ان کے دین کا ماننے والا ہو۔ جس نے ان سے دشمنی کی اس نے خدا کے دشمنوں سے دشمنی کی۔"(۳)

اس کے بعد حاشیہ نویس ان تین اصطلاحات کی تشریح کرتے ہوئے جزری سے یہ

(۱) "جمع الفضائح"، للملا کاظم؛ "ضیاء الصالحین" ص ۵۱۳
(۲) "رجال الکشی" ص ۱۸۰۔
(۳) "تفسیر العیاشی" ج ۲ ص ۱۱۶؛ "بحار الانوار" للمجلسی ج ۷ ص ۳۷

روایت نقل کرتا ہے کہ:

لوگ ابوبکر کو ابوالفصیل کی کنیت سے پکارا کرتے تھے، اس لئے کہ فصیل بھی "بکر" کے قریب ہی کی چیز ہے، بکر سے مراد جوان اونٹ اور فصیل کا مطلب ہے اونٹنی کا وہ بچہ جو حال ہی میں اپنی ماں سے الگ ہوا ہو۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ (یعنی ابوبکر) کچھ عرصہ تک فصیل جانوروں کو چرا تا رہا ہے اس لئے لوگ اسے ابوالفصیل کہنے لگے، اور ماہرین لغت نے کہا ہے کہ: ابوبکر بن ابی قحافہ عام الفیل میں تین سال کا تھا، اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ عزیٰ ایک بت کا نام ہے اور زمانۂ جاہلیت میں اس کی کنیت ابوالفصیل تھی۔ جب اسلام لایا تو عبداللہ نام رکھا اور ابوبکر کنیت ہوگئی۔ لفظ "رمع" کی تفسیر یہ ہے کہ یہ دراصل عمر کا الٹا نام ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے جس نے غلام کی شہادت کو رد کیا وہ رمع تھا، سب سے پہلے جس نے مالِ میراث کا لالچ کیا وہ رمع تھا۔

نعثل ایک ایسے آدمی کا نام ہے جس کی ڈاڑھی بہت لمبی تھی، جوہری نے کہا ہے: "عثمان جب اس کے قریب ہوتا تھا تو اسی جیسا لگتا تھا۔"(۱)

دیکھئے ان بدبختوں کی طرف، ان میں ذرا بھی شرم وحیا نام کی کوئی چیز نہیں کہ ان بہترین وپاکیزہ ترین افراد کو بتوں سے ملا رہے ہیں۔

کاش کوئی ان سے پوچھے کہ اپنے پانچویں امامِ معصوم کا وہ قول کہاں رکھو گے جو آپ نے ایک سائل کے جواب میں اس وقت کہا جب اس نے آپ سے پوچھا، کیا ان دونوں حضرات نے آپ پر کوئی ظلم کیا ہے؟ آپ نے کہا:

"نہیں، اس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا ہے تاکہ وہ پوری دنیا کو ڈرائے، ان دونوں نے ہم پر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا۔"(۲)

سوچئے کہ کیوں علیؓ نے اپنی بیٹی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دی؛ اگر عثمانؓ کافر تھے۔

---

(۱) "تفسیر العیاشی" ج۲ ص۱۱۶ مطبوعہ طہران۔

(۲) "شرح نہج البلاغۃ" لابن ابی الحدید۔

(نقلِ کفر کفر نباشد) تو کیوں رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو بیٹیاں عثمانؓ بن عفان کے نکاح میں دیدیں؟ بتائیے علیؓ اور دوسرے اہل بیت نے کیوں اس قدر آپ کی تعریف کی ہے؟ کیوں علیؓ خود بھی اور اپنے بیٹوں کو بھی لے کر آپ کا دفاع کرتے رہے؟ ان میں سے ایک جو عثمانؓ کا دفاع کرتے ہوئے زخمی ہوئے تھے۔ وہ قومِ شیعہ کے نزدیک امامِ معصوم ہیں کہ نہیں، اس بات کا کسی کے پاس کیا جواب ہے؟

اگر عثمانؓ (العیاذ باللہ) کافر تھے تو علیؓ نے اپنے بھتیجے کو عثمانؓ کے بیٹے ابان کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے سے کیوں منع نہیں کیا؟ کیوں آپ نے حسنؓ کی بیٹی سکینہ کو عثمانؓ کے پوتے زید کے ساتھ شادی سے نہیں روکا، اس کے علاوہ بھی متعدد باہمی رشتے ہوئے، ذرا یہ بھی سوچئے کہ علیؓ نے اپنے بیٹے کا نام عثمان کیوں رکھا؟

عیاشی اپنی عادت کے مطابق خلفاء راشدینؓ کے خلاف بغض وتنفر کا اظہار کرنے سے باز نہیں آیا۔ بے اصل و بے بنیاد واقعات اور من گھڑت قصے تراشنا اس کا کام ہے، لکھتا ہے:

”جب نبی وفات پا چکے تو اختلاف جو نہیں ہونا چاہئے تھا شروع ہو گیا، عمرؓ نے بڑھ کر ابوبکرؓ کی بیعت کرلی، ابھی تک رسول اللہ ﷺ کو دفن بھی نہیں کیا گیا تھا، جب علی علیہ السلام نے یہ صورتِ حال دیکھی اور دیکھا کہ لوگ ابوبکرؓ کی بیعت کر چکے ہیں تو آپ کو ڈر ہوا کہ کہیں لوگ فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائیں، چنانچہ آپ نے اپنے آپ کو کتاب اللہ میں مشغول کرلیا۔ آپ مصحف کے جمع کرنے میں لگ گئے، ابوبکرؓ نے آپ کی طرف آدمی بھیجا، کہ آؤ بیعت کرو، علیؓ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک کہ قرآن کو جمع نہ کرلوں، آدمی دوبارہ بھیجا گیا، پھر آپ نے کہا: میں فارغ ہونے سے پہلے نہیں نکلوں گا، تیسری دفعہ ابوبکرؓ نے آپ کی طرف اپنے چچازاد بھائی کو بھیجا جسے قنفذ کہا جاتا تھا، اب فاطمہؓ بنت رسول اللہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس آدمی اور علیؓ کے درمیان حائل ہو گئیں، اس نے آپ (یعنی فاطمہؓ) کو مارا، پھر قنفذ چلا گیا، علیؓ اس کے ساتھ نہیں گئے۔ اب اسے ڈر ہوا کہ کہیں علی لوگوں کو نہ جمع کرلیں، اس نے حکم دیا کہ علی کے گھر کے قریب لکڑیاں ڈھیر کردو۔ پھر عمر نے آگ لگائی، وہ چاہتا تھا کہ علی اور اس کا گھر، فاطمہ، حسن اور حسین صلوٰت اللہ علیہم کو جلا ڈالے جب علی نے دیکھا تو مجبوراً گھر سے نکلے اور بیعت کی۔“(۱)

(۱) ”تفسیر العیاشی“ ج۲ص ۳۰۷، ۳۰۸، ”البحار“ ج۸، ص ۴۷۔

شجاعت علیؓ

یہ واقعہ وہ اس جری وشجاع کا بیان کرر ہے ہیں جو کہتا ہے: اللہ کی قسم اگر دشمن سے پوری زمین بھی بھر چکی ہو، اور میں اکیلا ان سے ٹکرا جاؤں تو مجھے کوئی پرواہ اور خوف نہیں ہوگا۔(1)

انہی کے بارے میں یہ خود بیان کرتے ہیں کہ ابووائلہ نے کہا: میں فلاں آدمی کے ساتھ چل رہا تھا...... یعنی عمر کے ساتھ، مجلسی نے حیات القلوب میں صراحت کے ساتھ عمر لکھا ہے...... اچانک میں نے اس کی بڑ بڑاہٹ سنی، میں نے اس سے کہا، ذرا رکو، کیا بات ہے؟ اس نے کہا: تیرا ستیاناس! کیا تم نے دانتوں سے کاٹ کھانے والے شیر ببر کو نہیں دیکھا جو گائے اور بھیڑ بکریوں پر پل پڑتا ہے۔ باغی وسرکش پر غلبہ پانے والا، دو تلواروں اور پرچم والا، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ علی بن ابی طالب تھے، میں نے اس سے کہا، ہاں فلاں وہ تو علی بن ابی طالب ہیں۔ وہ کہنے لگا میرے قریب آؤ میں تمہیں اس کی شجاعت وجرأت کی بات سناؤں، احد کے روز ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم نہیں بھاگیں گے۔ جو ہم میں سے بھاگا وہ گمراہ ہوگا جو ہم میں سے مارا گیا وہ شہید اور نبی کا ساتھی ہوگا۔ اچانک ہم پر ایک سو بہادروں نے حملہ کردیا، ہر بہادر کے زیر کمان ایک سو یا اس سے زیادہ افراد تھے۔ ہماری صفیں تتر بتر ہوگئیں، اس وقت میں نے علی کو دیکھا کہ ایک شیر کی طرح کھڑے ہیں، پھر کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور ہمارے چہروں پر مار کر کہا: چہرے سیاہ ہوجائیں، بگڑ جائیں، کٹ جائیں، چر جائیں، کہاں بھاگ رہے ہو! دوزخ کی طرف؟ ہم نہیں پلٹے، علی نے دوبارہ یہی کہا، ان کے ہاتھ میں ایک چوڑی تلوار تھی جس سے موت ٹپک رہی تھی۔ کہا کہ: تم نے بیعت کرکے توڑ

---

(1) ''نہج البلاغۃ'' ص۴۵۲ تحقیق صبحی۔

دی، بخدا تمہیں مرنے والوں میں سب سے پہلے مرنا چاہئے تھا، میں نے ان کی آنکھوں کی طرف دیکھا، گویا زیتون کے تیل کی دو بھٹیوں میں آگ بھڑک رہی ہے، یا خون سے لبریز دو پیالے ہیں، میرا خیال ہے ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جو پلٹ نہ آیا ہو، اپنے ساتھیوں میں سے سب سے پہلے میں ان کے پاس پہنچا، میں نے کہا: اے ابوالحسن! اللہ اللہ عرب تو اکھڑ گئے او، بھاگ رہے تھے، بھاگتی ہوئی چیزیں ہوشیاری ومہارت سے کام نہیں آتیں گویا کہ آپ (علی) علیہ السلام کو شرم آرہی تھی۔ آپ نے میری طرف سے منھ پھیرلیا، میرے دل کا خوف ابھی تک نہیں تھم سکا، بخدا ابھی تک میرے دل سے رعب نہیں نکل سکا۔" (۱)

شجاعت علیؓ کے متعلق یہ حضرات بے شمار قصے بیان کرتے ہیں، ان میں سے ایک اور قصہ ہم آپ کو سناتے ہیں، جسے قطب راوندی نے بیان کیا ہے:

"علیؓ کو یہ بات پہنچی کہ عمرؓ نے ان کے گروہ کا ذکر (غلط انداز میں) کیا ہے۔ وہ آپ کو اچانک کسی باغ کے راستے میں مل گیا۔ علیؓ کے ہاتھ میں کمان تھی، آپ نے کہا: مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے میرے گروہ کا ذکر (غلط انداز میں) کیا ہے، اور کہا: میں تمہاری پسلی میں چار ضربیں لگاؤں گا، آپ نے کہا: تم نے ہمیں بُرا کہا، پھر کمان کو زمین پر مارا، اچانک وہ اونٹ جتنا بڑا سانپ بن گئی (علی نے) اسے قابو کیا اور عمر کی طرف بڑھایا تا کہ وہ اسے نگل لے، عمر چیخنے لگا، اللہ اللہ اے ابوالحسن! میں اس کے بعد کبھی ایسی بات نہیں کروں گا، آپ کی منت سماجت اور آہ وزاری کرنے لگا۔ (علی نے) سانپ پر ہاتھ مارا، پھر وہ کمان بن گئی جیسی کہ پہلے تھی، عمر دہشت زدہ اپنے گھر چلا گیا۔" (۲)

اسی طرح انتہائی بدزبان و بدگو اور خبیث شیعہ سلیم بن قیس نے ذکر کیا ہے کہ علی عمر کو یہ کہہ کر ڈرایا اور دھمکایا کرتے تھے۔ "اے ابن صہاک اگر میں اس سے تیر چلاؤں تو تمہارا داہنا ہاتھ توڑ دوں، اگر میں نے اپنی تلوار میان سے کھینچ لی تو تمہاری جان لئے بغیر اسے نیام

(۱) "تفسیر القمی" ج۱ص۱۱۴، ۱۱۵۔
(۲) "کتاب الخرائج والجرائح" ص۲۰، ۲۱، مطبوعہ بمبئی۔

میں نہیں ڈالوں گا، پھر اسے درست کیا، عُمر دب گیا اور خاموش ہو گیا، جان گیا تھا کہ علی جب قسم کھاتے ہیں تو پوری کرتے ہیں، پھر علیؓ نے کہا: اے عمر کیا تو وہ نہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے (مار ڈالنے) کا ارادہ کیا تھا، میری طرف (کسی کو) بھیجا۔ میں اپنی تلوار گردن میں لٹکائے آیا، پھر میں تیری طرف بڑھا تا کہ تجھے مار ڈالوں تو اللہ نے یہ آیت نازل کر دی۔ "فلا تعجل علیهم انما نعد لهم عدا" یعنی "جلد بازی سے کام نہ لیں ہم ان کا انتظام کر رہے ہیں۔"

ابن عباس نے کہا ہے: پھر وہ آپس میں صلاح مشورے کرتے اور کہتے تھے: جب تک یہ آدمی (یعنی علی) زندہ ہے اس وقت تک ہمارا معاملہ درست نہیں ہوگا، ابوبکر کہنے لگا: کون ہم میں سے اسے قتل کرے گا؟ عمر نے کہا: خالد بن ولید، دونوں نے اسے (علی) کی طرف بھیجا، دونوں نے کہا: اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کا بار ہم نے تم پر ڈال دیا ہے؟ وہ کہنے لگا تم دونوں جو چاہو میرے ذمہ لگا دو، خدا کی قسم اگر تم دونوں مجھے علی بن ابی طالب کے قتل پر بھی مامور کر دو گے تو میں یہ بھی کر گزروں گا، وہ دونوں کہنے لگے: یہی تو ہم چاہتے ہیں، اس نے کہا: میں اس کے لئے تیار ہوں، ابوبکر نے کہا: جب ہم فجر کی نماز میں کھڑے ہوں تو تم تلوار اپنے ساتھ لے کر اس کے پہلو میں کھڑے ہو جانا اور سلام پھیرتے ہی اس کی گردن مار دینا، اس نے کہا: اچھا! اس فیصلے پر وہ علیحدہ ہو گئے، پھر ابوبکر نے سوچا کہ میں نے جو علی کے قتل کا حکم دیا ہے، اگر یہ کام ہو گیا تو شدید جنگ چھڑ جائے گی اور بہت بڑی مصیبت آپڑے گی، اپنے کام پر نادم ہوا، ساری رات سو نہ سکا، صبح جب مسجد آیا تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی، آگے بڑھا، لوگوں کو نماز پڑھائی، سوچ رہا تھا اور سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا کہے، خالد بن ولید تلوار گردن میں لٹکائے آگے بڑھا، علی کے پہلو میں جا کھڑا ہوا، علی معاملہ بھانپ گئے، جب ابوبکر تشہد پڑھ چکا تو سلام پھیرنے سے پہلے ہی چیخ اٹھا کہ اے خالد! وہ کام ہرگز نہ کرنا جس کا میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ اگر تو نے کیا تو میں تجھے مار ڈالوں گا، اس کے بعد دائیں اور پھر بائیں جانب سلام پھیرا، یکا یک علی علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے، خالد کا گریبان پکڑ لیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی، اسے گرا کر اسی کے سینے پر چڑھ بیٹھے، اس کی تلوار پکڑ لی اور اسے مار

ڈالی، مسجد میں موجود لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے تاکہ خالد کو بچائیں لیکن آپ پر قابو نہ پا سکے، اس پر عباس نے کہا: انھیں قبر کی قسم دو، لوگوں نے آپ کو قبر کا واسطہ دیا تب آپ نے اُسے چھوڑا، اٹھے اور گھر چلے گئے۔''(۱)

آپؓ کی شجاعت میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے کہتے ہیں، آپ اس قدر قوت کے مالک تھے کہ ''ایک دفعہ علی نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو زمین پر بھونچال آ گیا۔''(۲)

اور ایک دن زمین میں زلزلہ آ گیا تو آپ نے اپنا پاؤں مارا، زلزلہ رُک گیا، صافی کا یہ جھوٹ ملاحظہ کیجئے:

''فاطمہ علیہا السلام نے روایت کیا ہے کہ آپ نے کہا: ابوبکر کے عہد میں ایک دفعہ لوگوں نے دیکھا کہ زلزلہ آ رہا ہے۔ لوگ خوفزدہ ہو کر ابوبکر اور عمر کے پاس پہنچے، دیکھا تو وہ دونوں بھی خوفزدہ ہو کر علی علیہ السلام کی طرف نکل چکے تھے۔ لوگ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلتے گئے، حتیٰ کہ سب علی علیہ السلام کے دروازے تک پہنچ گئے، آپ باہر نکلے، لوگ جس خوف میں مبتلا تھے آپ اس سے بے فکر و مطمئن تھے۔ آپ چلے، لوگ بھی آپ کے پیچھے چلنے لگے، بالآخر سب ایک ٹیلے کے قریب پہنچ گئے، آپ اس پر چڑھ گئے، سب لوگ آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے، لوگ مدینہ کے لرزتے باغوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ علی نے ان سے کہا: جو کچھ تم دیکھ رہے ہو گویا تمہیں مار ہی ڈالے گا؟ وہ کہنے لگے: ہم پر کیوں خوف اور ہول طاری نہ ہو کہ ہم نے ایسی چیز کبھی دیکھی ہی نہیں۔ آپ نے اپنے ہونٹ ہلائے اور اپنا مبارک ہاتھ مارا، پھر کہا: مالک؟ (تجھے کیا ہوا) تھم جا تو وہ خدا کے حکم سے تھم گئی، اس پر انھیں اس سے بھی زیادہ تعجب ہوا جو انھیں اس وقت ہوا تھا جب وہ آپ کی طرف (بے فکری کے عالم میں) نکلے تھے۔ آپ نے ان سے کہا: تمہیں میرے اس کام پر تعجب ہوا ہے؟ وہ کہنے لگے ہاں! آپ نے کہا میں وہ آدمی ہوں جس کے متعلق اللہ نے کہا ہے:

---

(۱) ''کتاب سلیم بن قیس العامری'' ص ۲۵۶، ۲۵۷۔

(۲) ''تفسیر البرہان'' مقدمہ ص ۴۷۔

" اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا"
(یعنی انسان اس (زمین) کو کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا ہے اس دن جس دن یہ سب باتیں بتادے گی") میں ہی وہ انسان ہوں جو اسے کہتا ہے کہ "تجھے کیا ہو گیا ہے" تو یہ مجھے (سب کچھ) بتاتی ہے۔"(۱)

ایک اور بات سنئے کہ آپ نے اپنی زبردست قوت سے شیطان کو پچھاڑ دیا، دیکھئے ابنِ بابو یہ قمی نے "عیون اخبار الرضا" میں یہ بات بیان کی ہے۔"(۲)

اسی طرح کے اور بھی بے شمار قصے کہانیاں ہیں۔

اب جب ہم نے یہ قصے شروع کر ہی دیئے ہیں تو ایک عجیب و غریب اور جھوٹا قصہ اور سن لیجئے تا کہ ہم اب اس بحث کو ختم کر دیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ کس طرح اس قوم نے جھوٹے قصے کہانیاں گھڑ رکھی ہیں اور انہی قصوں کی کمزور بنیادوں پر اپنے مذہب و عقائد کی عمارت کو استوار کر رکھا ہے۔ یہ قصہ ہم سید نعمت اللہ جزائری (۳) کی "کتاب الانوار النعمانیہ" سے نقل کر رہے ہیں۔ سنیئے اور سر دھنیے:

جزائری اپنی کتاب میں فتح خیبر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"(خیبر کی) فتح علیؓ ہی کے زورِ بازو کا نتیجہ تھی، مرحب کے قتل کے بعد جبریلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس خوشی کی مبارکباد دینے آئے، نبی ﷺ نے ان سے اس خوشخبری کی کیفیت پوچھی، جبریلؑ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ جب علیؓ نے مرحب کو مارنے کے لئے تلوار اٹھائی تو اللہ سبحانہٗ نے اسرافیل اور میکائیل کو حکم دیا کہ آپ کے بازو کو ہوا میں روک لیں تا کہ آپ کی ضرب پوری قوت سے نہ پڑ سکے، اس کے باوجود آپ نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا، اس

---

(۱) "الصافی" ص ۵۷۱۔
(۲) "الصافی" ج ۲ ص ۷۲
(۳) اس کا نام نعمت اللہ بن عبداللہ حسینی جزائری ہے۔ "علماء متاخرین میں عظیم ترین اور متبحر فضلاء میں سے تھا۔ عقلِ سلیم والا، خوبصورت چہرے اور مزاج کا مضبوط آدمی تھا، اس کی پوری عمر کی پونجی اور پھل اس کی ایک عمدہ کتاب "انوار النعمانیہ" ہے حرالعاملی کہتا ہے: فاضل، عالم، محقق، علامہ اور جلیل القدر آدمی تھا۔ ۱۱۱۲ھ میں فوت ہوا۔ یہ مجلسی کے شاگردوں میں سے تھا۔" (روضات الجنات للخوانساری ج ۸ ص ۱۵۰)

کے ساتھ اس کے اوپر جتنا لوہا تھا وہ بھی، اسی طرح اس کے گھوڑے کو دو ٹکڑے کرتی ہوئی آپ کی تلوار زمین کے طبقات تک پہنچ گئی، مجھ سے اللہ سبحانہٗ نے کہا: اے جبرئیل جلدی کر زمین کے پاتال میں پہنچ جا اور علی کی تلوار کو زمین کے بیل تک پہنچنے سے روک لے تا کہ زمین نہ الٹ جائے، میں گیا اور میں نے اسے (اپنے پروں پر) روک لیا۔ اس کا بوجھ میرے پروں پر قومِ لوط کی بستیوں سے بھی زیادہ تھا، حالانکہ وہ سات بستیاں تھیں اور اس کا قلعہ ساتویں زمین پر تھا۔ اس کی بلندی میرے پروں سے بھی اونچی آسمان کے قریب تک تھی، میں صبح تک اسے اٹھائے حکم کا منتظر تھا کہ کب مجھے حکم ملے اور میں انھیں الٹ دوں، ان کا بوجھ بھی علی کی تلوار کے مقابلے میں کچھ نہیں تھا۔ نبی ﷺ نے پوچھا، تو نے کیوں انھیں اٹھاتے ہی الٹ نہ دیا؟ وہ کہنے لگے: اے رسول اللہ ﷺ! ان میں ایک بوڑھا کافر تھا، جو اپنی گدی کے بل سو رہا تھا، اس کے بالوں کی سفیدی کا رخ آسمان کی طرف تھا۔ خدا کو حیا آئی کہ اسے عذاب دیں۔ سحر کے قریب جب اس بوڑھے نے کروٹ بدلی تو خدا نے مجھے عذاب دینے کا حکم دیا۔ اور اس دن جب قلعہ فتح ہوا اور ان کی عورتیں گرفتار ہوئیں ان میں قلعہ کے بادشاہ کی بیٹی (قلعہ کے سردار کی بیٹی) صفیہ بھی تھیں، وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں۔ ان کے چہرے پر زخم کا نشان تھا۔ نبی ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: جب علی قلعہ میں آئے اور دیکھا کہ کام دشوار ہے، آپ نے اس کے برجوں میں سے ایک بُرج کو پکڑا اور اسے ہلانا شروع کیا، پورا قلعہ لرزنے لگا، ہر اونچی چیز جو اس میں تھی گرنے لگی، میں اپنے بستر پر بیٹھی تھی کہ اس سے نیچے گر گئی، بستر مجھے لگ گیا، نبی ﷺ نے آپ سے کہا: اے صفیہ! جب علی نے غضبناک ہو کر قلعہ کو جھنجھوڑنا شروع کیا تھا، علی کے غضب کی وجہ سے خدا کو بھی غضب آ گیا، سارے آسمان لرز اٹھے، فرشتے خوف کے مارے اپنے چہروں کے بل گر گئے، آپ کو خدائی شجاعت ہی کافی ہے، خیبر کے دروازے کو رات کے وقت چالیس آدمی مل کر بند کیا کرتے تھے، جب علیؓ نے خیبر پر حملہ کیا تو لڑتے لڑتے آپ کی ڈھال ٹوٹ گئی اور دُور جا گری آپ نے دروازے کو اکھاڑ کر ہاتھ میں ڈھال کی جگہ لے لیا اور لڑتے رہے۔ وہ آپ کے ہاتھ ہی میں تھا کہ اللہ نے فتح عطا کر دی۔"(۱)

---

(۱) "انوار العمانیہ" لنعمت اللہ جزائری ج ۱ ص ۵۵

ایک طرف زور وقوت کا یہ عالم اور دوسری طرف وہ روایت بھی سُن لیجیے جو مشہور شیعہ مورخ یعقوبی نے لکھی ہے۔ ''ابوبکر اور عمر کو یہ خبر پہنچی، کہ مہاجرین اور انصار کے کچھ لوگ فاطمہ بنت رسول اللہ کے گھر میں علیؓ کے پاس جمع ہیں۔ یہ ان لوگوں کے پاس آئے اور گھر پر حملہ کردیا۔ علی تلوار لے کر نکلے، عمر آپ کو ملا، عمر نے آپ کو پچھاڑ دیا، آپ گر گئے، آپ کی تلوار توڑ دی اور گھر میں داخل ہوگئے، فاطمہ نکل کر کہنے لگیں: خدا کی قسم یا تم نکل جاؤ یا میں اپنا سر ننگا کر کے خدا سے فریاد کروں گی! چنانچہ یہ نکل گئے، اور جو بھی گھر میں تھا، نکل گیا، کچھ دن لوگ رُکے رہے، اس کے بعد یکے بعد دیگرے بیعت کرنے لگ گئے۔''(۱)

ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان میں کون سچا ہے؟ نعمت اللہ جزائری، سلیم بن قیس عامری، قطب راوندی، قمی، مجلسی، عیاشی یا یعقوبی؟؟؟

کیا پتہ یہ سب کے سب جھوٹے ہوں جو من گھڑت اور ناپیش آمدہ واقعات بیان کررہے ہیں، جنھیں یہ بھی خبر نہیں کہ اہل بیت ایسے نہیں تھے اور اُن کی طرف منسوب کردہ باتیں سراسر جھوٹ ہیں، اگر وہ ایسے ہوتے یا یہ کچھ انھوں نے کہا ہوتا تو وہ ابوبکرؓ کے بارے میں کیوں کہتے کہ آپ صدیق ہیں۔ عمرؓ کے متعلق کیوں کہتے کہ آپ کی ذات بابرکت اور سیرت پسندیدہ ہے۔ پھر وہ ان کے ناموں پر ہرگز اپنے بیٹوں کے نام نہ رکھتے، ان سے رشتہ داریاں اور لین دین کے معاملات کبھی نہ کرتے، موت کے بعد ان کی مدح وثنا ہرگز نہ کرتے۔

ان تمام روایات کو بیان کرنے کے بعد ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں، خدایا! اہل بیت اپنے اعمال وافعال میں سچے ہیں، اپنے اقوال واحوال میں صحیح رستے پر چلنے والے ہیں، یہ شیعہ ہی ہیں جو ان پر جھوٹ کے طومار باندھ رہے ہیں، ان کے اعتقادات کی مخالفت کررہے ہیں، ان کے پیاروں، رشتہ داروں، دامادوں، امیروں اور ان حکام کے خلاف دشمنی رکھتے ہیں جو پورے خلوص کے ساتھ ان حضرات کی اطاعت، خیر خواہی کرتے اور مشورے دیتے رہے۔

---

(۱) ''تاریخ الیعقوبی، ج۲، ص۱۲۶۔

کیا اس قدر دلیر ، جری اور شجاع و بہادر آدمی کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے کہ اسے ابوبکرؓ کی بیعت پر مجبور کر دیا گیا ہو۔ عمرؓ کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی پر مجبور کر دیا گیا ہو، کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ علیؓ نے اپنے بیٹوں کے نام مجبوراً ان کے ناموں پر رکھے ہوں؟ اور آپؓ کے ساتھ کیا آپ کے تمام اہل بیت کو بھی مجبوری تھی؟

بات واضح ہے کہ قوم شیعہ محبت اہل بیت کی آڑ میں درحقیقت خلفاء راشدینؓ کی مخالفت کرتے ہیں۔ نبی ﷺ کے پسندیدہ اور برگزیدہ صحابہؓ کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ وہ صحابہ کرامؓ جن کے بارے میں میری جان اور میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''قابل رشک ہے وہ جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا''(۱)

اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ قوم رسول اللہ ﷺ کے عزیزوں اور آپ ﷺ کے دامادوں کی کس قدر مخالف و دشمن ہے۔

عیاشی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتا ہے کہ یہ آیت:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاَ تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى.

(اے مومنو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر ضائع نہ کرو) عثمانؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔''(۲)

قمی بھی لعن طعن اور صحابہؓ کو کافر و فاسق کہنے میں کسی طرح عیاشی سے کم نہیں، چنانچہ اس آیت کے ضمن میں لکھتا ہے۔ '' وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔'' (اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے جن وانس کے شیطانوں میں سے ایک دشمن مقرر کر دیا ہے، ان میں سے بعض بعض کی طرف دھوکے سے مزین بات وحی کرتے ہیں۔)

'' خدا نے جو نبی بھی بھیجا ہے، اس کی امت میں سے دو شیطان بھی پیدا کئے ہیں جو اسے

(۱) ''کتاب الخصائل'' ج ۲ ص ۳۴۲۔

(۲) ''تفسیر العیاشی'' ج ۱ ص ۱۴۷، ''البحار'' ج ۸ ص ۲۱۷۔

تکلیف پہنچاتے رہے ہیں۔ محمد کے وہ دو شیطان جبتر اور رزیق ہیں۔"(۱)

بحرانی بھی انھی دو کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔ "ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ"

(دو میں سے دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے) کے تحت لکھتا ہے:

اور دراصل جلتا ہے کہ کیوں صدیقؓ کو مکہ سے مدینہ کے سفر میں نبی ﷺ کی معیت نصیب ہوئی، کیوں اللہ کی راہ میں ہجرت کرتے وقت آپ ﷺ نے ابوبکرؓ کو رب کے حکم سے اپنی مصاحبت کے لئے چنا اور اپنے ساتھ رکھنا چاہا؟ لکھتا ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے علی کو حکم دیا تو آپ ان کے بستر پر سو رہے۔ ابوبکرؓ کے بارے میں ڈر تھا کہ یہ انھیں (کفار مکہ کو) آپ ﷺ کے بارے میں بتا دے گا۔ اس لئے آپ اسے اپنے ساتھ غار میں لے گئے۔"(۲)

ابو جعفر کی طرف یہ جھوٹا قول منسوب کرتا ہے کہ آپ نے کہا:

"رسول اللہ ﷺ غار میں ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اطمینان رکھو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

اس کے بعد کہتا ہے: (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) "تم چاہتے ہو کہ میں تمھیں اپنے انصار صحابہ کو اپنی مجلسوں میں بیٹھے باتیں کرتے ہوئے دکھا دوں، جعفر اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں تیرتا ہوا دکھا دوں؟ ابوبکرؓ نے کہا: ہاں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ ان کے چہرے پر پھیرا جس سے آپ کو نظر آنے لگا کہ انصار اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہیں، آپ نے جعفرؓ اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں غوطے لگاتے دیکھ لیا، اس وقت اس کے دل میں خیال آیا کہ آپ جادوگر ہیں۔"(۳)

حضرت فاروقؓ مجوسیت کی بھڑکتی آگ کو بجھا دینے والے، کسریٰ کی عظمت وشوکت

---

(۱) "تفسیر القمی" ج۲ص۳۴۲۔

(۲) "البرہان" ج۲ص۱۲۷۔

(۳) ایضاً ص۱۲۵، "الروضۃ من الکافی" ج۸ص۲۶۲۔

کے بُت توڑ دینے والے، یہودیت کی عزت و برتری مٹا دینے والے، حبیب رب کے محبوب، اس کے دشمنوں کے مبغوض، جو آپ ﷺ کی امت کے دشمنوں اور یہود و مجوس کی اولاد کی آنکھوں میں بُری طرح کھٹکتے رہے، وہ حضرت فاروقؓ ان کے بارے میں بحرانی ان آیات کے تحت لکھتا ہے:

وکان الشیطان للانسان خذولا" (اور شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے) شیطان سے مراد دُوسرا (خلیفہ) ہے۔"یٰویلتیٰ لیتنی لم اتخذ فلا ناخلیلا" (اے کاش میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا) یعنی دوسرے (خلیفہ یعنی عمر) کو، لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاء نی" (تحقیق اس نے مجھے ذکر سے گمراہ کر دیا) اس کے بعد وہ میرے پاس پہنچا سے مراد ولایت ہے۔"(۱)

ایک جگہ انتہائی بیہودہ گوئی کرتے اور واہیات بکتے ہوئے کہتا ہے: "ابلیس کا معنیٰ مبلسین نہیں۔ لفظ "شیطان" میں اس کی تشریح آئے گی کہ اس سے مراد دوسرا ہے۔ اس کے معنیٰ ابلیس کے بھی کئے جاتے ہیں کیونکہ دونوں ایک ہی مسمّیٰ کے نام ہیں۔ اصبغ بن نباتہ کی ایک حدیث میں ہے کہ علی علیہ السلام نے (شیطان) کو صحرا میں نکالا اور آپ کے پاس کافی لوگ موجود تھے جن میں حذیفہ بن یمان بھی ہے۔ آپ نے علی علیہ السلام کا ایک معجزہ بیان کیا ہے، کہتے ہیں، علی علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب کے فرشتو! ابھی اسی وقت سب ابلیسوں کے ابلیس اور سب فرعونوں کے فرعون کو میرے پاس لاؤ، پس خدا کی قسم پلک جھپکنے سے پہلے وہ اسے آپ کے پاس لے آئے۔ جب اسے آپ کے سامنے کھینچا تو وہ کھڑا ہو گیا اور کہا: تباہی اس کی جس نے آلِ محمد پر ظلم کیا۔ تباہی اس کی جس نے ان پر جرأت کی، پھر کہا: میرے آقا مجھ پر رحم کیجئے، میں اس عذاب کو برداشت نہیں کر سکتا۔ علی علیہ السلام نے کہا: اے غلیظ، ناپاک، خبیث، پلید، شیطان، خدا تجھ پر رحم نہ کرے اور نہ تجھے معاف کرے۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اس سے پوچھو یہ تمہیں بتائے گا کہ یہ کون ہے؟ ہم نے اس سے

(۱) "البرہان" ج۳ص ۱۶۶۔

پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں سب ابلیسوں کا ابلیس اور اس امت کا فرعون ہوں، میں ہی ہوں جس نے اپنے آقا مولیٰ امیر المومنین اور خلیفہ رب العالمین کا انکار کیا تھا، اس کی نشانیوں اور معجزات کا انکار کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد دوسرا ہی (خلیفہ) ہے۔ کیونکہ وہی تمام مفسدین کا سردار تھا۔ اور وہی ہے جسے قرآن میں پہلا شیطان کہا گیا ہے۔"(۱)

اسلام اور مسلمانوں کے عظیم محسن حضرت عثمانؓ بن عفان کے بارے میں لکھتا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے عثمان کو کہا: تو نے اپنے اسلام کو تباہ کر لیا ہے، پس چلا جا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "یمنّون علیك ان اسلموا" (وہ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے۔)(۲)

سب کے ساتھ اپنی نفرت وبغض کا اظہار کرتے ہوئے اس آیت کے تحت لکھتا ہے:

"الم تر الی الّذین یزکّون انفسهم"(۳) (کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جو اپنے آپ کو پاکیزہ بتلاتے ہیں) سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو صدیق، فاروق اور ذوالنورین کہتے ہیں۔"(۴)

گویا ایک طرح کا فیصلہ صادر کرتا ہوا کہتا ہے۔ "من ثقلت موازینه" (جن کے نامۂ اعمال بھاری ہوں گے) سے مراد علی اور ان کا گروہ ہے اور "من خفت موازینه" (جن کے نامۂ اعمال ہلکے ہوں گے) سے مراد اصحابِ ثلاثہ (تین خلفاء راشدین) اور ان کے پیرو ہیں۔"(۵)

---

(۱) "البرہان" مقدمہ ص ۹۸۔

(۲) "البرہان" ج ۴ ص ۲۔

(۳) النساء: ۴۹۔

(۴) حسد، کینہ اور جہالت نے ان کو اس قدر اندھا کر دیا ہے کہ یہ اتنا بھی نہ جان سکے کہ ان میں سے کسی نے بھی اپنے آپ کو ان ناموں سے نہیں پکارا اور نہ ہی اس بارے میں کوئی روایت ہی موجود ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ اور اہل بیت نے آپ کو ان ناموں سے پکارا اور یہ لقب دیئے ہیں۔ یہ لعنت گر اتنا بھی نہیں جانتا کہ خود ان کی اپنی روایات میں خود علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو ان ناموں سے پکارا ہے اور کہا ہے کہ انا الصدّیق انا الفاروق. الاحتجاج للطبرسی ج ۱ ص ۹۵

(۵) "البرہان" مقدمہ ص ۳۳۳

ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں اور ازواجِ مطہرات کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ آیت "انّ الذین جاء وا بالافك" (وہ لوگ جنھوں نے بہتان باندھا) عائشہ، حفصہ، ابوبکر اور عمر کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی، جب انھوں نے ماریہ قبطیہ اور جریج پر تہمت لگائی تھی۔"(۱)

ان کا چوتھا مفسر کاشانی بھی خباثت وضلالت میں اپنے دوسرے قومی بھائیوں سے کسی طرح پیچھے نہیں۔اس آیت کے تحت لکھتا ہے: "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْراً." (بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کفر کیا، پھر ایمان لائے پھر کفر کیا، پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے) پہلے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے (یعنی معاویہ عبدالرحمٰن اور طلحہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"(۲)

اس آیت کے ضمن میں لکھتا ہے:" وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَةَ الْکُفْرِ وَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ" (انھوں نے کفریہ بات کہی اور اسلام لانے کے بعد کافر ہوگئے) جب رسول اللہ ﷺ نے علی کو غدیرِ خم کے دن کھڑا کیا تو آپ کے بالمقابل سات منافق تھے۔ان کے نام ابوبکر، عمر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ، سالم ابوحذیفہ کا غلام، اور مغیرہ بن شعبہ ہیں، عمرؓ نے نبی ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کیا تم اس کی آنکھوں کی طرف نہیں دیکھتے جیسے دیوانے کی آنکھیں ہوتی ہیں۔کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ سے میرے رب نے کہا ہے۔(۳)

اس کفر وخرافات کو نقل کرنے پر ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں۔یا اللہ ہمیں معاف کرنا۔جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔"

ان کا پانچواں بدزبان جو اپنے آپ کو مفسر کہتا ہے، عروسی، حویزی، اس آیت کے تحت

---

(۱) "البرہان" جلد ۳ ص ۱۲۷۔

(۲) "تفسیر صافی" للکاشانی ص ۱۳۶، مطبوعہ ایران بڑے سائز میں۔

(۳) "الصافی" ص ۲۳۶، بڑے سائز میں اور ص ۷۱۵ ج ۱ چھوٹے سائز میں۔

لکھتا ہے۔ "لھا سبعة ابواب" اس کے سات دروازے ہیں۔ پہلا دروازہ ظالم کے لئے اور وہ زریق ہے۔ دوسرا دروازہ جبتر کے لئے تیسرا دروازہ تیسرے کے لئے، چوتھا معاویہ کے لئے، پانچواں عبدالملک کے لئے، چھٹا عسکر بن ہوسر کے لئے، ساتواں ابوسلامہ کے لئے، جو جس کی پیروی کرے گا اس کا بھی وہی دروازہ۔"(۱)

ان ناموں کی تشریح کرتے ہوئے ملعون حاشیہ نویس لکھتا ہے: "مجلسی نے کہا ہے: زریق پہلے کو کنایۃً کہا جاتا ہے کیونکہ عرب زرقۃ العین (نیلی آنکھوں والا) کے لفظوں سے گالی دیا کرتے تھے۔ جبتر لومڑ کو کہتے ہیں۔ اس کے مکر و حیلہ کی وجہ سے اس کو اس کنیت سے پکارا جانے لگا، اس کے علاوہ دوسری احادیث میں اس کے برعکس بھی آیا ہے، وہ زیادہ ٹھیک اور مناسب ہے کہ پہلے کو جتر کہا جائے، ممکن ہے یہاں پر وہ بھی مراد ہو، دوسرے کو مقدم اس لئے لائے کہ وہ زیادہ شقی، سنگ دل اور درشت خُو تھا، عسکر بن ہوسر، بنوامیہ یا بنوعباس کے بعض خلفاء کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح ابوسلامہ کنایہ ہے، ابوجعفر الدوانیقی سے۔ ہوسکتا ہے کہ عسکر سے عائشہ اور دوسرے سارے اہل جمل مراد ہوں کیونکہ عائشہ کی اونٹنی کا نام عسکر تھا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ شیطان تھا۔"(۲)

ان آیات " وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا، اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ" (جن کو اللہ کے سوا یہ پکارتے ہیں، کچھ نہیں پیدا کر سکتے۔ مردہ ہیں زندہ نہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے) کے تحت لکھتا ہے: "والّذین یدعون من دون الله" اول، ثانی اور ثالث ہیں۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی تکذیب کی کہ "علی کی پیروی اور اس کا اتباع کرو" انھوں نے علیؓ سے دشمنی کی اور ان کی پیروی نہ کی۔ لوگوں کو اپنی ولایت کی دعوت دی۔ یہی مطلب ہے اللہ کے اس قول کا: "والّذین یدعون من دون الله......" "اموات غیر احیاء" کا مطلب ہے کافر ہیں، مومن نہیں...... "وھم مستکبرون" یعنی علی کی ولایت سے۔"(۳)

(۱) "نور الثقلین" ج ۳ ص ۱۸۔
(۲) "نور الثقلین" ج ۳ ص ۱۸، مطبوعہ قم، ایران۔
(۳) "نور الثقلین" ج ۳ ص ۴۷۔

شیعہ حضرات کے محدثین اور فقہاء

یہ ہیں قومِ شیعہ کے مفسر، بدزبان و بیہودہ گو۔ محمد ﷺ کے صحابہ اور صحابہؓ میں سے بھی سب سے بہترین افراد کو کافر قرار دینے والے، ان خلفاء راشدین کو جو نبی ﷺ کے بعد مرکزِ ہدایت ہیں۔ اسی طرح ان کی تفسیر کی کتابیں ہیں، ان کا سارا تفسیری سرمایہ گالی گلوچ، لعن طعن، اور بہتان طرازی وتہمت تراشی پر مبنی ہے۔ اور ذرا سوچئے کہ یہ سب کن پر؟ ان پر جن کی طہارت و پاکیزگی کی گواہی خود ربِّ کائنات نے دی ہے۔ جنھیں خود اللہ نے کامیابی و کامرانی اور اپنی رضا و جنت کی خوشخبری دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی، دوست، شاگرد اور مرید جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے، ان کی بیعت کی، ان کی تائید ونصرت کی، ان کے ساتھ ہجرت کی، ان کی خاطر اپنے اقارب، خاندان، اولاد، مال، وطن، ملک سب کچھ چھوڑ دیا۔ اس نور کا اتباع کیا جو آپ ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ ان کے جھنڈے تلے جہاد کیا، ان کے اشارہ پر ہر گراں مایہ ودلعزیز چیز کو قربان کر دیا۔ آپ ﷺ کے بعد ان کے جھنڈے کو بلند رکھا، اسے پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرایا، سمندروں کے پار تک پہنچایا، یہ کون تھے؟ یہ صدیق وفاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ جن کے صحیح قدردان اہل بیت تھے، اہل بیت ان کی عزت اور اکرام کیا کرتے، ان کی زندگیوں اور موت کے بعد بھی ان کی بے حد تعریف کیا کرتے تھے، جن کے حضور اپنے دل وجگر کے نذرانے پیش کیا کرتے، ان کی ہدایات وطریقے ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتے۔ انہی کی ڈگر پر چلتے اور انہی کے مسلک کے پیرو تھے۔

جہاں تک شیعہ حضرات کا تعلق ہے، جو ان کی محبت واتباع کا دھوکہ دیتے ہیں، سراسر ان کے مخالف وبرعکس ہیں، کھلم کھلا اور آشکارا مخالفت! ان کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیجئے، شروع سے آخر تک بدزبانی وبیہودہ گوئی پر مشتمل ہوگی، جیسا کہ پچھلے صفحات میں ہم نے آپ کو دکھایا کہ ان کے مفسروں نے کیا لکھا ہے؟ جو کچھ لکھا ہے علم تفسیر کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی مفسرین ان جیسے ہوتے ہیں۔

اب ذرا ان کے محدثین اور فقہاء کو دیکھئے کہ وہ بھی انھی کے نقشِ قدم پر چلے ہیں۔ان کی بھی کوئی کتاب اس قسم کی بیہودہ گوئی سے خالی نہیں۔اہل بیتِ نبی کے سرتا سر مخالف، رسول ﷺ کے پیاروں سے بغض رکھنے والے، انھیں آپ ﷺ کے عزیزوں، دامادوں اور امہات المومنین ؓ سے حد درجہ کی نفرت ہے۔

آیئے ایک سرسری نظر ان کے محدثین اور فقہاء پر بھی ڈالتے چلیں، ان کا سب سے بڑا محدث کلینی اپنا عقیدہ اور دل کی بات بیان کرتا ہے، اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے دراصل اس نے اپنے اندر کی بات کہہ ڈالی ہے:

"حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ" (پسندیدہ کردیا تمہارے لئے ایمان اور خوشنما بنادیا تمہارے دلوں میں) یعنی امیر المومنین علی "وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ" (اور ناپسندیدہ بنادیا تمہارے لئے کفر، فسق اور معصیت کو) سے مراد پہلا دوسرا اور تیسرا ہے (یعنی خلفائے ثلاثہ۔)"[۱]

اس سے بھی زیادہ واشگاف الفاظ میں کہتا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے تیم، عدی اور بنی امیہ[۲] کو اپنے منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو ڈر گئے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے یہ آیت نازل کی۔" وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى" (جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ سجدہ کرو آدم کو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا) پھر (شیطان) نے آپ سے کہا: اے محمد! مجھے حکم دیا گیا تھا تو میں نے اطاعت نہیں کی تھی۔تو نہ ڈر۔تجھے بھی اپنے وصی کے بارے میں حکم دیا گیا تو نے بھی اطاعت نہیں کی۔"[۳]

اس آیت کے ضمن میں لکھتا ہے: " اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى." (وہ لوگ جو مرتد ہو گئے الٹے قدموں اس کے بعد کہ ہدایت ان پر واضح

(۱) "الاصول من الکافی" جلد ا ص ۴۲۶۔
(۲) اس سے وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ ابوبکرؓ بنی تیم سے، فاروقؓ بنی عدی سے اور ذوالنورین بنی امیہ سے تھے۔ان کی طرف اشارہ ہے۔
(۳) "الاصول من الکافی" کتاب الحجۃ ج ا ص ۴۲۶ مطبوعہ طہران۔

ہوچکی تھی) فلاں فلاں ہیں جو ایمان لاکر مرتد ہوگئے، امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت چھوڑنے کی وجہ سے " ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ۔" (یہ اس وجہ سے کہ کہا انھوں نے ان لوگوں سے جو ناپسند کرتے ہیں اس چیز کو جو خدا نے نازل کی کہ تمہاری اتباع کریں گے بعض معاملات میں)

کہتا ہے: خدا کی قسم یہ آیت جسے جبریل علیہ السلام لے کر محمد ﷺ کی طرف آئے، ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"(۱)

عبدالملک بن امین کی روایت بیان کرتا ہے کہ انھوں نے کہا:

"میں نے ابوعبداللہ سے کہا: مجھے ان دو آدمیوں کے بارے میں بتائیں؟ ان دونوں نے کتاب اللہ میں ہمارا حق چھینا، دونوں نے والد کی میراث سے فاطمہ صلوات اللہ علیھا کو محروم کیا اور آج تک ان دونوں کا ظلم جاری ہے۔ اور اپنے پیچھے اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ونبذا کتاب اللہ وراء ظهورهما" یعنی انھوں نے کتاب اللہ کو پسِ پشت ڈال دیا۔"(۲)

کمیت اسدی کی روایت بیان کی گئی ہے کہ "اس نے کہا: میں نے کہا: مجھے ان دو آدمیوں کے بارے میں بتایئے؟ کہتا ہے: آپ نے تکیہ پکڑا، اسے درمیان سے توڑا پھر کہا: خدا کی قسم اے کمیت! جس قدر خون بھی کسی پچھنا لگانے والی سینگی نے بہایا ہے، جو مال بھی ناجائز طور پر لیا گیا ہے اور جو پتھر بھی کسی پتھر سے ہٹا، سب کا گناہ ان دونوں کی گردن پر ہے۔"(۳)

ایک اور جھوٹ بیان کرتا ہے کہ:

"حبان بن سوید نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، آپ نے کہا: میں نے جعفر سے ان دونوں کے بارے میں پوچھا، آپ نے کہا: اے ابوالفضل! ان دونوں کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھ، خدا کی قسم ہم میں سے جو بھی مرا ہے ان دونوں پر خاموش مرا ہے۔ ہر مرنے

---

(۱) کتاب الحجۃ من الکافی ج۱ ص۴۲۰

(۲) کتاب الروضۃ من الکافی ج۸ ص۱۰۲

(۳) ایضاً

والے بڑے نے ہمارے چھوٹے کو یہی وصیت کی ہے کہ ان دونوں نے ہمارا حق دبایا، ہمارا مالِ غنیمت ہم سے روکا، اسلام میں سب سے پہلے وہ دو ہیں جو ہماری گردن پر سوار ہو گئے اور ہمیں چیر ڈالا، یہ ظلم اس وقت تک نہیں رکے گا جب تک ہمارا اٹھنے والا نہیں اٹھتا اور ہمارا متکلم نہیں بولتا (یعنی بارھواں غائب امام ظاہر نہیں ہو جاتا)''(۱)

کھلم کھلا کہتا ہے: ''ایک دن رسول اللہ ﷺ بہت غمگین واداس تھے۔ علی علیہ السلام نے آپ سے پوچھا: کیا بات ہے آپ کو غمگین واداس دیکھ رہا ہوں؟ آپ نے کہا: میں (غمگین واداس) کیوں نہ ہوں کہ میں نے رات (خواب میں) دیکھا ہے کہ بنی تیم، بنی عدی، اور بنی امیہ میرے اس منبر پر چڑھے بیٹھے ہیں۔ اور لوگوں کو اسلام سے الٹے قدموں واپس پھیر رہے ہیں۔''(۲)

ایک روایت ابوجعفر کی بیان کی گئی ہے کہ ''آپ نے کہا: یعقوب کی اولاد نبی نہیں تھی، لیکن ان کی اولاد، اولادِ انبیاء تھی، انھوں نے دنیا کو خوش بختی کی حالت میں چھوڑا۔ اپنے گناہ یاد کئے اور توبہ کی، شیخین نے جب دنیا کو چھوڑا تو نہ توبہ کی اور نہ وہ کچھ یاد کیا جو امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ ان دونوں پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت۔''(۳)

ابنِ بابویہ قمی، جو شیعہ حضرات کی صحاح اربعہ میں ایک کتاب کا مصنف ہے اور جسے ان لوگوں نے صدوق کا لقب دے رکھا ہے، صدیق اکبرؓ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما پر طعن کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جب ابوبکر کی بیعت کی گئی تو علی کے مددگار اس کی طرف گئے، مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کہا: نبی کے قول کو چھوڑنے والی اور اپنے رب کو جھٹلانے والی اس امت نے اس (ابوبکرؓ) پر اتفاق کر لیا ہے، میں نے اپنے اہل بیت سے اس کے بارہ میں مشورہ کیا ہے، انھوں نے صرف خاموش ہو جانے کا مشورہ دیا ہے، کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ لوگ

(۱) ''کتاب الروضۃ'' ج ۸ ص ۱۰۳
(۲) ایضاً ص ۳۴۵
(۳) ایضاً ص ۲۴۶

غصہ سے بھڑک اٹھیں گے، یہ اللہ بزرگ و برتر اور اس کے نبی کے اہل بیت کے خلاف بُغض رکھتے ہیں، یہ زمانۂ جاہلیت جیسی جنگیں چاہتے ہیں۔ بخدا اگر تم نے کچھ کہا تو یہ لوگ جنگ و جدال کے لئے اپنی تلواریں سونت لیں گے جیسا کہ انھوں نے کیا ہے۔ پھر مجھ پر غلبہ اور قابو پالیں گے...... البتہ تم اس آدمی کو لاؤ اور اسے بتاؤ جو تم نے اپنے نبی سے سنا ہے۔ اور اس میں کوئی شک وشبہ نہ کرو، تاکہ یہ اس پر سب سے بڑی حجت ہو اور اس کے رب کے پاس عذاب میں زیادتی کا سبب ہو، یقیناً ان دونوں نے اپنے نبی کی نافرمانی کی، اس کے حکم کی خلاف ورزی کی، کہا: چلے جاؤ اور جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے منبر کا احاطہ کرو...... سب سے پہلے جس شخص نے بات شروع کی اور کھڑا ہوا وہ خالد بن سعید بن عاص تھا جو بنی امیہ کے اشارہ پر کھڑا ہوا تھا۔" اس کے بعد کہتا ہے۔" عمر بن الخطاب نے اس سے کہا: چپ ہو جا اے خالد! تو مشورہ دینے والوں میں نہیں، اور نہ تیری بات پر لوگ راضی ہوتے ہیں۔ خالد نے کہا: تو چپ رہ اے ابن الخطاب، بخدا تو جانتا ہے کہ تو اپنی زبان کے بغیر بولتا ہے، اپنے ارکان کے بغیر پناہ لیتا ہے، بخدا قریش جانتے ہیں کہ میں حسب میں سب سے بلند ہوں، ادب میں سب سے برتر ہوں، سب سے زیادہ خوبصورت بات کرتا ہوں، اور تو جنگ میں بزدل ہے، خوشحالی میں بخیل ہے، گھٹیا اصل والا ہے، قریش میں تیرا کوئی قابلِ فخر کارنامہ نہیں۔"(۱)

حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتا ہے:

"جہنم کے نچلے تابوت میں چھ اولین میں سے ہیں اور چھ آخرین میں سے...... آخرین میں سے چھ یہ ہیں: نعثل، معاویہ، عمرو بن العاص، ابو موسیٰ اشعری اور دو کا نام محدث بھول گیا۔"(۲)

کتاب الخصائل میں ایک دوسری جگہ لکھتا ہے:

"اولین اور آخرین میں سے شریر بارہ ہیں، چھ اولین میں سے چھ آخرین میں سے۔"

---

(۱) "کتاب الخصائل" ص ۴۶۳ مکتبۃ الصدوق طہران

(۲) "کتاب الخصائل" ص ۴۸۵

پھر اولین کے چھ افراد کے نام بتاتا ہے۔" آدم کا وہ بیٹا جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا، فرعون، ہامان، قارون، سامری اور دجال، یہ اولین میں سے ہیں اور یہی چھ آخرین میں بھی ظہور پذیر ہوئے۔ آخرین کے چھ یہ ہیں۔ نعثل یہ وہی عجل ہے، معاویہ فرعون ہے، اس امت کا ہامان زیاد اور قارون سعید ہے، ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس وہی سامری ہے، اس لئے کہ اس نے بھی وہی کہا تھا جو قوم موسیٰ کے سامری نے کہا تھا: " لا مساس یعنی لا قتال (جنگ نہ کرو) اور ابتر عمرو بن العاص ہے۔"(۱)

کہتا ہے: "اولیاء اللہ کی محبت اور ان کی فرمانبرداری واجب ہے۔ ان کے ان دشمنوں سے براءت بھی واجب ہے، جنھوں نے آلِ محمد پر ظلم کیا، ان کی بے حرمتی کی۔ اور فاطمہ علیہا السلام سے فدک چھین لیا۔(۲) ان کی میراث کو روک لیا، فاطمہ اور اس کے شوہر کے حقوق غصب کر لئے جو ان کے گھر کو جلا ڈالنا چاہتے تھے۔(۳) جنھوں نے ظلم کی بنیاد رکھی، رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو بدل دیا، ان عہد شکن اور ظالموں سے براءت واجب ہے۔ انصاب، ازلام، گمراہی کے اماموں اور ظلم و جور کے سربراہوں، پہلوں اور پچھلوں سب سے براءت واجب ہے۔(۴)

دیکھئے کس طرح انھوں نے نبی ﷺ، صدیق اور صدیقہ رضی اللہ عنہما کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے، ان دونوں حضرات کے خلاف اپنے سینوں میں چھپے بُغض، کینہ، حسد اور کڑھن کے اظہار کے لئے یہ گھناؤنی کہانی گھڑ لی ہے؟ کہتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے علیؓ سے کہا: "اے علی! جس نے تجھ سے محبت کی اور تیری پیروی کی، رحمت اس کی طرف بڑھتی ہے،

---

(۱) "کتاب الخصائل" ص ۴۵۸۔۴۵۹

(۲) دیکھئے کس طرح ایک ایسے مسئلہ پر یہ لوگ صدیقؓ پر ٹوٹ پڑے ہیں جس میں آپ (حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ) راضی ہوگئی تھیں مگر عبداللہ بن سبا کی اس اولاد کو کون راضی کرے جو ہمیشہ امت میں تشتت وافتراق ہی کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر دینا چاہتے ہیں۔

(۳) ایک سراسر جھوٹا قصہ ہے جو صرف ان لوگوں نے فاروق اعظمؓ پر طعن وتنقید کرنے کے لئے گھڑ لیا ہے۔

(۴) "کتاب الخصائل" ج ۲ ص ۶، ۷ مطبع الحیدری طہران۔

جس نے تجھ سے بغض رکھا اور تجھ سے دشمنی کی اس کی طرف لعنت بڑھتی ہے، عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ میں اور میرے والدان میں سے نہ ہوں جو ان سے بغض یا دشمنی رکھتے ہیں، نبی ﷺ نے کہا: چپ ہو جا اگر تو اور تیرا باپ ان سے محبت کرنے اور ان کی پیروی کرنے والوں میں ہوتے تو رحمت تمہاری طرف بڑھتی، تم دونوں تو ان میں سے ہو جو اس کے خلاف بغض و دشمنی رکھتے ہیں۔ اسی لئے تمہاری طرف لعنت بڑھ چکی ہے۔ میں تیرے اور تیرے والد کے پاس آیا، تیرا باپ ہی سب سے پہلا اس پر ظلم کرنے والا ہے۔ اور تو ہی ہے جو مجھے چھوڑ کر سب سے پہلی اس سے جنگ کرنے والی ہے۔"(۱)

ایک جگہ کہتا ہے۔ "جعفر سے پوچھا گیا: امیر المومنین نے کیوں فلاں فلاں سے جنگ نہیں کی؟ آپ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: "**لو تزيلوا لعذبنا الذين كفروا منهم عذابا اليما.**" (اگر وہ الگ رہتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے) پوچھا گیا: ان کا تزایل (الگ رہنا) کیا ہے؟ آپ نے کہا مومنین کے نطفے جو کافروں کی پشتوں میں تھے۔"(۲)

مزید لکھتا ہے: "کیوں آپ (یعنی علیؓ نے) رسول اللہ کی وفات کے بعد پچیس سال تک اپنے دشمنوں سے جہاد نہیں کیا، اپنے دورِ ولایت میں کیوں کیا؟" (پھر بتاتا ہے کہ) "رسول اللہ کی پیروی کرتے ہوئے، کیونکہ آپ نے بھی مکہ میں نبوت ملنے کے تیرہ سال بعد تک اور پھر مدینہ میں انیس ماہ تک صرف اس لئے جہاد نہیں کیا کہ آپ کے مددگار بہت کم تھے۔ اسی طرح علی علیہ السلام (۳) نے بھی اپنے دشمنوں سے جہاد نہیں کیا کہ ان کے مددگار بھی اس وقت کم تھے۔(۴)

---

(۱) "کتاب الخصائل" ج ۲ ص ۵۵۶۔

(۲) "علل الشرائع لابن بابویہ ص ۱۴۷ مطبوعہ نجف۔

(۳) عجیب بات ہے کہ یہ لوگ اپنے ائمہ میں سے کسی ایک کا نام بھی لیں تو اس کے ساتھ "علیہ السلام" اور "علیہم السلام" ضرور کہتے ہیں مگر جس وقت رسول اللہ صلی اللہ کا نام لیتے ہیں تو صرف ایک حرف (ص) لکھ دیتے ہیں اس سے نبیوں اور ائمہ کے بارے میں ان کے اعتقادات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(۴) "علل الشرائع" ج ۱ ص ۱۶۲۔

دیکھئے کس طرح قصے گھڑتے اور کہانیاں تیار کرتے ہیں، ان بدبختوں کا پیٹ ان
''ضلالت وگمراہی، ظلم وجور کے امام اور دوزخ کی طرف لے جانے والے'' کہہ کر بھی نہیں
بھرا۔ بلکہ اپنی بیہودگی اور خلفاء راشدینؓ کے ساتھ عداوت ونفرت کی وجہ سے انھیں رسول اللہ
ﷺ کے دشمن، اور دشمن اسلام، مشرکین مکہ کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں۔
ہاں ہاں! ان خدارسیدہ و بزرگ ہستیوں کو جو اس کے جھنڈے کو بلند کرنے والے، اس
کے پیغام کو دور دور تک پہنچانے والے اور اس کے دین کو عام کرنے والے ہیں۔ رسول اللہ
ﷺ سے محبت کرنے والے اور جو خود رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں، جن کے زمانے میں
رسول اللہ ﷺ کی وہ پیشین گوئیاں پوری ہوئیں جو آپ کے رسول و نبی برحق ہونے کی نشانیاں
ہیں۔ میری جان ان پر اور ان کے جاں نثاروں پر قربان۔ ان پیشین گوئیوں کا ذکر خود یہ
گستاخ وبدگو اپنی کتاب میں براءؓ بن عازب کی روایت سے کرتا ہے کہ آپؓ نے کہا:
''جب رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق کی کھدائی میں ایک بہت بڑا
سخت پتھر نکل آیا جس پر کدالوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ آئے، اسے
دیکھا، اپنا کپڑا اپنے نیچے رکھ کر پھاوڑا پکڑا اور بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی، اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ
گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر، مجھے ملکِ شام کی چابیاں دے دی گئیں...... بخدا میں اس
وقت اس کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں، پھر بسم اللہ کہہ کر دوسری ضرب لگائی، اس کا ایک تہائی
حصہ مزید الگ ہوگیا، اس پر کہا: اللہ اکبر، مجھے فارس (ایران) کی چابیاں دے دی گئیں، بخدا
میں اس کی آبادیوں کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں، پھر تیسری ضرب لگائی جس سے باقی ماندہ
پتھر ٹوٹ گیا اور کہا: اللہ اکبر! مجھے ملکِ یمن کی چابیاں دے دی گئیں، بخدا میں اس جگہ سے
صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔''(۱)
یہ پیشین گوئیاں کس کے دورِ خلافت میں پوری ہوئیں؟ کس کے بارے میں بزبانِ وحی
گفتگو کرنے والی ذات نے یہ کہا تھا کہ ''مجھے ملکِ شام کی چابیاں دے دی گئیں، ملکِ فارس

---

(۱) ''کتاب الخصائل'' ج ا ص ۱۶۲

کی چابیاں دے دی گئیں، ملکِ یمن کی چابیاں دے دی گئیں"؟؟

آپ ﷺ نے کون سے جانشین کو اپنے آپ سے تعبیر کیا کہ چابیاں تو اسے ملی ہیں، لیکن آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ مجھے مل گئیں۔ کوئی بتائے جواب دے؟؟

ان کے صدوق کو دیکھئے جس کی کتاب کو یہ سب سے زیادہ صحیح مانتے ہیں، قرآن سے بھی زیادہ صحیح، کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق قرآن میں تحریف وتغییر کی جا چکی ہے۔ اگر چہ ان کی دوسری ساری کتابیں بھی اسی جیسی ہیں، لیکن خاص طور پر اس کتاب کا نام ہم نے اس لئے لیا ہے تا کہ پڑھنے والا صاف دیکھ سکے کہ کس طرح ان کی کتابیں نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے بہترین لوگوں کے بارے میں کینے اور بغض وعداوت سے پر ہیں؟ رضوان اللہ علیہم اجمعین!

ان کا سب سے پہلا محدث...... جیسا کہ یہ خود کہتے ہیں...... سلیم بن قیس ہے، جس سے کلینی صدوق اور ان کے علاوہ بھی کئی محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی روایات نقل کی ہیں، اس نے کوئی گندی گالی اور بیہودہ کلمہ ایسا نہیں چھوڑا جو ان مقدس ہستیوں پر چسپاں نہ کیا ہو۔ اس کی جرأتیں اس حد تک بڑھ چکی ہیں کہ وہ علیؓ کے متعلق بھی جھوٹ بولنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ کہتا ہے:

"جانتے ہو کہ جس وقت ابو بکر منبر پر چڑھا ہے، سب سے پہلے کس نے بیعت کی؟ میں نے کہا: جانتا تو نہیں لیکن میں نے ایک بوڑھے بزرگ کو دیکھا تھا جو لاٹھی ٹیکتے ہوئے آیا تھا، جس کی پیشانی پر سجدوں کی کثرت کے باعث نشان پڑ چکا تھا۔ جب وہ (ابو بکرؓ) منبر پر چڑھا، یہ سب سے پہلے روتے ہوئے اٹھا اور کہہ رہا تھا: خدا ہی کے لئے ساری تعریفیں ہیں جس نے مجھے، تمہیں اس جگہ بیٹھا دیکھنے کے لئے موت نہیں دی، اپنا ہاتھ بڑھایئے، چنانچہ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس نے بیعت کی، اس کے بعد کہا: یہ بھی آدم کے دن کی طرح کا ایک دن ہے اور پھر مسجد سے نکل گیا۔

علی علیہ السلام نے کہا: اے سلیمان! تو جانتا ہے، کون تھا؟

میں نے کہا: نہیں، لیکن مجھے اس کی بات ناگوار گزری، گویا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی موت پر خوش ہو رہا تھا، علی علیہ السلام نے کہا: وہ ابلیس تھا...... اس کے بعد کہا: "ولقد صدّق علیهم ابلیسُ ظنّه فَاتَّبعوه

الآ فریقـا مـن المـؤمنین۔" (اور ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا پس اتباع کی اُس کی سب نے، سوائے مؤمنین کی ایک جماعت کے۔")(۱)

خلفاءِ راشدینؓ، سربراہانِ صحابۂ رسول ﷺ اور امتِ مسلمہ کے ان عظیم افراد کے خلاف ان لوگوں نے ایک ایسا قصہ گھڑا ہے، جسے سن کر بچے اور دیوانے بھی ہنس پڑتے ہیں۔ سچ ہے انھی جیسے لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: "بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔"

دیکھئے کس طرح ایک لمبی چوڑی کہانی گھڑ لی گئی ہے جس میں شروع سے آخر تک طعن و تشنیع کی بھرمار ہے:

"جب علی علیہ السلام نے دیکھا کہ لوگ انھیں چھوڑ چکے ہیں اور ان کی مدد نہیں کر رہے ہیں بلکہ ابوبکر کی بات پر سب متفق ہو کر انہی کی تعظیم و تکریم کر رہے ہیں تو آپ اپنے گھر ہی میں رہنے لگے، عمر نے ابوبکر سے کہا: کیوں تم کسی کو ان کی طرف نہیں بھیجتے کہ وہ بھی بیعت کر لیں؟ سوائے ان کے اور ان چار افراد کے سب بیعت کر چکے تھے۔ ابوبکر ان دونوں میں زیادہ موم دل، نرم خو اور منکسر المزاج تھا، دوسرا زیادہ سنگدل، درشت خو، اور سخت گیر تھا، ابوبکر نے اس سے کہا کہ کسے بھیجیں؟ عمر نے کہا: ہم قنفذ کو بھیجتے ہیں، وہ طلقاء بنی عدی بن کعب میں سے ایک سنگدل اور درشت مزاج آدمی ہے، چنانچہ اسے بھیجا گیا اور اس کے ساتھ مددگاروں کی ایک جماعت بھی گئی، وہ گیا اور علی علیہ السلام سے اجازت مانگی، آپ نے اجازت نہ دی، قنفذ کے ساتھی ابوبکر اور عمر کے پاس آئے یہ دونوں مسجد میں بیٹھے تھے لوگ ان کے اردگرد جمع تھے، کہنے لگے ہمیں اجازت نہیں دی جا رہی، عمر نے کہا جاؤ اگر اجازت دیں تو ٹھیک، ورنہ بغیر اجازت کے داخل ہو جاؤ، وہ گئے اور اجازت مانگی، اس پر فاطمہ علیہا السلام نے کہا: میرے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونا تم پر حرام ہے، وہ سب پلٹ گئے، لیکن قنفذ ملعون ٹھہرا رہا۔ انھوں نے کہا: فاطمہ ایسا ایسا کہتی ہیں اور انھوں نے بغیر اجازت ہمارا داخل ہونا ہم پر حرام کر دیا ہے۔ عمر کو غصہ آ گیا۔ کہنے لگا، عورتوں سے ہمیں کیا، پھر اپنے اردگرد کے لوگوں کو حکم دیا کہ لکڑیاں

(۱) "کتاب سلیم بن قیس"، ص ۸۰، ۸۱

اٹھائیں، انھوں نے لکڑیاں اٹھائیں، عمر نے خود بھی لکڑیاں اٹھائیں اور اس کے گھر کے ارد گرد ڈال دیں جس میں علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے رہتے تھے، پھر عمر اتنی زور سے پکارا کہ علی علیہ السلام نے سن لیا، فاطمہ کہنے لگیں، اے علی! تجھے خدا کی قسم، تو جا اور رسول اللہ کے خلیفہ کی بیعت کر لے ورنہ تجھے آگ میں جلا دیا جائے گا، فاطمہ علیہا السلام نے کہا: اے عمر! تیرا ہمارا کیا جھگڑا؟ اس نے کہا: دروازہ کھول، ورنہ ہم تمہارے گھر کو آگ لگا دیں گے، آپ (فاطمہؓ) نے کہا: اے عمر کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا، تو میرے گھر میں داخل ہوگا؟ عمر نے لوٹ جانے سے انکار کر دیا، عمر نے آگ منگائی، اور دروازہ میں آگ لگا دی، پھر دروازہ جل گیا تو عمر داخل ہو گیا۔ فاطمہ علیہا السلام نے اسے دیکھا اور چیخ ماری، ہائے میرا باپ، ہائے اللہ کا رسول، عمر نے نیام سے تلوار کھینچ لی، اور آپ کے پہلو میں ماری، آپ چیخیں، ہائے میرا باپ، عمر نے کوڑا اٹھا لیا، اور آپ کے بازوؤں پر مارا، آپ چیخ اٹھیں، اے اللہ کے رسول، آپ کے جانشین ابوبکر اور عمر بہت بُرے ہیں، اس پر علی علیہ السلام اٹھے اور اس کا گریبان پکڑ لیا، اسے چت کر دیا، اس کی ناک اور گردن پر مارا اور چاہا کہ اسے قتل کر دیں لیکن آپ کو رسول اللہ کا قول یاد آ گیا، آپ کی وصیت یاد آ گئی، آپ نے کہا: اے ابن صہاک! اس ذات کی قسم جس نے محمد کو نبوت سے نوازا، اگر خدا کی طرف سے ایسا ہی لکھا نہ ہوتا اور رسول اللہ کے ساتھ میرا عہد نہ ہوتا تو جان لے کہ تو کبھی بھی میرے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ عمر نے لوگوں کو مدد کے لئے پکارا، لوگ آئے اور گھر میں داخل ہو گئے، علی علیہ السلام اپنی تلوار کی طرف جھپٹے، قنفذ ابوبکر کے پاس گیا، وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں علی اپنی تلوار لے کر نہ نکل کھڑے ہوں کیونکہ آپ کی طاقت وقوت کو جانتا تھا، ابوبکر نے قنفذ سے کہا، جا وہ نکل آئیں تو ٹھیک، ورنہ ان کے گھر میں گھس جا، اگر وہ روکیں تو ان کے گھر کو آگ لگا دے، قنفذ ملعون چلا، وہ اور اس کے ساتھی بغیر اجازت آپ کے گھر میں گھس گئے، علی علیہ السلام اپنی تلوار کی طرف لپکے لیکن لوگ جلدی ان پر جھپٹ پڑے اور انھیں زیر کر لیا، کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی، کچھ نے اپنی تلواریں پکڑ لیں، چونکہ تعداد میں زیادہ تھے اس لئے آپ کو زیر کر لیا، ان کے گلے میں رسی ڈال لی، علی اور ان لوگوں کے

درمیان دروازے میں فاطمہ حائل ہوگئیں، قنفذ معلون نے انھیں کوڑا مارا، جب آپ نے وفات پائی اس وقت تک آپ کے بازو میں ایک پھوڑے کی طرح کا نشان تھا، یہ اسی مار کا اثر تھا، خدا کی لعنت ہو اس پر۔ پھر علی کو گھسیٹتے ہوئے ابوبکر تک لے گئے، عمر اُن کے سر پر تلوار لئے کھڑا تھا، خالد بن ولید، ابوعبیدہ بن جراح، ابوحذیفہ کا غلام سالم، معاذ بن جبل، مغیرہ بن شعبہ، اسید بن حضیر، بشیر بن سعد اور دوسرے سارے لوگ ابوبکر کے گرد مسلح ہو کر بیٹھے ہوئے تھے، کہتا ہے: میں نے سلیمان سے پوچھا: کیا وہ فاطمہ کے پاس بغیر اجازت چلے گئے؟ آپ نے کہا: ہاں، خدا کی قسم ان کے سر پر اوڑھنی بھی نہیں تھی، چنانچہ آپ پکار اٹھیں، ہائے میرے باپ، اے اللہ کے رسول تیرے جانشین ابوبکر اور عمر بہت برے ہیں، تیری آنکھیں قبر میں پھوٹ کیوں نہ گئیں۔ آپ اپنی پوری آواز سے یہ کہہ رہی تھیں، میں نے ابوبکر اور اس کے ارد گرد کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، کوئی ایسا نہیں تھا جو نہ رویا ہو سوائے عمر، خالد اور مغیرہ بن شعبہ کے، عمر کہہ رہا تھا: ہم عورتوں اور ان کی رائے کو کچھ نہیں سمجھتے، یہ لوگ علی کو ابوبکر کے پاس لے آئے، آپ کہہ رہے تھے، خدا کی قسم اگر میری تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو تم جانتے ہو کہ تم یہاں تک نہ پہنچ سکتے، لیکن میں اپنے آپ کو ہرگز ملامت نہ کرتا کہ میں نے تمہارے ساتھ جہاد کیا ہے، میں تمہاری جماعت کو پارہ پارہ کر دیتا، خدا کی لعنت ہو ان پر جنھوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر مجھے چھوڑ دیا، جب ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو چلایا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو، علی علیہ السلام نے کہا: اے ابوبکر، کتنی جلدی تم رسول کی مسند پر کود پڑے، کس حق کی بناء پر، کس حیثیت کی بنا پر، تم نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی، کیا کل خدا اور اس کے رسول کے حکم سے تم میری بیعت نہیں کر چکے؟ خدا کی لعنت ہو قنفذ پر، اس نے فاطمہ کو اس وقت کوڑا مار دیا جب وہ اپنے شوہر اور (قنفذ) کے درمیان حائل ہوئیں، عمر نے اس کی طرف پیغام بھیجا تھا کہ اگر فاطمہ علی اور قنفذ کے درمیان حائل ہوں تو انھیں مارا جائے، قنفذ نے اُن کے بازو پر مارا، ان کی پسلی توڑ دی جس سے ان کے پیٹ کا بچہ گر گیا اور وہ اپنی موت تک بستر سے نہ اٹھ سکیں، خدا کی رحمتیں ہوں ان پر، انھیں شہادت نصیب ہوئی، کہتا ہے، جب علی کو ابو

بکر کے پاس لے گئے، عمر نے آپ کو جھڑک کر کہا: بیعت کر، ان جھوٹے قصوں کو چھوڑ، علی نے اس کو کہا: اگر میں نہ کروں تو تم کیا کرلو گے؟ وہ کہنے لگے: ہم تمہیں ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کر دیں گے۔ آپ نے کہا: تو گویا تم اللہ کے بندے اور اس کے رسول کے بھائی کو قتل کرو گے؟ ابوبکر نے کہا: جہاں تک خدا کے بندے ہونے کا تعلق ہے وہ تو ٹھیک ہے، لیکن رسول کا بھائی ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے، آپ نے کہا: کیا تم انکار کرتے ہو کہ رسول اللہ نے اپنے اور میرے درمیان مواخاۃ کی تھی؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے تین دفعہ یہی بات دہرائی، پھر علی لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، اے مسلمانو! مہاجرین اور انصار کے لوگو! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم نے غدیرِ خم کے دن رسول اللہ کو ایسا ایسا کہتے سنا ہے؟ آپ نے کوئی چیز نہیں چھوڑی، رسول اللہ ﷺ نے اعلانیہ طور پر جو کچھ کہا تھا، سب لوگوں کو یاد دلا دیا۔ لوگوں نے کہا: ہاں! (رسول اللہ ﷺ نے ایسا کہا تھا) تو پھر ابوبکر سے کیوں ڈرتے ہو کہ لوگ اس کی مدد کریں گے؟ ابوبکر نے جلدی سے اُن کی بات کاٹ کر کہا: جو کچھ تم نے کہا ہے سچ ہے، ہم سب نے اپنے کانوں سے سنا ہے، دل سے قبول کیا ہے، لیکن اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سن چکا ہوں کہ ہم اہل بیت کو اللہ نے چن لیا ہے، ہمیں عزت بخشی ہے، دنیا کے مقابلے میں ہمارے لئے آخرت کو پسند کیا ہے، کیونکہ اللہ کو اہل بیت میں نبوت اور خلافت دونوں چیزیں جمع نہیں کرنا ہیں۔ اس پر علی علیہ السلام نے پوچھا، کیا تمہارے ساتھ رسول اللہ کے صحابہ میں سے اور بھی کوئی تھا؟ عمر کہنے لگا رسول اللہ کے خلیفہ نے سچ کہا ہے، جو یہ کہہ رہے تھے۔ یہ بات میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ہے، ابوعبیدہ، ابوحذیفہ کا غلام سالم اور معاذ بن جبل نے بھی کہا: ہم نے بھی رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے، علی علیہ السلام کہنے لگے: تم نے اپنے اس پیمان کو پورا کر دیا جو کعبہ میں کر چکے ہو کہ اگر محمد کو قتل کر دیا جائے یا وہ وفات پا جائیں تو تم اس معاملے میں ہم اہل بیت سے پھر جاؤ گے، ابوبکر نے کہا: اس کے بارے میں آپ کیسے جانتے ہیں؟ ہم نے تو آپ کو نہیں بتایا، علی علیہ السلام نے کہا: اے زبیر میں تم سے، سلمان تم سے، ابوذر تم سے اور مقداد تم سے، اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم

نے رسول اللہ کو یہ کہتے نہیں سنا؟ تم سن رہے تھے، جب رسول اللہ نے ان پانچوں کے بارے میں بتایا تھا کہ فلاں فلاں لوگوں کے درمیان ایک تحریر لکھی جا چکی ہے، جو کچھ انھوں نے کیا ہے اس کا معاہدہ طے پا چکا تھا، وہ کہنے لگے، ہاں ہاں یقیناً ہم نے رسول اللہ کو آپ سے یہ بات کہتے سنا ہے کہ ان لوگوں کے درمیان ایک تحریر لکھی جا چکی اور ایک معاہدہ طے پا چکا ہے، جس کے مطابق ان لوگوں نے عمل کیا ہے۔ حضور آپ سے کہہ رہے تھے کہ اگر میں مارا جاؤں یا وفات پا جاؤں تو اے علی یہ لوگ تجھے چھوڑ دیں گے، آپ نے کہا تھا: یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، اگر ایسا ہوا تو آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تمہارے لئے حکم یہ ہے کہ اگر تمہیں ان کے خلاف مددگار مل جائیں تو ان سے جہاد کرنا اور ان سے الگ ہو جانا۔ اور اگر تمہیں مددگار نہ ملیں تو بیعت کر کے اپنی جان بچا لینا۔ اس کے بعد علی علیہ السلام نے کہا: خدا کی قسم اگر وہ چالیس آدمی بھی جنھوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے، میرے لئے وفادار ہوتے تو میں خدا کے راستے میں تم سے جہاد کرتا، خدا کی قسم تمہارے بعد قیامت تک کوئی اسے نہیں پا سکتا، ورنہ رسول اللہ نے اللہ کا یہ قول جو ارشاد فرمایا ہے جھوٹا ہوگا:

"ام یحسدون النّاس علیٰ ما اٰتاھم اللہ من فضلہ، فقد آتینا اٰل ابراھیم الکتاب والحکمۃ واٰتینا ھم ملکا عظیما." (کیا وہ حسد کرتے ہیں اس چیز پر جو خدا نے انھیں اپنے فضل سے دی؟ پس ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی اور انھیں وسیع ملک عطا کیا) پس کتاب سے مراد نبوت ہے، حکمت سے مراد سنت ہے اور ملک سے مراد خلافت ہے۔ ہم آلِ ابراہیم ہیں! مقداد کھڑا ہو کر کہنے لگا: اے علی! میرے لئے کیا حکم ہے؟ بخدا اگر آپ حکم دیں تو میں اپنی تلوار سے جنگ کروں اور اگر حکم دیں تو رُک جاؤں، علی نے کہا، رُک جا اے مقداد اور رسول اللہ کے ساتھ کئے اس عہد کو یاد کر، اس وصیت کو یاد کر جو تجھے رسول اللہ نے کی تھی، میں کھڑا ہو گیا، میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں جانتا کہ میں ظلم و زیادتی کو دور کر سکتا ہوں، خدا کے دین کو بلند کر سکتا ہوں، تو میں اپنی تلوار اپنی گردن میں ڈالتا اور پھر اس سے ایک ایک کو مارتا، جب تم نے میرے

بھائی رسول اللہ ﷺ، اور ان کے وصی، ان کی امت کے خلیفہ کی مسند پر قبضہ کرلیا ہے تو پھر مصیبتوں کی خوشخبریاں ہیں، رحمت سے مایوس ہوجاؤ، ابوذر اٹھے اور کہنے لگے: اے امتِ پریشاں، اے اپنے نبی کو چھوڑنے والی اور اس کی نافرمانی کرنے والی امت، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: " انّ اللّٰہ اصطفیٰ اٰدم و نوحا و اٰل ابراھیم و اٰل عمران علی العالمین. ذرّیۃً بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم" (بے شک خدا نے چن لیا آدم اور نوح اور آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو زمانے میں سے۔ ان میں بعض بعض کی اولاد ہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے) آلِ محمد نوح کی اولاد ہیں، آل ابراہیم ہیں، ان کی اصل اور جڑ اسماعیل ہیں، محمد ﷺ کا کنبہ اور نبی ﷺ کے اہل بیت رسالت کی جائے قرار ہیں، فرشتوں جیسے ہیں، بلند آسمان جیسے ہیں، مضبوط پہاڑوں کی طرح ہیں، چھپے کعبہ کی طرح ہیں، صاف چشمے کی مانند ہیں، راہ دکھانے والے تارے ہیں، وہ مبارک درخت ہیں جس کا نور پھیل چکا اور جس کی نمی میں خدا نے برکت دی ہے، محمد آخری نبی ہیں، پوری اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ علی تمام وصیوں کے وصی ہیں (وصی وہ شخص جس کے بارے میں وصیت کی گئی ہو) نیک لوگوں کے امام ہیں، درخشاں پیشانی والوں کے سردار ہیں۔ آپ ہی صدیق اکبر ہیں، آپ ہی فاروقِ اعظم ہیں، محمد ﷺ کے وصی ہیں۔ آپ کے علم کے وارث ہیں۔ سب مؤمنین کے ہاں اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: " النّبیّ اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم و ازواجہٗ امّھاتھم و اولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ." (نبی ان کو اپنی جانوں سے بھی عزیز تر ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور اولوا الارحام، کتاب میں بعض بعض سے افضل ہیں۔) تم بھی اسے مقدم رکھو جسے خدا نے مقدم کیا ہے، اسے موخر کرو جسے خدا نے موخر کیا ہے، اسے ہی ولایت و وراثت دو جس کے لئے خدا نے بنائی ہے، عمر کھڑا ہوگیا، اور ابوبکر سے کہنے لگا، ابوبکر منبر پر بیٹھا ہوا تھا، تمہیں کس چیز نے منبر پر بٹھا دیا ہے؟ یہ بیٹھنے والا جنگجو نہیں اٹھے گا سوائے اس صورت میں کہ بیعت کرے، یا تو حکم دے کہ اس کی گردن ماردی جائے، حسن اور حسین دونوں کھڑے تھے، جب عمر کی یہ بات سنی

رونے لگ گئے، علی علیہ السلام نے انھیں اپنے سینے سے لگالیا اور کہا: نہ روؤ، خدا کی قسم یہ دونوں تمہارے باپ کو قتل نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ ﷺ کی دایہ ام ایمن آگے بڑھی اور کہنے لگی؟ اے ابوبکر کتنی جلدی تم نے اپنے حسد اور نفاق کو ظاہر کر دیا؟ عمر نے اسے مسجد سے نکال دینے کا حکم دیا اور کہنے لگا، عورتوں سے ہمارا کیا تعلق؟ (بریدہ اسلمی کھڑا ہوا) اور کہا اے عمر کیا تو میرے بھائی رسول اللہ ﷺ کی مسند پر قبضہ کرے گا؟ تو وہ ہے کہ ہم قریش میں تیرے متعلق خوب جانتے ہیں۔ کیا تم دونوں وہ نہیں جن سے رسول اللہ نے کہا تھا کہ، تم دونوں علی کے پاس جاؤ اور مؤمنین کے معاملات ان کے سپرد کر دو، تم دونوں نے پوچھا تھا کہ: کیا اللہ اور اس کے رسول کا یہ حکم ہے، تو آپ ﷺ نے کہا تھا، ہاں۔ اس پر ابوبکر نے کہا: ایسا کہا تھا لیکن پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: میرے اہل بیت میں نبوت اور خلافت جمع نہیں ہوں گی، آپ نے کہا: خدا کی قسم رسول اللہ نے یہ نہیں کہا تھا، بخدا میں اسی شہر میں رہتا ہوں جس میں تم امیر ہو، عمر کے حکم دینے پر آپ کو مارا اور گرایا گیا، پھر کہنے لگا، اے ابوطالب کے بیٹے اٹھ اور بیعت کر، آپ نے کہا: اگر میں نہ کروں؟ تو اس نے کہا: پھر ہم تیری گردن ماردیں گے، آپ نے تین دفعہ انکار کیا، پھر اپنا ہاتھ کھولے بغیر مٹھی بند کر کے اس کی طرف بڑھایا، اس پر ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ مارا اور اُن سے خوش ہو گیا، علی علیہ السلام نے بیعت کرنے سے پہلے جب رسی اُن کی گردن میں تھی، یہ پکارا تھا، ”**یا ابن امّ انّ القوم استضعفونی و کادوا یقتلوننی.**“ (بھائی قوم نے مجھے ضعیف سمجھا اور میرا ماردینا بھی ان سے کچھ دور نہ تھا۔)(۱)

اس بیہودگی اور ان خرافات پر ہی بس نہیں کیا، ان کے ساتھ اور بھی کئی جھوٹ ملا دیئے ہیں، مثلاً کہتا ہے: ”زبیر نے کہا ہے کہ جب عمر بن الخطاب کے ہاتھ پر ابوبکر نے بیعت کی تو کہا: اے صہاک کے بیٹے! اگر یہ سرکش لوگ نہ ہوتے جنھوں نے تیری مدد کی ہے تو کبھی مجھ پر مقدم نہ ہوتا، میرے پاس میری تلوار ہے، میں تیری بزدلی اور خوف کو جانتا ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ تو ان سرکش لوگوں سے ڈرتا ہے کہ کہیں حملہ نہ کر دیں، عمر کو غصہ آ گیا، کہنے لگا: تو

---

(۱) ”کتاب سلیم بن قلیس“، ص ۸۳ تا ۸۹

صحاک کا ذکر کر رہا ہے؟

اس نے کہا: (بتاؤں) صہاک کون ہے؟ اور کس چیز نے مجھے اس کے بارے میں بتانے سے روکا ہے؟ صہاک زانیہ تھی، کیا تو نہیں مانتا؟ کیا وہ میرے دادا عبدالمطلب کی ایک حبشیہ لونڈی نہیں تھی جس سے تیرے دادا نفیل نے زنا کیا تھا اور اس سے تیرا باپ خطاب پیدا ہوا تھا، عبدالمطلب نے اس سے زنا کرنے کے بعد تیرے دادا عبدالمطلب کو ہبہ کر دی تھی اسی سے میرے دادا کا ایک غلام پیدا ہوا جو ولد الزنا (حرامی) تھا۔"(۱)

اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ اپنی بیہودگی ونجاست اور خباثت و یہودیت میں بڑھتا چلا جاتا ہے، بڑھتا چلا جاتا ہے، چنانچہ کہتا ہے:

"میں نے سلمان سے پوچھا: اے سلمان! کیا آپ نے ابوبکر کی بیعت کر کے کچھ بھی نہ کہا؟ کہتے ہیں، میں نے بیعت کرنے کے بعد کہا تھا، تباہی ہے تمہارے لئے ہمیشہ کے لئے کیا تم سمجھتے ہو کہ جو تم نے اپنے بارے میں کیا، درست کیا، تم نے غلطی کی، تم اپنے سے پہلے اختلاف وتفرقہ پیدا کرنے والوں کی سنت پر چلے، تم نے اپنے نبی کی راہ کو چھوڑا حتیٰ کہ انھیں اپنے مرکز اور اپنے گھر والوں سے نکال دیا، عمر نے کہا: اے سلمان، جب تیرا ساتھی اور بیعت کر چکے اب جو چاہے سو کہہ، جو کرنا چاہے کر، تیرا ساتھی جو چاہے کہے، جو کرنا چاہے کرے، سلمان کہتے ہیں، میں نے کہا: میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ: تجھ پر اور تیرے اس ساتھی پر، جس کی تو نے بیعت کی۔ یہ قیامت تک پوری امت کے گناہوں کا بار ہے، جتنا عذاب پوری امت کو ملے گا اتنا ہی تمہیں بھی۔ اس پر (عمر) نے کہا: جو چاہے سو کہہ، کیا تو بیعت نہیں کر چکا، خدا نے تیری آنکھیں نہیں پھوڑ دی تھیں جبکہ تیرا ساتھی بھی تیرے ساتھ تھا، میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے خدا کی نازل کردہ کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ تیرے نام، نسب اور صفت کا جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اس نے مجھ سے کہا: جو چاہے سو کہہ، کیا خدا نے ان کو دور نہیں کر دیا جن کو تم نے اللہ کو چھوڑ کر خدا بنا رکھا تھا؟ میں نے

(۱) "کتاب سلیم بن قیس"، ص۸۹، ۹۰

اس سے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا ہے، میں نے اس آیت کے بارے میں پوچھا:" یومئذ لاّ یعذّب عذابهٗ احد ولا یوثق و ثاقهٗ احد"(اس دن اس جیسا عذاب کوئی نہ دے گا، اور اس جیسی کوئی گرفت نہیں کرے گا۔)

مجھے بتایا کہ اس سے تو ہی مراد ہے۔ عمر نے مجھ سے کہا: چپ ہو جا، چپ ہو جا، خدا تجھے مارے اے لخناء کے بیٹے، اس پر علی علیہ السلام نے مجھ سے کہا: اے سلمان! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ خاموش ہو جا، سلمان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر علی مجھے خاموش ہو جانے کا حکم نہ دیتے تو میں ہر وہ چیز جو اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ہر وہ چیز جو رسول اللہ سے اس کے اور اس کے ساتھی کے بارے میں سنی ہے، بتا دیتا، جب عمر نے دیکھا کہ میں خاموش ہو گیا ہوں تو کہا: تو نے اس کو تسلیم کر لیا اور اطاعت کر لی، جب ابوذر اور مقداد نے بھی بغیر کچھ کہے بیعت کر لی تو عمر نے کہا: اے سلمان کیا تو ہاتھ نہیں بڑھائے گا جس طرح تیرے دو ساتھی ہاتھ بڑھا چکے ہیں؟ بخدا تُو ان دونوں سے زیادہ اہل بیت سے محبت کرنے والا اور ان کے حق کا احترام کرنے والا تو نہیں، تو نے دیکھا ہے کہ ان دونوں نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کر لی ہے، ابوذر کہنے لگے، اے عمر! کیا تُو ہمیں اہل بیت کی محبت و تعظیم کی عار دلاتا ہے، خدا کی لعنت ہو۔ اور یقیناً خدا کی لعنت ان پر ہو چکی ہے...... اس پر جو ان سے بغض رکھے، ان پر جھوٹ باندھے، ان کا حق مارے، لوگوں کو ان کے ساتھ دشمنی پر اکسائے، اور اس امت کو الٹے پیروں (اسلام) سے پھیر دے، عمر نے کہا: آمین، خدا لعنت کرے اس پر جو ان کا حق مارے، بخدا یہ ان کا حق نہیں ہے اور نہ وہ اسے (یعنی خلافت کو) چاہتے ہیں۔ یہ سب لوگوں پر پیش کی جائے گی، ابوذر نے کہا: تو پھر تم انصار سے ان کے حق کی وجہ سے کیوں جھگڑتے ہو؟ علی علیہ السلام نے عمر سے کہا: اے ابن صہاک، ہمارا اس پر کوئی حق نہیں۔ یہ تیرے لئے اور اس کے لئے ہے جس کی ماں مکھیاں کھایا کرتی تھی۔ عمر کہنے لگا اے ابوالحسن، بس اب رُک جائیے۔ آپ نے بیعت کر لی ہے، سب لوگ میرے ساتھی پر راضی ہیں، اب آپ پر کوئی بھی راضی نہیں تو میرا کیا گناہ ہے؟ علی علیہ السلام نے کہا: لیکن خدائے بزرگ و برتر اور اس کا رسول مجھ

ہی پر راضی تھے، تُو اور تیرا ساتھی، تمہاری اتباع کرنے والے اور تمہارے پیچھے چلنے والے، خدا کی ناراضگی، اس کے عذاب اور ذلت کی خوشخبری سن لیں، اے ابن الخطاب ہلاکت ہو تجھ پر، کاش تو جانتا کہ تُو کس چیز سے نکل گیا ہے، کس میں داخل ہو گیا ہے اور تو نے اپنے اور اپنے ساتھی کے واسطے کیا گناہ کیا ہے؟"[1]

ایک جگہ لکھتا ہے "آگ کا ایک تابوت ہوگا جس میں بارہ آدمی ہوں گے، چھ اوّلین میں سے اور چھ آخرین میں سے، یہ ایک مقفل تابوت میں بند، جہنم کی تہ میں ایک گڑھے میں پڑے ہوں گے، اس گڑھے کے اوپر ایک چٹان ہوگی، جب اللہ جہنم کو بھڑکانا چاہیں گے تو اس گڑھے کو اس چٹان سے ہٹائیں گے، اس گڑھے (کھائی) کی گرمی کی وجہ سے جہنم بھڑک اٹھے گی...... اولین یہ ہیں ...... اور آخرین میں ایک دجال اور پانچ وہ ہیں جنھوں نے معاہدہ اور تحریر تیار کی تھی۔ اور وہ جبت اور طاغوت جس پر انھوں نے معاہدہ کیا تھا...... علی علیہ السلام نے عثمان سے کہا، ربّ کعبہ کی قسم علی اس سے بری ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا ہے کہ تیرے اوپر لعنت بھیج رہے تھے۔ تجھ پر لعنت کرنے کے بعد کبھی تیرے لئے مغفرت طلب نہیں کی ...... کہتا ہے...... سوائے چار آدمیوں کے رسول اللہ کے بعد ہارون اور اس کے متبعین جیسے ہو گئے تھے۔ بچھڑے اور اس کے پیروکاروں کی طرح ہو گئے تھے، چنانچہ علی ہارون کی مانند ہیں، عتیق (ابوبکرؓ کا لقب) بچھڑے کی مانند اور عمر سامری کی مانند ہیں۔[2]

پروردگار ان کفریات اور ہذیان کو نقل کرنے پر ہم تجھ سے معافی کے طلبگار ہیں۔

رسول اللہ پر جھوٹ اور بہتان لگاتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ:

"میرے بھائی، میرے وزیر، میرے وارث، میری امت کے خلیفہ اور میرے بعد تمام مومنین کے معاملات کے والی[3] پر سلام بھیجو، کیونکہ وہ زمین کا مرکز ہیں جہاں وہ قرار پکڑتی

---

(۱) "کتاب سلیم بن قیس" ص۹۰، ۹۱ (۲) "کتاب سلیم بن قیس" ص۹۱، ۹۲ مطبوعہ بیروت۔

(۳) کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے زندہ اور موجود ہوتے ہوئے کسی کو امیر المومنین بنادیں؟ کیا ان میں سے کوئی بھی نہیں جانتا؟ کسی کو بھی علم نہیں کہ اس روز سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان کیا ہوا تھا؟ لیکن ان لوگوں کا وہ حال ہے کہ لهم قلوب لا يفقهون بها و لهم اعين لا يبصرون بها و لهم أذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل۔

ہے، اگر تم نے انھیں کھودیا تو تم زمین اور اہل زمین کا انکار کرنے والے ہوگے، میں نے اس امت کے بچھڑے اور سامری کو رسول اللہ ﷺ کے پاس دیکھا ہے۔ وہ پوچھ رہے تھے، کیا یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حق ہے؟ رسول اللہ غصہ میں آگئے اور فرمایا: اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حق ہے...... وہ کہنے لگے، اس آدمی کو کیا ہوگیا ہے کہ اپنے چچا کے بیٹے کی شخصیت کو بڑھا رہا ہے۔"(۱)

اس ملعون کی جرأت دیکھئے اگر اس نے یہ کہا ہے اور اگر اور کسی نے اس کی طرف نسبت کرکے کہا ہے تو وہ بھی لعنتی ہے۔ نبی ﷺ کے اہلبیت اور آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ جو تمام مومنین کی ماں ہیں، مؤمنین میں شامل ہونے کی وجہ سے علیؓ اور آپؓ کے گھرانے کی بھی ماں ہیں، وہ عائشہ صدیقہ طیبہ، طاہرہؓ جن کی پاکیزگی وطہارت کی شہادت قرآن دے رہا ہے، ان کے متعلق کہتے ہیں:

"علی علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ عائشہ آپ کے پیچھے بیٹھی تھی...... آپ رسول اللہ ﷺ اور عائشہ کے درمیان بیٹھ گئے، عائشہ کو غصہ آگیا، کہنے لگی، کیا تمہاری مقعد کو میری گود کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملی؟ رسول اللہ غصے میں آگئے، کہنے لگے: اے حمیرا، میرے بھائی علی کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچا۔ وہ تو امیر المؤمنین، مسلمانوں کے خلیفہ اور چمکدار پیشانی والے ہیں۔ اللہ انھیں پل صراط پر کھڑا کردے گا اور وہ دوزخ و جنت کی تقسیم کریں گے۔ اپنے چاہنے والوں کو جنت، اور دشمنوں کو دوزخ دیں گے۔"(۲)

اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہؓ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ لکھتا ہے: "علی بن ابی طالب نے معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہم) کی طرف لکھا تھا:

"رسول اللہ ﷺ نے گمراہ کرنے والے بارہ امام اپنے منبر پر بیٹھے دیکھے تھے جو لوگوں کو الٹے پیروں اسلام سے پھیر رہے تھے۔ دو آدمی قریش میں سے اور دس بنی امیہ میں سے ہیں،

---

(۱) "کتاب سلیم بن قیس" ص ۱۶۷۔
(۲) "کتاب سلیم بن قیس" ص ۱۷۹

دس میں سے پہلا تیرا وہ ساتھی ہے، جس کا تو خون طلب کر رہا ہے، یعنی عثمان۔"(۱)

اس کتاب میں اس نے اور بھی بلکہ اس سے بڑھ کر بہت سی باتیں لکھی ہیں، اس کے غلاف (ٹائیٹل) پر اس نے لکھا ہے:

"ہمارے شیعہ حضرات اور ہمارے چاہنے والوں میں سے جس کے پاس کتاب سلیم بن قیس العامری موجود نہ ہو، اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں، یہ محمد ﷺ کے کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ امام صادق۔"

مجلسی نے اس کے متعلق کہا ہے: "حق بات یہ ہے کہ یہ اصولِ معتبرہ کی کتاب ہے۔"(۲)

مشہور شیعہ مصنف ابن الندیم نے "فہرست" میں اس کے متعلق لکھا ہے:

"قیس ایک ایسے بزرگ تھے جن کے پاس ایک خاص نور تھا جو انھیں بلند کرتا تھا، سب سے پہلے شیعہ حضرات کی جو کتاب معرضِ وجود میں آئی وہ کتاب سلیم بن قیس العامری ہے۔"(۳)

شیعہ حضرات کا انتہائی بزرگ اور شیخ محمد بن ابراہیم الکاتب النعمانی اپنی "کتاب الغیبۃ" مطبوعہ ایران میں لکھتا ہے۔

"تمام شیعہ حضرات جنھوں نے علم حاصل کیا اور اسے ائمہ علیہم السلام سے روایت کیا ہے، اس بات پر متفق ہیں کہ کتاب سلیم بن قیس الہلالی کتبِ اصول میں سب سے بڑی اصل ہے۔ جسے اہلِ علم اور اہل بیت کے محدثین نے روایت کیا ہے، یہی سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس لئے کہ اس اصل میں جو کچھ بھی ہے سب یا تو رسول اللہ ﷺ سے یا امیر المؤمنین سے مروی ہے، یا مقداد، سلمان فارسی، ابوذر اور اُن کے اُن متبعین سے، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ اور امیر المؤمنین کا زمانہ پایا اور ان سے سنا، یہ ان کتبِ اصول میں سے ہے، جن کی طرف شیعہ حضرات رجوع کرتے اور ان پر اعتماد کرتے ہیں۔"(۴)

---

(۱) "کتاب سلیم بن قیس" ص ۱۹۶

(۲) "کتاب کا مقدمہ ص ۱۳

(۳) ایضاً

(۴) ایضاً ص ۱۲

کیا اس کے بعد بھی کوئی دھوکہ باز یہ کہہ سکتا ہے کہ:

"شیعہ حضرات پر جو تہمت لگائی جاتی ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں بکتے اور انھیں کافر قرار دیتے ہیں، یہ ان لوگوں کی ایک ظالمانہ سیاست ہے جو بک جانے والے ہیں، جنھوں نے اپنے ضمیر انتہائی سستے داموں بیچ ڈالے...... انھوں نے ظالموں پر ملامت کرنے میں بہت تاخیر کردی، شیعہ حضرات کو بُرا بھلا کہہ کر یہ ان لوگوں کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ دشمنان دین اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی اغراض کی خاطر تفریق و انشقاق کا دائرہ وسیع کرتے چلے گئے۔ انھوں نے اسلام اور اہل اسلام کو اپنے سینوں سے نکال دیا، فتنہ وفساد پھیلانے والے پوری قوت سے سرگرمِ عمل ہوگئے، تاکہ مسلمانوں کے درمیان بغض وعداوت کے شعلے بھڑکا دیں۔ ان کے دل غم وغصہ سے بھر چکے ہیں۔

ان کی حکومت وسیاست کا شیعہ نے پوری قوت سے جواب دیا۔ باہم لڑائیاں ہوئیں، سخت ترین حملے کئے، لالچی لوگوں نے انھیں حکومت میں عہدے پیش کئے تاکہ اس نظام کی تائید ہو۔ یہ مسئلہ امت کی عقلی زندگی کا ایک جزو بن کر رہ گیا، دراصل وہ لوگ اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈال رہے ہیں۔

ان لوگوں نے علمی طرزِ گفتگو اختیار نہیں کی۔ لوگوں کو آزادانہ بات کہنے کا موقعہ نہ دیا۔ انھیں مجبور کیا کہ وہ شیعہ حضرات کے کفر کا اعتراف کریں، ان کی مذہب اہل بیت سے دوری کو تسلیم کریں، کوئی پوچھنے والا اگر ان سے اس کی حقیقت پوچھے، ان سے وضاحت چاہے تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہ ہوگا کہ یہ بات ان کے نظام میں شامل ہے۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں:

۱- کہاں ہیں وہ لوگ جو سب صحابہ کو کافر کہتے اور ان سے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں؟

۲- کہاں ہیں وہ لوگ جو ائمہ اہل بیت کو درجہ ربوبیت تک پہنچا دیتے ہیں؟

۳- کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنی تعلیمات مجوس سے حاصل کیں اور ان کی تعلیمات کو اپنے عقائد میں ملا دیا؟

۴- کہاں ہیں وہ لوگ جو قرآن میں تحریف اور اس میں نقص وخرابی کے دعویدار ہیں؟

۵- کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے ان نئے مذاہب کی بنیاد رکھ چکے ہیں جو اسلام سے خارج ہیں؛ یہ لوگ ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے اس لئے کہ ان کے نظریات کی بنیاد ہی ایسی تہمتوں اور ان الزامات پر ہے۔ ان کی مخالفت کرنا ان کے لئے ممکن نہیں، نہ یہ لوگ علم کی زبان میں اس کا جواب دے سکتے ہیں، حقیقت کو جاننے کا کتنا قریب راستہ تھا، اگر تکفیر کی جگہ ان میں حقیقت معلوم کرنے کا شوق ہوتا، خدا کا خوف اور دین کی حفاظت کا جذبہ ہوتا۔''(۱)

ہم جواب دیتے ہیں کہ جناب! شیعہ حضرات کو جو اس بات کا الزام دیا جاتا ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں بکتے ہیں، یہ ایک ایسی قطعی اور صاف حقیقت ہے جو بارہا واضح ہو چکی ہے۔

خود تمہاری اپنی کتابوں میں یہ چیزیں ملتی ہیں، جنھیں تم نے چھپانے اور مخفی رکھنے کی بہت کوششیں کی ہیں۔

کیا اس جیسی ناپاک اور دکھ دہ کتابیں شائع کرنے کے بعد تم مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہو، تم اپنے آپ کو مسلمانوں کی جماعتوں میں سے ایک جماعت اور اسلام کے طبقہ ہائے فکر میں سے ایک طبقۂ فکر ثابت کرنا چاہتے ہو؟

بخدا ان جھوٹی باتوں سے کوئی دھوکہ نہیں کھا سکتا، سوائے اس کے جو خود اپنی اغراض کے لئے اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈال دے۔ کیا لالچی و خود غرض اِس کا طلب گار ہوگا یا اُس کا۔ تمہاری باتوں سے صرف جاہل و غافل ہی دھوکہ کھا سکتا ہے، جسے کچھ خبر نہ ہو کہ حق کیا ہے اور حقیقت کیا ہے؟

کتنے ہی بک گئے جنھوں نے اپنے قلم ان سرکش و نافرمانوں کے لئے وقف کر دیئے جو صحابۂ رسول اللہ کو گالیاں بکنے والے ہیں، اسلام پہنچانے اور رسالت پھیلانے والوں پر طعن و تشنیع کرنے والے ہیں، یہ بک جانے والے ان سرکشوں کا دفاع کرتے ہیں، ان کی تحریروں اور ان کے اقوال کی تاویل کرتے ہیں، ایسی براءت پیش کرتے ہیں کہ عقل وخرد اپنا سر پیٹ کر

(۱) ''الامام الصادق'' لاسد حیدر: ج ۲، ص ۶۱۷، ۶۱۸ مطبوعہ بیروت۔

ہ جاتی ہے۔ وہ لوگ بہت سستے داموں اپنے ضمیر بیچ چکے۔ امت میں اتحاد و اتفاق کا ڈھنڈورا پیٹنے والے یہ لوگ، کیا ان سے خلفاء راشدین ؓ کی عزت و عظمت کا مذاق اڑانے پر اتحاد ہوسکتا ہے؟ یہ امہات المؤمنین کی عزتوں کا مذاق اڑائیں اور ان سے اتحاد؟

کیا اس جیسی کتابیں چھپتی اور شائع ہوتی رہیں تو مسلمانوں میں اتحاد ممکن ہے؟ کیا ان عقائد پر اتحاد ہوسکتا ہے جنھیں یہ پکار پکار کے کہتے پھریں؟

یہ تو ایسا ہوا کہ کسی کو گھائل کر دیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ تڑپ مت۔ کسی کو زخمی کر کے اس سے کہا جائے کہ اُف نہ کر، یہ کہاں کا انصاف ہے؟

کہاں ہیں وہ جو پکارتے پھرتے ہیں کہ آؤ مل کر بیٹھیں، سوچو کہ کس نے دنیا کے بدلے میں دین کو بیچ ڈالا؟

کہاں ہیں وہ لوگ؟ کیا انھوں نے یہ کتابیں نہیں دیکھیں؟ اس سے بھی زیادہ بیہودہ کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں عقائد بیان کئے گئے ہیں، یہ اپنے عقائد پر کتنے کاربند ہیں؟

کتاب سلیم بن قیس کی طرح ان حضرات کی کوئی کتاب بھی، جو ان کے ہاں اصل و بنیاد کا درجہ رکھتی ہے، طعن و تشنیع اور گالی گلوچ سے خالی نہیں۔ (۱)

پچھلے صفحات میں ان کی کچھ کتابوں سے عبارات نقل کی ہیں، آیئے ایک سرسری نظر کچھ اور کتابوں پر بھی ڈالی لیں۔

حضرات شیعہ کی حدیث و رجال کی کتابوں میں سے سب سے اہم اور قدیم کتاب کا نام ''معرفۃ الناقلین عن الائمۃ الصادقین'' ہے۔ یہ کتاب ابوعمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی کی تالیف ہے، اور ''رجال الکشی'' کے نام سے معروف ہے۔ یہ کتاب اس وجہ سے بھی دوسری کتابوں سے ممتاز ہے کہ اس کتاب کی ترتیب و تلخیص ان کے شیخ الطائفۃ ابوجعفر طوسی نے کی ہے، جس کی دو کتابیں ''الاستبصار'' اور ''التھذیب'' صحاحِ اربعہ میں شمار کی جاتی ہیں، اس

(۱) ہمیں معلوم ہے کہ ان حضرات نے کچھ کتابیں تقیہ کرتے ہوئے عوام اور اہل سنت کو دھوکہ دینے کے لئے لکھی ہیں جیسے ''اصل الشیعہ واصولہا'' محمد حسین آل کاشف الغطاء، اور اسد حیدر کی کتاب ''الامام الصادق والمذاہب الاربعۃ۔''

طرح یہ کتاب دو آدمیوں نے تیار کی ہے۔ ایک ان کا محدث اور فنِ رجال کا سب سے بڑا عالم جو سند اور حجت کا درجہ رکھتا ہے، یعنی کشی۔ اور دوسرا ان کا امام اور شیخ، شیخ الطائفہ طوسی۔

اس کتاب سے کچھ روایات ہم نقل کئے دیتے ہیں، جس سے اس قوم کی خرافات و بد زبانی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ روایات بتلا رہی ہیں کہ ان کے سینے اللہ کے برگزیدہ نبی ﷺ کے صحابہؓ، خلفاء راشدینؓ، اور ہدایت یافتہ تابعین کے خلاف کس قدر حسد اور بغض سے پُر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے ان سب ساتھیوں سے راضی ہو!

اس کتاب میں لکھتے ہیں:

''محمد بن ابی بکر نے علی علیہ السلام کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی کہ وہ اپنے باپ سے بری ہیں۔''(۱)

مزی لکھتا ہے کہ ''انھوں نے علی سے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امام ہیں، آپ کی اطاعت فرض کردی گئی ہے اور میرا باپ دوزخ میں ہے۔''(۲)

ایک اور روایت میں کہتا ہے ''صہیب بُرا آدمی تھا جو عمرؓ پر رویا کرتا تھا۔''(۳)

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں کہتا ہے: ''جو خون بھی ناجائز بہایا گیا ہے، جس حکم کا فیصلہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور علی کے حکم کے خلاف کیا گیا ہے۔ سب کا گناہ ان دونوں کی گردن پر ہے۔''(۴)

ایک جگہ لکھتا ہے: ''اسلام میں کسی پچھنہ لگانے والی سینگی نے جس قدر خون بھی بہایا ہے، جو مال بھی ناجائز طور پر کمایا گیا ہے، جو نکاح بھی ناجائز طور پر کیا گیا ہے، سب کا گناہ ان دونوں کو ملتا رہے گا۔ اس وقت تک جب تک ہمارا اٹھنے والا اٹھتا نہیں، ہم بنی ہاشم اپنے چھوٹوں اور بڑوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ان دونوں کو گالیاں بکیں اور ان سے اپنی براءت کا

(۱) ''رجال الکشی'' محمد بن ابی بکر کے حالات کے تحت ص ۹۱ پر کتاب مطبوعہ کربلا۔
(۲) ''ایضاً''
(۳) ''رجال الکشی'' ص ۱۴۱، بلالؓ و صہیبؓ کے حالات کے تحت۔
(۴) ''رجال الکشی'' ص ۱۷۹، ۱۸۰

اظہار کریں۔"(۱)

حضرت ذوالنورین ☆ کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ آیت یَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا (یہ لوگ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتلاتے ہیں) عثمانؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔"(۲)

یہ ان کے کشی اور طوسی کا حال ہے۔

---

(۱) "رجال الکشی" ص ۱۸۰

(۲) "رجال الکشی" ص ۳۴۔

☆ ہم نہیں سمجھ سکے کہ ان لوگوں کے نزدیک نبی صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ افضل ہیں یا علی رضی اللہ عنہ؟ اس لئے کہ اگر علیؓ کو شرف اور فضیلت اس لئے ہے کہ وہ نبی ﷺ کے داماد ہیں، ان کے عزیز و فرمانبردار ہیں تو پھر نبی ﷺ کے دوسرے عزیز اس شرف سے کیوں محروم ہیں؟ ہر وہ آدمی جو آپ ﷺ کا عزیز ہو، داماد ہو، آپ ﷺ کا دوست ہو، آپ ﷺ پر ایمان لائے، اطاعت کرے، آپ ﷺ سے محبت کرے، آپ ﷺ کو اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد سے عزیز رکھے، وہ عزت والا ہے اور اس کی عزت کی جائے گی، وہ بڑا آدمی ہے، اس کی توقیر لازم ہے، اس کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اس کا احترام کیا جائے گا، اور وہ اسی قابل ہے کہ اس کا احترام کیا جائے۔ ذوالنورینؓ آپ ﷺ کی دو بیٹیوں کے شوہر ہیں، بزبانِ وحی گفتگو کرنے والے رسول ﷺ نے یکے بعد دیگرے اپنی خوشی سے دونوں بیٹیوں کی شادی آپؓ سے کی، اور علی کی روایت کی مطابق آپ کو دل کا درجہ دیا، تو پھر ان کا احترام اور تعظیم و توقیر کیوں نہ کی جائے؟ اس کے ساتھ ساتھ آپؓ نبی ﷺ کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی کے بیٹے بھی تھے۔ مومنین میں سے سب سے پہلے ایمان لانے کی وجہ سے اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والے ہیں۔

رب کے بندو کچھ انصاف کرو!

ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ لوگ نبی ﷺ کی وجہ سے علیؓ کا احترام و تعظیم نہیں کرتے، بلکہ علیؓ کی وجہ سے آپ ﷺ کا احترام کرتے ہیں کہ علیؓ نے آپ ﷺ کی بیٹی سے شادی کر کے آپ ﷺ کو عزیز اور اپنا رشتہ دار بنایا ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ جو بھی علی کے قریب ہو گیا آپ کی مدد کی، اعانت کی اور آپ کے گروہ میں شامل ہو گیا وہی افضل و اعلیٰ ہے، اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے یہ جھوٹا قصہ اور عجیب و غریب روایت گھڑ لی ہے کہ: "صدوق کا بھلا ہو، نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے تین چیزیں دی گئی ہیں جن میں علی بھی میرا شریک ہے۔ اور علی کو تین چیزیں دی گئیں لیکن میں ان میں شریک نہیں۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ وہ کون سی تین چیزیں ہیں جن میں علی آپ کے شریک ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا حمد کا جھنڈا میرا ہے اور اُسے اٹھانے والے علی ہیں، حوضِ کوثر میرا ہے اور اس سے ===

آیئے دیکھیں کہ عاملی نباتی (۱) کیا کہتا ہے؟ اس نے اپنی کتاب میں ایک مستقل حصہ لعن طعن کے لئے مخصوص کر دیا ہے اور اس باب کا عنوان یہ رکھا ہے:

''یہ باب ان پر طعن کے لئے ہے جن لوگوں نے (علی پر) ظلم وزیادتی کی اور ہر ایک نے اپنے زمانہ میں جو جو ظلم کئے۔'' اس عنوان کے تحت لکھتا ہے: ''اس باب کو اصحابِ ثلاثہ کی نسبت سے تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔'' (۲)

چنانچہ اس نے پہلے حصہ میں اپنے جیسے ایک اور رافضی کی زبان سے یہ اشعار لکھے ہیں ۔

کہتے ہیں کہ ابوبکر احمد کا خلیفہ تھا اس کے متعلق جھوٹ کہتے ہیں جس پر قرآن نازل ہوا
یہ تیمی (بنو تیم کا فرد) اس کا خلیفہ نہیں تھا بلکہ یہ شیطان کا خلیفہ تھا (۳)

رسول اللہ ﷺ کے ساتھی اور یارِ غار کے خلاف اپنے اندر کا بغض وکینہ اگلتے ہوئے محمد بن ابی بکر کی طرف جھوٹی نسبت کر کے کہتا ہے کہ انھوں نے کہا ہے:

''میں، عمر، عائشہ اور میرا بھائی اپنے والد کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے تین دفعہ تباہی،

=== پلانے والی علی ہیں۔ اور وہ تین چیزیں جو علی کو دی گئیں اور مجھے ان میں شریک نہ کیا گیا وہ یہ ہیں، علی کو شجاعت دی گئی اور مجھے ویسی شجاعت نہ ملی، علی کو فاطمہ زہرا جیسی بیوی ملی مجھے ویسی بیوی نہیں ملی، علی کو حسن اور حسین جیسے دو بیٹے ملے مجھے ویسے بیٹے نہیں ملے۔'' (الانوار النعمانیہ لنعمت اللہ جزائری)

مجلسی نے اس پر بھی قناعت نہیں کی بلکہ مزید کہتا ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: خدیجہ تیری خوش دامن ہیں، مجھے ویسی خوش دامن نہیں ملی، میرے جیسا سسر تجھے ملا، میرا جیسا سسر نہیں ملا تجھے جعفر جیسا سگا بھائی ملا مجھے اس جیسا بھائی نہیں ملا، تیری والدہ فاطمہ ہاشمیہ ہیں، مجھے ویسی ماں نہیں ملی۔'' (بحار الانوار للمجلسی ص ۵۱۱ مطبوعہ قدیم الہند

ان روایات سے اور اس جیسی بہت سی روایات ہیں۔ ان لوگوں کے اعتقادات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ علی کو اصل اور نبی کو فرع سمجھتے ہیں۔ خود ان لوگوں نے صاف صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ ''سیدِ مخلوقات رسول اللہ ﷺ سے علی افضل ہیں۔'' اس سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ کوئی شک نہیں رہتا۔

(۱) اس کا نام ابو محمد زین الدین علی بن یونس عاملی ہے، نویں صدی کی ابتداء میں پیدا ہوا اور ۸۷۷ میں فوت ہوا۔ ''فقیہ محدث، اور مفسر ہے'' (معجم المؤلفین ج ۷ ص ۲۶۶) علم کلام کا عظیم عالم تھا ''الصراط المستقیم'' اس کی سب سے بڑی اور عظیم تصنیف ہے۔

(۲) ''الصراط المستقیم'' الی مستحق التقدیم، للعین النباتی ج ۲ ص ۲۷۹ ط مطبعۃ الحیدری، مکتبۃ المرتضویہ۔

(۳) ایضاً ص ۲۹۹

ہلاکت کا نام لیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے میرے بارے میں دوزخ کی پیشین گوئی کی ہے۔ ان کے ہاتھ میں وہ عہد نامہ تھا جس پر ہم نے پیمان کیا تھا، سب مجھے چھوڑ کر نکل گئے اور کہنے لگے: چھوڑ دیا جائے، میں نے کہا، آپ بے خیالی میں کہہ رہے ہیں؟ کہنے لگے، بخدا نہیں خدا ابن صہاک پر لعنت کرے، اس نے نصیحت آجانے کے بعد مجھے گمراہ کر دیا۔ آپ ہلاکت ہلاکت پکارتے رہے تا آنکہ میں نے انھیں چپ کرا دیا، پھر انھوں نے مجھے وصیت کی کہ میں ملامت کے ڈر سے یہ بات نہ کروں۔"(۱)

یہ لکھا ہے اِس بدگو نے: اللہ اس کا حشر بھی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کے ساتھ بغض رکھنے والوں کے ساتھ کرے۔

اسلام کی وہ عظیم عبقری شخصیت جس نے قیصر کو فتح کیا، کسریٰ کی شوکت و عظمت کو توڑ ڈالا، یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال پھینکا، جو علیؓ بن ابی طالب کے سسر اور ام کلثوم کے شوہر ہیں، اُن کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی موت کے قریب کہا تھا:

"کاش! میں اپنے گھر والوں کا ایک مینڈھا ہوتا، وہ گوشت کھا جاتے میری ہڈیاں چبا ڈالتے لیکن میں کسی گناہ کا مرتکب تو نہ ہوتا۔"(۲)

یہ معلون "اس کے اندر کی خباثت اور اس کے کلام کی خساست" کا عنوان قائم کرکے اس میں ایسی بات لکھتا ہے جس کے کہنے سے فاسق و فاجر بھی حیا کرتے۔ لکھتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ" (برا اور اچھا برابر نہیں) اور "اَلْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ" (بری عورتیں بُرے مردوں کے لئے ہیں) دونوں آیتیں اس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔"(۳)

حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کے بارے میں کہتا ہے:

(۱) "الصراط المستقیم" الی مستحق التقدیم" للعین النباتی ج ۲ ص ۳۰۰ طبع مطبعۃ الحیدری، مکتبۃ المرتضویہ۔
(۲) "الصراط المستقیم" الی مستحق التقدیم" للعین النباتی ج ۳ ص ۲۵ طبع مطبعۃ الحیدری، مکتبۃ المرتضویہ "نوع ثانی" کے تحت
(۳) "الصراط المستقیم ج ۳ ص ۲۸۔

”جو بھی ظلم اور فتنہ بپا ہوا ہے، وہ دوزخ میں ان دونوں کے گلے میں ڈالا جائے گا۔“(۱)

حضرت عثمانؓ بن عفان کے بارے میں لکھتا ہے:

”اسے بھیڑیئے کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے نعثل کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی بہت زیادہ بال ہونے کی وجہ سے بھیڑیا ہی تھا...... کہا جاتا ہے کہ نعثل اس بڑے سانڈ کو کہتے ہیں جس کی داڑھی بہت بڑی ہو، کلبی نے ”کتاب المثالب“ میں کہا ہے، عثمان سے چھیڑ خانی کی جاتی تھی، وہ مخنّث تھا اور ڈھولک بجایا کرتا تھا۔“(۲)

آخر میں ہم آپ کو بتا دیں کہ اس کاٹ کھانے والے کتے نے تینوں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم وارضاہم کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ ”اللہ کا یہ قول: ”اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ“ (یہی وہ لوگ ہیں جن پہ اللہ نے لعنت کی ہے اور انھیں بہرا اور اندھا کردیا ہے) ان تینوں کے بارے میں نازل ہوا ہے۔“(۳)

یہ بات ملحوظ رہے کہ صرف ان کے متقدمین واولین ہی نے اس قسم کی ہذیان گوئی نہیں کی بلکہ متاخرین بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلے ہیں۔

یہ کتابیں وہ ہیں جو ان کے متقدمین نے تالیف کی تھیں اور انھیں متاخرین نے حاشیہ آرائی کے ساتھ، پوری تحقیق کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ ان کتابوں کی تعریف میں بیحد مبالغہ آرائی کی ہے۔ اگر یہ ان کتابوں اور ان میں موجودہ گالی گلوچ اور بیہودگی پر خوش نہ ہوتے تو انھیں شائع ہی کیوں کرتے، کیوں ان کی اس قدر تعریفیں کرتے؟

کیا اہلِ سنّت میں سے کوئی آدمی کوئی ایسی کتاب شائع کرسکتا ہے جس میں علی رضی اللہ عنہ

---

(۱) ”الصراط المستقیم“ ج ۳ ص ۱۳

(۲) ”الصراط المستقیم“ ج ۳ ص ۳۰

(۳) ”الصراط المستقیم“ ج ۳ ص ۴۰

یا رسول اللہ ﷺ کے نواسوں، حسن اور حسین رضی اللہ عنہما پر طعن وتنقید کی گئی ہو؟ معاذ اللہ! ان لوگوں نے صرف یہ کتابیں شائع ہی نہیں کیں بلکہ ان کی بیحد وحساب تعریف و توصیف بھی کی ہے۔

مثال کے طور پر اسی کتاب کو لے لیجئے، ان حضرات نے مسلمانوں میں صرف اس کی طباعت وتقسیم ہی پر بس نہیں کیا بلکہ اسے سب سے خوبصورت کتاب اور مبحث امامت میں لکھی جانے والی سب سے عمدہ کتاب قرار دیا ہے، کہتے ہیں کہ بحث وتحقیق اس پر ختم ہے اور یہ کتاب عقلی ونقلی دلائل، براہینِ قاطعہ اور صحیح روایات کے لئے سب سے مستند ہے، اس میں ایسی واضح آیات ہیں جن کی تاویل وتفسیر وہی ہوسکتی ہے جو اس میں بیان کی گئی ہے۔"

ایک دوسرا کہتا ہے: "میری جان کی قسم! اپنے موضوع پر یہ بڑی عجیب کتاب ہے، علامہ صاحب "الروضات" کہتا ہے "میں نے سید نا مرتضی علم الہدیٰ کی کتاب "شافی" کے بعد اس جیسی اور کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ بلکہ کئی وجہ سے یہ کتاب اس سے بھی زیادہ اچھی ہے۔"(۱)

اسی طرح قمی، خوانساری، اصفہانی، حر العاملی اور اس کے علاوہ دوسرے کئی حضرات سے بھی اس کی تعریف منقول ہے۔ یہ سب کے سب متاخرین میں سے ہیں۔

اب شیعہ حضرات یہ کہہ کر، کہ وہ صحابہ پر تنقید نہیں کرتے اور نبی کے احترام کی وجہ سے صحابہ کا بھی احترام کرتے ہیں، دراصل سادہ لوح اہلِ سنت کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، یہ تقیہ کرتے ہیں، دلوں میں کچھ رکھتے ہیں اور ظاہر میں کچھ کہتے ہیں۔

اس کی سب سے بڑی دلیل سید محسن کا وہ قصیدہ ہے جو اس نے اس ناپاک کتاب کی تعریف وتمجید میں لکھا ہے، یہ قصیدہ اس نے اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب کبیر میں لکھا ہے۔ ساتھ ہی مصنف کے حالات بھی بیان کرتا ہے۔ اس کے باوجود ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نبی کے احترام کی وجہ سے صحابہ کا احترام کرتے ہیں۔

---

(۱) مقدمہ "الصراط المستقیم" ج ۲ ص ۹ لشہاب الدین المرعشی النجفی۔

دیکھئے کیسا کہتا ہے

یہ کتاب اس آدمی کے لئے ہدایت کی بشارت ہے
جو ان کے راستوں پر بلا اختلاف چلنا چاہے
گویا یہ احمد مبعوث کی وہ کتاب ہے کہ جب آئی
تو آخری دین کو انصاف سے لے کر آئی
یہ گویا متقدمین شیعہ کی ایسی کتاب ہے
جیسے کہ سورۂ اعراف ہے
یہ تجھے رجال اور راویوں کے بارے میں بتائے گی
ایسی عبارت اور ایسے لفظوں میں جو کافی و شافی ہیں!
یہی سیدھا راستہ ہے اوریہی سیدھے
دین کا وہ نظام ہے جو سالک کے لئے کافی ہے
یہ اس کی تالیف ہے جس میں اس کے بارے میں آراء بھی ہیں
پورے طور پر اور تمام اوصاف کے ساتھ
شیخ زین الدین جو اپنے زمانے کا قطب تھا
اچھے اخلاق کا مالک آلِ مناف میں سے تھا
اس نے شیعانِ حیدر کا نام روشن کردیا
وہ تباہ ہوگیا جس نے اِس کے نصوص کا انکار کیا
اس کا ثواب احمد اور اس کے وصی کو پہنچے
جو کرم والے اور خوبیوں کے خزانے ہیں!

یہ ہم نے اس لئے نقل کیا ہے کہ شاید اس سے غافل چونک اٹھیں، فریب خوردہ ہوشیار ہوجائیں، سادہ لوح نصیحت پکڑیں۔ "كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ!"

جو کچھ ہم نے ذکر کیا، اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں اسلاف کے خلاف کس قدر نفرت وبغض بھرا ہے، وہ اسلاف جو اس امت کے حقیقی محسن ہیں۔

تاہم اس بحث وموضوع کی تکمیل وتتمیم کے لئے ہم مزید کچھ روایات دوسری کتابوں سے بھی اور دوسرے علماء وفقہاء سے بھی نقل کیئے دیتے ہیں۔

ان میں سے ایک اردبیلی[1] ہے، جس نے اپنی کتاب میں ایک پورا باب لعن طعن کے لئے مخصوص کر رکھا ہے جس میں وہ تمام صحابۂ رسول کو کافر و فاسق کہتا ہے، بالخصوص تینوں خلفاء راشدین کو، چنانچہ خلفاء ثلاثہ پر طعن کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''خلفاء ثلاثہ جیشِ اسامہ سے پیچھے رہ گئے۔ اس سلسلے میں انھوں نے نبی کے حکم کی خلاف ورزی کی اس لئے وہ کافر ہو گئے اور اپنے کفر کی وجہ سے لعن کے مستحق ہو چکے ہیں۔''[2]

حضرت صدیقؓ وفاروقؓ کے متعلق اشعار میں لکھتا ہے

اللہ جانتا ہے حق انہی کا حق ہے
نہ تیم کا حق ہے اور نہ عدی کا
اے قبیلۂ تیم کے فرد ابوحسن (علی) پر ظلم مت کر
جب کہ خدا نے انہیں وصیوں کے درمیان چُن لیا ہے
نبی نے علی کو ان کے کافر ہونے کا دن نوازا
علم ، حلم ، قرآن اور دین سے[3]

''مطاعن عمر'' ایک خاص باب قائم کر کے اس کے تحت لکھتا ہے:

''عمر کے اتنے مطاعن ہیں کہ نہ تقریر میں سما سکتے ہیں نہ تحریر میں۔''[4]

اسی طرح ''مطاعن عثمان'' کے نام سے ایک باب قائم کر کے لکھتا ہے کہ:

---

(۱) اس کا نام احمد بن محمد اردبیلی ہے۔ اردبیل آذربائیجان کا ایک شہر ہے۔ ''دسویں صدی میں پیدا ہوا اور ۹۹۳ میں ہوا۔ متکلم، فقیہ، عظیم الشان جلیل القدر اور اعلیٰ پایہ کا آدمی تھا۔ اس نے امام صاحب زمان کو دیکھا تھا...... اس کی بہت سی عمدہ تصانیف ہیں۔ جن میں ''آیات الاحکام'' اور ''حدیقۃ الشیعۃ'' ہیں۔'' (الکنیٰ والالقاب للقمی ج ۳ ص ۱۶۷)

''جن مسائل میں اسے شک پڑتا، ان کے لئے رات کو امام کی قبر پر چلا جاتا اور جواب سن لیتا۔ جب یہ کوفہ میں تھا تو بعض اوقات مولانا صاحب الدار اُس سے کچھ مسائل کا حل پوچھتے۔'' (روضات الجنات ج ۱ ص ۸۴)

(۲) ''حدیقۃ الشیعۃ'' ص ۲۳۳ مطبوعہ طہران۔

(۳) ایضاً

(۴) ''حدیقۃ الشیعۃ'' ص ۲۶۶ مطبوعہ طہران۔

''جب مسلمانوں کو احد میں شکست ہوگئی تو عثمان نے چاہا کہ شام کی طرف بھاگ جائے، اس نے ایک یہودی دوست سے اجرت طے کرلی۔ طلحہ نے ایک نصرانی دوست سے اجرت طے کرلی اور پھر ایک نے ایک یہودی بن جانے کا ارادہ کرلیا۔''(۱)

ایک جگہ لکھتا: ''عثمان ملعون باطل پر تھا۔''(۲)

ابن طاؤس حسنی(۳)، جس نے ہلاکو کا نمائندہ و جاسوس بننا قبول کرلیا لیکن عباسیوں کا نمائندہ نہ بنا، مسلمانوں کا یہ قاتل اور انھیں ہلاک و تباہ کرنے والا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے کینہ کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے:

''کیونکہ انھوں نے ابوبکر کی خلافت کو روا رکھا اور عباس، علی وغیرہ اور دوسرے بنی ہاشم کو چھوڑ دیا، حالانکہ بنی ہاشم بنی تیم اور بنی عدی کے مقابلے میں اپنے نبی سے زیادہ قریب تھے...... تو کس طرح قریب والا اور افضل درجہ والا مرتبہ میں دور والے اور رذیل سے کم ہوگیا۔''(۴)

مزید لکھتا ہے: ''(شبِ ہجرت) رسول اللہ ﷺ نے علی علیہ السلام کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا، ابنِ ابی قحافہ کے بارے میں ڈر تھا کہ وہ لوگوں کو بتا دے گا، چنانچہ اسے اپنے ساتھ غار میں لے گئے۔''(۵)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ: ''وہ اسلام سے پہلے گدھوں کو ہانکا کرتے تھے۔'' اور زیادہ آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے:

---

(۱) ''حدیقۃ الشیعۃ'' ص ۳۰۲ مطبوعہ طہران۔

(۲) ایضاً ص ۲۷۵۔

(۳) اس کا نام علی بن موسیٰ طاؤس ہے۔ حلہ میں ۵۸۹ھ میں پیدا ہوا اور وہیں جوان ہوا۔ عباسی عہد میں بغداد میں پندرہ برس رہا۔ پھر حلہ لوٹ آیا۔ اخیر میں پھر مغلوں کے عہد میں مصلحت کی بناء پر بغداد آ گیا اور ۶۶۱ میں ہلاکو کی طرف سے دو سال اور گیارہ مہینے طالبین کا امیر رہا۔ حالانکہ مستنصر کے عہد میں اسے سختی سے روک دیا گیا تھا۔ ۶۶۴ میں فوت ہوا۔ (کتاب کا مقدمہ) ''البحار سے منقول ۱۰۷/۴۴۔ تفرشی نے کہا ہے: ''یہ اس گروہ کے بڑے اور ثقہ آدمیوں سے تھا۔ بڑا جلیل القدر تھا۔'' (نقد الرجال ص ۱۴۴) مصنف نے خود کو اس کتاب میں عبد المحمود کے نام سے پیش کیا ہے۔ ایسا اس نے ان شہروں میں موجود خلفاء سے تقیہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

(۴) ''الطرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف'' لابن طاؤس ص ۴۰۱، مطبعۃ الخیام قم ۱۴۰۰ھ

(۵) ''الطرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف'' لابن طاؤس ص ۴۱۰، مطبعۃ الخیام قم ۱۴۰۰ھ

''اس کی دادی صہاک ایک حبشیہ تھی، جس نے زنا کیا تو اس نے بچہ جنا، پھر روایت کرتے ہیں، کہ حرامی ''نجیب'' (اچھے نسب والا) نہیں ہوسکتا۔ اس اختلاف وتناقض کے باوجود وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سب سے اچھے نسب والا (انجب) ہے۔ خود کو جھٹلاتے ہیں، اگر وہ سمجھدار ہوتے تو اس کے خلیفہ بننے کو سخت ناپسند کرتے، تاہم وہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ حرامی تھا۔''(۱)

دیکھئے کتنے غلط انداز اور بُرے لفظوں میں یہ بات کہہ رہا ہے:

''اور انھوں نے عمر کو چن لیا، اس کا حال وہ ہے جس کا وہ خود اقرار کر چکے ہیں، پھر دیکھو کہ کس طرح عمر لکڑیوں کے بوجھ سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے، جس کو ننگا کرتا ہے اور اپنے نبی محمد ﷺ کے راستے میں ان کی وفات پر گدھوں کی تجارت کرتا ہے۔ پھر ذرا غور کرو کہ کس طرح ان کی زندگی میں بد معاملہ اور بُری صحبت اختیار کئے سامنے آتا ہے۔ نبی کے اہل بیت آپ کی وفات کے بعد اس راستے سے نہیں گزرے۔''(۲)

تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمانؓ کے بارے میں لکھتا ہے:

''اور تیسرا اٹھا، کوّے کی طرح اس کا پیٹ نکلا ہوا تھا، ہلاکت ہو اس پر، کاش اس کے پر کاٹ دیئے جاتے، اس کا سر جُدا کر دیا جاتا تو اس کے لئے بہتر تھا۔''(۳)

حضرات شیعہ کا مجدّد اور حجۃ القوم، ان کا فقیہ اور محدّث، ملا باقر مجلسی جسے یہ لوگ خاتم المحدّثین اور امام الاخباریین کے نام سے پکارتے ہیں۔ وہ امام ہے لیکن دجل وکذب کا امام ہے۔ لعن طعن کا امام ہے۔ وہ بہتان طرازی وتہمت تراشی، جھوٹ اور ہذیان گوئی میں تمام اوّلین سے بازی لے گیا ہے۔ اس نے اخلاقی اور غیر اخلاقی تمام حدود پھلانگ لی ہیں۔ اس بد بخت نے اپنی کتاب ''حق الیقین'' میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے، ''ابوبکر اور عمر کے کفر کا بیان'' اس کے تحت لکھتا ہے:

''یہ بات معلوم ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت الامیر علیہما السلام دونوں ابوبکر اور عمر کو منافق،

---

(۱) ''الطرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف'' لابن طاؤس ص ۴۶۸، ۴۶۹ مطبعۃ الخیام قم ۱۴۰۰ھ

(۲) ''الطرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف'' ص ۴۱۷

(۳) ''الطرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف'' ص ۴۱۷

ظالم اور غاصب سمجھتے تھے، اسی طرح ان کو جھوٹا، مخالفِ حق اور امام کی نافرمانی کرنے والا سمجھتے تھے۔

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ آدمی جس نے جماعت میں تفریق ڈالی، امام کی اطاعت کو چھوڑا، اور اسی حال میں مرگیا وہ جاہلیت کی موت مرا، یہ بھی مروی ہے کہ کوئی آدمی مرجائے اور اس کے گلے میں اطاعتِ امام کا پٹہ نہ ہو یا جس نے جماعت میں ذرہ برابر بھی تفریق ڈالی وہ جاہلیت کی موت مرا، یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے کہ صدیقہ، طاہرہ (فاطمہؓ) نے ابوبکر سے ناراضگی کی حالت میں وفات پائی ہے[۲]۔ آپ ابوبکر کو گمراہی اور باطل پر سمجھتی تھیں، صرف

---

(۱) جھوٹ لکھتا ہے خدا کا دشمن۔ اسے یاد نہیں کہ اس نے خود بیان کیا ہے کہ فاطمہ اپنی وفات سے پہلے ابوبکر سے اسی طرح راضی تھیں جس طرح عمر سے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ فاطمہ کا راضی ہونا اور ناراض ہونا اسلام اور کفر کا سبب نہیں بنتا، آپ علیؓ بن ابی طالب پر بار بار برہم و ناراض ہو چکی ہیں مگر کوئی نہیں کہتا کہ اس سے علیؓ اسلام سے خارج ہو گئے۔

خود شیعہ حضرات نے اپنی کتابوں میں روایات بیان کی ہیں۔ ان میں ایک روایت وہ ہے جسے ابنِ بابویہ قمی (صدوق) نے اپنی کتاب میں اپنے چھٹے امامِ معصوم......ابوعبداللہ (جعفر) سے نقل کیا ہے، آپ سے پُوچھا گیا تھا:

"کیا جنازہ کے ساتھ آگ، انگیٹھی، قندیل یا اور کوئی ایسی چیز جس سے روشنی کی جائے، لے کر جایا سکتا ہے؟

راوی کہتا ہے: اس سوال سے ابوعبداللہ کا رنگ متغیر ہو گیا، آپ بیٹھ گئے اور کہنے لگے:

"بدبختوں میں سے ایک بدبخت رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: کیا آپ کو علم نہیں کہ علی نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام بھیجا ہے، آپ نے پوچھا، تو سچ کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا: سچ کہہ رہا ہوں۔ تین دفعہ کہا: آپ کو اس قدر غیرت آئی کہ آپ کی برداشت سے باہر ہو گئی۔ بات یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورتوں پر غیرت اور مردوں پر جہاد فرض کر دیا ہے، جو عورت اس پر ضبط اور جبر کرے اسے اتنا ہی اجر ملے گا جتنا خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والے کو ملتا ہے، کہتا ہے: آپ کو اس پر شدید غم ہوا، آپ رات تک فکر مند رہیں، رات ہو گئی تو آپ نے حسن کو دائیں کندھے پر اور حسین کو بائیں کندھے پر اٹھایا۔ امِ کلثوم کا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑا اور اپنے والد کے کمرے میں چلی گئیں، علی آئے اور اپنے کمرے میں داخل ہو گئے۔ آپ نے فاطمہ کو نہیں دیکھا۔ فاطمہ کو اس سے اور زیادہ غم ہوا۔ علی نہ جانتے تھے کہ قصہ کیا ہے۔ علی کو شرم محسوس ہوئی کہ ان کو ان کے والد کے کمرے سے بلائیں آپ مسجد میں آئے تا کہ کچھ نماز پڑھ لیں، اس کے بعد مسجد کی کچھ چیزوں سے ٹیک لگالی۔ جب نبی ﷺ نے فاطمہ کو دیکھا کہ مغموم ہیں تو آپ پر پانی ڈالا، اس کے بعد اپنے کپڑے پہنے اور مسجد میں داخل ہو گئے۔ آپ رکوع اور سجدے کی حالت میں نماز پڑھتے رہے، ہر دو رکعت پڑھنے کے بعد آپ خُدا سے دعا کرتے کہ یا اللہ! فاطمہ کا دکھ درد دُور کر دے۔ جب آپ ان کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ آپ ہچکیاں اور سسکیاں لے رہی ہیں۔ نبی ﷺ نے دیکھا کہ آپ سو نہیں سکیں اور آپ کو قرار نہیں آرہا ہے تو آپ سے فرمایا، اٹھ میری بیٹی، آپ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ نبی ﷺ نے حسن کو اٹھایا اور فاطمہ نے حسین کو اٹھا کر امِ کلثوم کا ہاتھ پکڑا، آپ علی کے پاس آئے، وہ سو رہے تھے نبی ﷺ نے اپنے پاؤں سے ان کے پاؤں کو ٹھوکا لگایا اور کہا: اے ابوتراب اٹھ، کتنے ہی پرسکون آدمیوں کو تو نے جھنجھوڑ دیا، جا ابوبکر کو اس کے گھر سے، عمر کو اس کی مجلس سے اور طلحہ کو بُلا لا۔ علی گئے اور دونوں کو ان کے گھروں سے لے آئے۔ سب رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے تو رسول اللہ نے فرمایا: اے علی! کیا تُو نہیں جانتا کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا اور حصہ ہے۔ جس نے اسے دُکھ دیا گویا اس نے مجھے ====

یہی نہیں بلکہ جو آدمی بھی ابوبکر کی امامت کا اعتقاد رکھے اور اس کا اقرار کرے، وہ بھی جاہلیت اور

=== دُکھ دیا، جس نے مجھے تکلیف پہونچائی اس نے خدا کو تکلیف پہونچائی، جس نے میری موت کے بعد اُسے تکلیف پہونچائی گویا اس نے میری زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی، جس نے میری زندگی میں اسے تکلیف دی وُہ اس جیسا ہے جس نے میری موت کے بعد اسے تکلیف دی۔" (علل الشرائع، للقمی، ص ۱۸۵،۱۸۶ مطبوعہ نجف، یہ روایت مجلسی نے بھی اپنی کتاب "جلاء العیون" میں نقل کی ہے۔)

دوسری دفعہ آپ اس وقت علی پر برہم ہوئیں جب آپ نے علی کا سر اس لونڈی کی گود میں دیکھ لیا جسے آپ کے بھائی نے آپ کو ہدیہ میں پیش کیا تھا، روایت یوں ہے:

"قمی اور مجلسی ابوذر سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا:

میں اور جعفر بن ابی طالب حبشہ کے شہروں کی طرف ہجرت کر رہے تھے، جعفر کو ایک لونڈی پیش کی گئی جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی، جب ہم مدینہ آئے تو اس نے وہ لونڈی علی کو دے دی کہ ان کی خدمت کرے۔ علی نے اُسے فاطمہ کے گھر میں رکھ لیا۔ ایک دن فاطمہ علیہا السلام نکلیں تو دیکھا کہ علی علیہ السلام کا سر لونڈی کی گود میں ہے، آپ کہنے لگیں: اے ابوالحسن تو نے اس سے کیا کیا ہے؟ آپ نے کہا: اے محمد ﷺ کی بیٹی، خدا کی قسم میں نے کچھ نہیں کیا، تو کیا چاہ رہی ہے؟ آپ نے کہا: مجھے اجازت دے کہ میں اپنے والد رسول اللہ کے گھر چلی جاؤں، علی نے آپ سے کہا، میں نے تجھے اجازت دی، فاطمہ نے اپنا گریبان پھاڑ لیا اور نبی کے پاس چلی گئیں۔" (علل الشرائع ص ۱۶۳، بحار الانوار ص ۴۳-۴۴ باب معاشرتها مع علی)

تیسری دفعہ آپ اس وقت برہم ہوئیں جیسا کہ خود ان حضرات نے بیان کیا ہے۔

"فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب فدک کا مطالبہ کیا اور ابوبکرؓ نے آپ کو دینے سے انکار کر دیا، آپ لوٹ رہی تھیں تو غصہ سے اس طرح کانپ رہی تھیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آپ بیمار پڑ گئیں اور علی پر برس پڑیں کہ انھوں نے آپ کی کوئی مدد اور آپ کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا، آپ کہنے لگیں:

اے ابنِ ابی طالب: زمانے کے بہادروں اور جنگجوؤں کو ہلاک کرنے کے بعد اب تو بزدلوں کی طرح چُپ اور پیٹ کے بچے کی طرح خاموش بیٹھ گیا ہے، اب یہ ہجڑے تجھ پر غالب آ گئے۔ یہ ابنِ ابی قحافہ مجھ سے فدک چھین رہا ہے جو میرے باپ نے مجھے دے دیا تھا۔ میرے ساتھ ناحق جھگڑا کر رہا ہے کسی نے میری مدد نہیں کی، کوئی میرا مددگار و معین اور کوئی میرا حامی اور وکیل نہیں۔ آپ غصہ میں کہتی چلی گئیں، آپ کا غم بڑھتا گیا، تو نے مجھے ذلیل کر دیا، بھیڑیے آ رہے ہیں اور تو جنبش تک نہیں کرتا۔ یلیتنی مِتّ قبل هذا و کنت نسیا منسیا۔" میں اپنے باپ سے شکایت کروں گی، اپنے رب سے جھگڑوں گی۔ (''حق الیقین'' مجلسی ''بحث فدک'' ص ۲۰۳-۲۰۴)

اس جیسی روایت ''الاحتجاج'' للطبرسی اور ''الآمال'' ص ۲۹۵ مطبوعہ نجف میں بھی ہے)

علیؓ اور فاطمہؓ کے درمیان اور بھی بہت سے جھگڑے ہیں جنھیں مجلسی، طوسی اور اربلی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ جو اسی بناء پر وقوع پذیر ہوئے کہ علیؓ کی وجہ سے آپ کو تکلیف پہونچی تو آپ علیؓ پر برہم ہو گئیں۔

پتہ نہیں اب یہ لوگ کیا جواب دیتے ہیں، انصاف کرنے والے کیا فیصلہ کرتے ہیں؟

ہم تم ہی لوگوں کو منصف مقرر کرتے ہیں، آپ جو جواب علی کے بارے میں دیں گے وہی صدّیق اور فاروق رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں ہمارا جواب ہوگا۔

اگر یہ کہیں کہ فاطمہؓ ناراض ہونے کے بعد پھر علیؓ سے راضی ہو گئیں تھیں تو ہم کہیں گے کہ: وُہ تو شیخین سے بھی ناراض ====

کفر وضلالت کی موت مرا......اور عمر بھی ایسا ہی تھا۔"(۱)

صحابۂ رسول کی دشمنی میں حد سے تجاوز کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"ایک دفعہ ابوبکر سے کلالہ کا مسئلہ پوچھا گیا، اس نے جواب دیتے ہوئے کہا: اگر حق ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے، کیا خوب کہا ابوبکر نے کہ اپنے آپ کو شیطان کا ساتھی بنالیا اور وہ جہنم میں بھی اس کا ساتھی ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ شیطان سے اس نے عمر مراد لیا ہو۔"(۲)

اس ملعون نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے: "اس باب میں چند وہ بدعتیں اور برے اعمال وافعال بیان کئے جاتے ہیں جن کا ارتکاب اہل سنت کے خلیفہ ثانی، عمر نے کیا ہے۔"

اس کے بعد کہتا ہے: "اس فتنہ وفساد کی جڑ کے مطاعن اور برائیاں اس قدر زیادہ ہیں کہ وہ کئی ضخیم اور تفصیلی کتابوں میں بھی نہیں سما سکتیں تو اس کتاب میں کیونکر آجائیں گی؛ وہ ابوبکر کا تمام عیبوں اور برائیوں میں شریک تھا، بلکہ اس کی خلافت بھی اس کے جرائم میں سے ایک جرم ہے۔"(۳)

ایک جگہ لکھتا ہے "اور عمر جانتا تھا کہ وہ کافر، منافق اور دشمن اہل بیت ہے اور اس کی گردن پر تمام شہیدوں کا گناہ ہے۔"(۴) (اس خبیث و بدگو سے خدا کی پناہ)

فَشَرُّکُما لِخَیْرِ کُمَا الفِدَاء

=== ہوگئیں تھیں۔ "اس کے بعد ابوبکر فاطمہ کی طرف گئے اور عمر کی شفاعت کی اور انھیں ان کے پاس بلایا، چنانچہ آپ ان سے راضی ہوگئیں۔" ("شرح نہج البلاغۃ" لابن ابی الحدید ج اص ۵۷ مطبوعہ بیروت۔ "حق الیقین" ص ۱۸۰ مطبوعہ: طہران۔ "شرح النہج" لابن میثم ج ۵ ص ۵۰۷ مطبوعہ: طہران "شرح النہج" للدنبلی ص ۳۳۱ مطبوعہ طہران۔)

(۱) "حق الیقین" للمجلسی ص ۲۰۴، ۲۰۵ مطبوعہ ایران۔

(۲) "حق الیقین" ص ۲۰۶

(۳) "حق الیقین" للمجلسی ص ۲۱۹ مطبوعہ ایران

(۴) "حق الیقین" للمجلسی ص ۲۲۳ مطبوعہ ایران

حضرت فاروقِ اعظم کو گالیاں، کوسنے اور لعن طعن کرنے میں اس ظالم نے یہ کہہ کر انتہاء کردی ہے:

''جو کچھ بڑی بڑی کتابوں میں عمر کے حسب اور نسب کا نیچ ہونا اور حرامی ہونا بیان کیا گیا ہے، یہ مختصر سی کتاب اس کے لئے کافی نہیں۔''(۱)

اس کے بعد حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی وہ کچھ بکتا ہے جو حضرت صدیقؓ وفاروقؓ کے بارے میں بک چکا ہے، لکھتا ہے:

''بڑے بڑے صحابہ اس کے کافر ہونے پر متفق تھے۔'' جھوٹ بکتا ہے تُو اے یہود و مجوس کی اولاد...... ''اس کے کفر کی گواہی دے چکے تھے...... حذیفہ کہا کرتا تھا: الحمد للہ کہ میں عثمان کے کفر میں شک نہیں کرتا، البتہ اس چیز میں مجھے شک ہے کہ اس کا قاتل کافر تھا جس نے ایک کافر کو مارا، یا مومن کہ جس کا ایمان تمام مؤمنین سے بڑھا ہوا تھا۔ جو آدمی بھی عثمان کے بارے میں یہ گمان رکھے کہ وہ مظلوم مارا گیا، اس کا گناہ ان لوگوں سے بھی زیادہ ہے جو بچھڑے کی پُوجا کیا کرتے تھے۔''(۲)

عثمان کے کفر کا منہ بولتا ثبوت یہ ہے کہ امیر المومنین (علیؓ) اس کے قتل کو مباح سمجھتے تھے، اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔''(۳)

''اس بات کی دلیل کہ عثمان کو امیر المؤمنین کافر سمجھا کرتے تھے، یہ ہے کہ آپ نے اس کی نعش کو چھوڑ دیا تھا جسے کتے کھاتے پھرتے تھے، کتے اس کی ایک ٹانگ لے گئے تھے۔''

(دیکھئے ان یہودیوں کے بغض وعداوت کی طرف...... کس طرح یہ ظالم اپنے منہ سے ایسے کلمات اگلتے ہیں جن سے ان کے دلوں کے کینے اور بغض وکدورت کا اظہار ہوتا ہے، علیؓ اور ان کے گھرانے کی محبت کے پردے میں دراصل یہ اسلام کے اِن عظیم فرزندوں کے خلاف زہر اگلتے ہیں، علیؓ اور ان کا گھرانہ ان سے بری وبیزار ہے۔) ''تین دن تک کتے کی طرح اس کا جسم گوبر

(۱) ''حق الیقین'' للمجلسی ص ۲۵۹ مطبوعہ ایران

(۲) ایضاً ص ۲۷۰

(۳) ایضاً ص ۲۷۱

کے ڈھیر پر پڑا رہا اور اسے کتے کھاتے رہے۔"(۱) (ہاں! تیرے جیسے کتے) علی اس کے پاس نہیں گئے۔"(۲)

اس جیسی اور ان گنت اور بے شمار روایات اس کی کتاب میں موجود ہیں جنھیں میں نقل بھی نہیں کر سکتا، پھر یہ کاٹ کھانے والا کتا صرف صدیقؓ و فاروقؓ اور ذوالنورین ہی کا ذکر نہیں کرتا بلکہ امہات المؤمنین کا، حضرت صدیقہؓ اور حفصہؓ کا ذکر بھی اسی طور پر کرتا ہے، حضور ﷺ کی ان پاک بیویوں کا جو قرآن کے مطابق علیؓ اور سارے بنی ہاشم کے مؤمنین کی مائیں ہیں۔ یہ بد بخت ان کا ذکر بھی انہی لفظوں میں کرتا ہے۔ مجلسی جب بھی ان میں سے کسی کا ذکر کرتا ہے لعن طعن کے ساتھ کرتا ہے، بہت کم ایسا ہے کہ اس نے کسی کا ذکر کیا ہو اور گالی گلوچ نہ بکی ہوں۔

اس کی کچھ مثالیں پیش کرنے سے پہلے ہم صاحب عقل وخرد شیعہ حضرات سے پوچھتے ہیں،
کیا حلالی آدمی اپنی ماں کو گالیاں اور کوسنے دیتا ہے۔ کیا اپنی ماں پر لعنت بھیجنا حلالی کا کام ہے؟
کس طرح کوئی حلالی تمام مؤمنین کی ماں کو ...... اور اس میں اہل بیت بھی شامل ہیں......لعنت پھٹکار کر سکتا ہے؟
کیا اہلِ بیت کی ماں پر پھٹکار کرنے والا مومن یا مسلمان ہو سکتا ہے؟
دل صاحبِ ادراک سے انصاف طلب ہے!
کیا علیؓ بن ابی طالب کی ولایت کا منکر کافر ہے؟ شیعہ حضرات اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔
تو پھر ان کی ماں کا منکر، انھیں گالیاں بکنے والا، پھٹکار کرنے، اور کافر کہنے والا، ایسے آدمی

---

(۱) یا رب مجھے معاف کرنا، میں توبہ کرتا ہوں کہ میں نے تیرے اس نیک بندے، جسے جنت کی بشارت زندگی ہی میں مل گئی، جس سے تیرے رسول ﷺ نے جو بزبانِ وحی بولتا ہے، اپنی دو بیٹیوں کی شادی کر دی، میرے خدایا معاف کرنا، یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کلمات صرف اس لئے نقل کئے ہیں، کہ لوگ دیکھ لیں کہ ان کے اور ان کے ائمہ کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف کس قدر کینہ ہے۔ جو اُن سے محبت کرے تُو اور تیرا نبی بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ جو ان سے نفرت کرے تُو اور تیرا ہدایت کرنے والا نبی بھی اس سے نفرت کرتے ہیں۔ اللّٰھم لا تجعلنا منھم۔ یا اللہ اس یہودی ناپاک مردود کی اس گندی اور غلیظ عبارت کو نقل کرنے پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔
(۲) "حق الیقین"، "مجلسی" ص ۲۷۳، ۲۷۴ طہران ایران

کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ایک عجیب قصہ ہم آپ کو سناتے ہیں۔ ایسا قصہ مجلسی جیسا کذّاب وبدکردار ہی تراش سکتا ہے۔ اسی کے الفاظ میں سنئے، کہتا ہے:

"عیاشی نے بقولِ شیعہ سندِ معتبر سے صادق سے روایت کیا ہے کہ عائشہ اور حفصہ، خدا کی لعنت ہو ان دونوں پر ان دونوں کے والدین پر کہ انھوں نے رسول اللہ کو زہر دے کر ہلاک کر ڈالا۔"(۱)

پروردگار کب تک یہ لوگ ان بزرگ و پاکیزہ ہستیوں کے جسم نوچ کر کھاتے رہیں گے، پروردگار کب تک تُو انھیں اپنے دردناک عذاب و گرفت سے بچاتا اور ڈھیل دیتا رہے گا؟ کب تک، الٰہی کب تک؟؟

یہ اس خرافات وبکواسات کا ایک نمونہ ہے، جس سے ان لوگوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ان کی کوئی کتاب ایسی نہیں ملے گی جس میں خلفاء راشدینؓ اور امہات المؤمنین کو ننگی گالیاں اور کھلم کھلا کافر وفاسق نہ کہا گیا ہو۔

بخدا جو کچھ بھی ان لوگوں نے ان حضرات کے ساتھ محبت وتعلق کا اظہار کیا ہے، سب مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے لکھا ہے، تقیہ کیا ہے ؎

فلم ار ودّھم الّا خداعا ولم ار دینھم الّا نفاقا

"میں نے دیکھا ہے کہ ان کی ساری محبت دھوکہ پر مبنی ہے اور ان کا دین مجموعۂ نفاق ہے۔"

یہ ان کا دین ہے، جسے وہ اپنائے ہوئے ہیں اور یہ ان کے اعتقادات ہیں، خلفاء راشدین و مہدیین حضرت صدیقؓ وفاروقؓ اور ذوالنورینؓ کے بارے میں یہ ان کا موقف ہے۔ سراسر کتاب اللہ کے خلاف، جو اُن کے نزدیک ثقل اکبر ہے سراسر اہل بیت کی تعلیمات کے خلاف، جو ان کے نزدیک ثقلِ اصغر ہیں۔ خود یہ بات ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔

جہاں تک اکبر کا تعلق ہے تو اسے تم چھوڑ چکے ہو اور اس سے یہ کہہ کر منھ پھیر چکے ہو کہ "یہ

---

(۱) "حیات القلوب" للمجلسی ج۲ ص۷۰۰ مطبوعہ طہران

تحریف شدہ ہے، اسے بدل دیا گیا ہے۔ بہت سا اس میں کم کردیا گیا اور بہت سا حذف کردیا گیا ہے۔ اب کسی کے پاس بھی صحیح و اصلی نسخہ موجود نہیں ہے سوائے امام غائب کے...... ان کا امام غائب ایک ہزار سال سے نہیں نکلا اور کبھی بھی نہیں نکلے گا۔(۱)

جہاں تک اصغر کا تعلق ہے اس کو بھی تم جھٹلا چکے اور اس کی مخالفت کر چکے ہو، کہ وہ تو خلفاء ثلاثہ سے محبت کریں، ان کی تعریفیں کریں اور تم ان سے بغض و کینہ رکھو۔ اہل بیت ان سے بے پناہ محبت کیا کرتے تھے اور تم ان سے دشمنی کرتے، ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہو۔ وہ ان کی اور ان کے اسلام لانے کی تعریفیں کیا کرتے تھے، اور تم انھیں کافر کہتے اور ان کے اسلام لانے کا انکار کرتے ہو، انھوں نے ان کی بیعت کی، ان کی نیابت کے فرائض سرانجام دیئے، وہ انھیں ائمہ حق سمجھتے رہے، اور تم انھیں غاصب، خائن اور دھوکہ باز سمجھتے ہو، انھوں نے اپنی بیٹیاں ان سے بیاہیں، اپنے بیٹوں کے نام ان کے ناموں پر رکھے، اور تم ان پر ایسی ایسی تہمت تراشیاں کرتے ہو جن کا مرتکب کوئی عام آدمی بھی نہیں ہوسکتا۔ تم ان کے ناموں سے نفرت کرتے ہو، ان کی نسبت تمھیں ناپسند ہے۔ دیکھ لو اور خوب دیکھ لو کہ تم ایک طرف ہو اور اہل بیت ایک طرف ہیں۔

یہی کیا، اہل بیت تو اس آدمی کی بھی تردید کردیا کرتے تھے، جو ان حضرات کے فضل و منزلت کا اقرار نہ کرتا ہو۔ بلکہ اس پر سختی کیا کرتے اور اسے ملامت کیا کرتے تھے جو ان حضرات کے ساتھ بغض رکھتا۔

□

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب الشیعۃ والسنۃ

خلفاء راشدینؓ کے دشمنوں کے بارے میں اہل بیت کا موقف

شیعہ مصنف علم الہدیٰ نے اپنی حدیث کی کتاب ''الشافی'' میں اس روایت کو نقل کیا ہے:

''علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں کہا: نبی ﷺ کے بعد اس امت کے بہترین افراد ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں، اور بعض روایات میں ہے کہ آپؓ نے یہ خطبہ دیا۔ خطبہ ختم ہوا تو ایک آدمی ابوبکرؓ اور عمرؓ کو برا بھلا کہنے لگا، آپؓ نے اسے بلایا اور گواہی پوری کرنے کے بعد اُسے سزا دی۔''(۱)

یہ حال تھا امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق اور عبقریٔ اسلام، محسنِ امت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت وتعلق کا۔ آپؓ انھیں بے حد پسند کرتے تھے اور ان کے مخالفین کے بارے میں آپ کا موقف بھی آپ نے دیکھ لیا۔ اسی لئے خود ان کی اپنی روایت کے مطابق جب ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر لوگ بیعت کر چکے اور ان پر متفق ہو چکے تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آکر آپ کو خلافت کے لئے ابھارنے لگے۔ آپ نے ان کے جواب میں کہا: تیرا ستیاناس اے ابوسفیان، یہ بھی تیری ایک چال ہے تو جاہلیت میں بھی ہمیشہ اسلام میں کجی پیدا کرتا رہا ہے۔''(۲)

حضرت عثمانؓ سے آپ کو اس قدر تعلق تھا کہ آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو ان کے دفاع کے لئے بھیج دیا تھا، بلکہ خود بھی مفسدین سے آپؓ کا دفاع کرتے رہے ہیں۔ پوری تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

آپ کے چچازاد بھائی اور آپ کے شاگرد جن کا علم آپ کے علم پر مبنی ہے، خود کہتے ہیں کہ ''علیؓ نے مجھے سکھایا ہے، علیؓ کا علم رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ تھا...... علیؓ نے نبی ﷺ سے علم حاصل کیا اور میرا علم علیؓ کے علم سے ماخوذ ہے۔''(۳)

آپ حضرت صدیقؓ کی بے حد تعریف کرنے کے بعد آپؓ کے مخالفین کے بارے میں کہتے ہیں ''خدا کا غضب ٹوٹے اس پر جو ان کی شان گھٹائے اور ان پر طعن کرے۔''(۴)

(۱) ''کتاب الشافی'' لعلم الہدیٰ، خلاصہ کے ساتھ چھپی ہوئی ص ۴۲۸

(۲) ایضاً

(۳) ''الامالی'' للطوسی ج۱ ص۱۱ ط: نجف

(۴) ''ناسخ التواریخ'' لمرزہ محمد تقی لسان الملک، ج۵ ص۱۴۳، ''مروج الذہب'' ج۳ ص۶۰

حضرت فاروقؓ کی بے حد تعریف کرنے کے بعد آپؓ کے مخالفین کے بارے میں کہتے ہیں ''جو آپؓ کی شان میں کمی کرے، قیامت تک اس پر خدا کی لعنت برستی رہے۔''(۱)

حضرت ذوالنورین کی صفاتِ حمیدہ اور بہترین اخلاق کا ذکر کرنے کے بعد آپؓ کے مخالفین کے بارے میں کہتے ہیں ''جوان پر لعنت کرے، خدا اس پر سب لعنت کرنے والوں کی لعنت کو لوٹادے۔''(۲)

حضرت علیؓ کے پوتے اور آپؓ کے ہم نام علی بن حسینؒ...... حضرات شیعہ کے نزدیک چوتھے امامِ معصوم بھی اپنے بزرگوں کی سنت پر چلتے ہوئے ہر اس آدمی سے لڑتے ہیں، جو آپ حضرات کے خلاف کچھ کہے۔ جو آپ سے دشمنی کرے آپ بھی اس کے دشمن بن جاتے ہیں، آپ ایسے آدمی کو جو اُن پر تنقید کرے یا بُرا بھلا کہے نکال باہر کیا کرتے تھے۔

شیعہ مصنف اربلی نے روایت کی ہے کہ اہل عراق کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی، اس نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں کچھ ناروا الفاظ کہے:

''جب وہ اپنی بات کر چکے تو آپ نے ان سے کہا: مجھے بتاؤ کیا تم وہ ہو: اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَاناً وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ'' (سب سے پہلے ہجرت کرنے والے، وہ جو اپنے گھروں اور مالوں میں سے نکالے گئے، جو خدا کے فضل اور رضا کو چاہتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے تھے، وہی سچے ہیں)...... وہ کہنے لگے: نہیں آپ نے پوچھا تو پھر وہ ہو ''اَلَّذِيْنَ. تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلاَ يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ'' (وہ جنھوں نے ایمان اور رہائش کو ان سے پہلے ہی استحکام بخشا۔ جو اُسے پسند کرتے ہیں، جو ان کی طرف ہجرت کرتے اور نہیں پاتے اپنے دلوں میں جو کچھ انھیں دیا گیا ہے، اس کی ضرورت، اور ایثار کرتے ہیں دوسروں کے لئے اگر چہ خود (ضرورت مند ہوں) وہ کہنے لگے: نہیں، آپ نے کہا: تم نے انکار کیا ہے کہ تم ان دونوں جماعتوں میں سے نہیں ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے: ''وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا

(۱) ''ناسخ التواریخ'' للمرزہ محمد تقی لسان الملک، ج ۵ ص ۱۴۳، ''مروج الذہب'' ج ۳ ص ۶۰

(۲) ایضاً

اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلاَ تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلاًّ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا." (اور وہ جوان کے بعد آئے کہتے ہیں، اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے، ہمارے دل میں کوئی کجی نہ پیدا کر) میرے پاس سے اٹھ جاؤ، خدا تمھیں تباہ کرے۔"(۱)

آپ کے بیٹے زید بھی آپ ہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں، جی ہاں! وہ زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب۔ رضی اللہ عنہم جن کی تعریف میں ان لوگوں نے بے حد مبالغہ آرائی کی، زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے، آپ بھی اپنے والد علی بن حسین اور اپنے دادا علیؓ بن ابی طالب اور ان سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلے جنھوں نے اپنے صحابہؓ کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ "میرے صحابہؓ کے خلاف کچھ نہ کہو۔"(۲)

شیعہ حضرات بیان کرتے ہیں کہ "جب زید نکلے تو آپ کے ساتھیوں نے آپ سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں پوچھا، آپ نے کہا:

میں ان کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ نہیں کہتا اور نہ ہی میں نے اپنے گھرانے میں سے کسی کو سوائے خیر کے اور کچھ کہتے سنا ہے: یہ سن کر لوگ کہنے لگے آپ ہمارے ساتھی نہیں، آپ سے جُدا ہو گئے، الگ ہو گئے، آپ نے کہا: "رفضونا اليوم" آج انھوں نے ہمیں چھوڑ دیا، آج کے دن سے وہ رافضی کہلائیں گے۔"(۳)

مرزا تقی اس میں مزید اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

"زید لوگوں کو صحابہ رضوان اللہ علیہم پر طعن کرنے سے روکا کرتے تھے، جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ شیخین پر تبرا بازی نہیں کرتے تو لوگ آپ کو چھوڑ کر الگ ہو گئے، اس کے بعد سے یہ لفظ (یعنی رافضی) اس پر بولا جانے لگا جو مذہب میں غلو کرے اور صحابہ پر طعن کو جائز سمجھے۔"(۴)

ان حضرات کے پانچویں امام معصوم۔ محمد باقر بن علی بن حسینؒ بھی انھی جیسے خیالات رکھتے اور انھی کی طرح آپ کی بے حد تعریف کرتے ہیں، اسی وجہ سے آپ اس شخص کو سختی سے ڈانٹتے

---

(۱) "کشف الغمۃ" للاربلی ج ۲ ص ۷۸

(۲) "عیون اخبار الرضا" للقمی ج ۲ ص ۷۸

(۳) "ناسخ التواریخ" ج ۳ ص ۵۹۰، زین العابدین کے اقوال کے ضمن میں "عمدۃ الطالب" زید بن علی کی احادیث کے تحت

(۴) "ناسخ التواریخ" ج ۳ ص ۵۹۰ زین العابدینؒ کے اقوال کے تحت۔

ڈپٹتے ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صدیق ہونے کا انکار کرے، آپ یہ کہہ کر انتہائی سختی سے جواب دیتے ہیں کہ؛ "ہاں ہاں آپ صدیق ہیں۔ جو آپ کو صدیق نہ کہے، خدا کرے دُنیا اور آخرت میں اس کی کوئی بات سچی نہ ہو۔"(۱)

اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ان پر، کیا اس کے بعد بھی علیؓ اور آپؓ کی اولاد کے بارے میں سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ صدیقؓ و فاروقؓ اور ذوالنورینؓ کو کافر کہتے ہوں گے؟ یہ حضرات تو ان کی بیعت کر چکے ہیں، ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں، ان کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتے رہے ہیں، ان سے رشتہ داریاں قائم کیں۔ ان حضرات نے اُن کے خلاف کبھی جنگ و جدال نہیں کیا اور نہ ہی انھیں اور نہ ان کے ساتھ جہاد و قتال کرنے والے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی کافر کہا۔

"نہج البلاغہ" ہی اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ جگہ جگہ آپ کو ملے گا کہ آپ اپنے ساتھیوں کو گالی گلوچ، تکفیر و تفسیق سے منع کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ اپنے ساتھ لڑنے والوں اور جنگِ صفین میں شرکت کرنے والوں کو بھی بُرا بھلا کہنے سے روک رہے ہیں، ایک خطبہ کا عنوان ہے "علی علیہ السلام کا وہ کلام" جب آپ نے سنا کہ کچھ لوگ اہل شام اور جنگِ صفین میں لڑنے والوں کو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں" اس کے ضمن میں لکھتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا:

"میں سخت ناپسند کرتا ہوں کہ تم گالیاں بکنے والے بنو، البتہ اگر اپنے اعمال اور اُن کے حال کا ذکر کرو تو یہ زیادہ صحیح ہے، زیادہ معقول عذر ہے، گالیاں بکنے کی بجائے یوں کہو:

اے اللہ ہمارے اور ان کے خونوں کو محفوظ رکھ، ہمارے اور ان کے درمیان صلح و آشتی پیدا فرمادے، انھیں گمراہی سے ہدایت کی طرف پھیر دے تاکہ وہ حق پہچان سکیں جس سے وہ ناواقف ہیں، انھیں کجی اور دشمنی سے بچا۔"(۲)

اسی طرح شیعہ مصنف دینوری نے بھی ذکر کیا ہے اور واضح طور پر لکھا ہے کہ گالیاں بکنے والے وہ حضرات تھے جنھوں نے امامِ مظلوم حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو شہید کیا تھا۔ اس نے یہ بھی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ حضرات معاویہؓ اور آپؓ کے ساتھیوں پر بھی لعنت پھٹکار کیا کرتے تھے، علیؓ اور ان لوگوں کے درمیان سوال و جواب ہوتے ہیں۔

(۱) "کشف الغمہ" ج ۲ ص ۱۴۷ تبریز، ایران
(۱) "نہج البلاغۃ" تحقیق صبحی صالح

اس نے پورا واقعہ ذکر کیا ہے، لکھتا ہے:

''علی کو یہ خبر پہنچی کی حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق دونوں معاویہؓ اور اہلِ شام کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور لعن طعن کرتے ہیں آپ نے ان کی طرف آدمی بھیجا کہ جو کچھ تمہارے متعلق مجھے پہنچا ہے اس سے باز آجاؤ، دونوں آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

اے امیر المؤمنین کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ آپ نے کہا: ہاں: ربِ کعبہ کی قسم، وہ کہنے لگے: تو پھر آپ ہمیں ان پر لعن طعن کرنے سے کیوں روکتے ہیں؟

آپ نے کہا: میں ناپسند کرتا ہوں کہ تم گالیاں بکنے والے اور لعنت بھیجنے والے بنو، البتہ یوں کہو: اے اللہ ہمارے اور ان کے خونوں کو محفوظ رکھ اور ہمارے اور ان کے درمیان صلح کرادے۔''(۱)

دیکھ لیجئے خود علیؓ بن ابی طالب قطعاً پسند نہیں کرتے کہ اہل شام کو بھی بُرا بھلا کہا جائے، آپؓ معاویہ بن ابی سفیانؓ سے لڑنے کو سخت ناپسند کررہے ہیں، لوگوں کو اس سے روک رہے ہیں تو کیا آپ سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ نبی ﷺ کے شہر، مدینہ والوں پر لعن طعن کو پسند کریں گے۔ نبی ﷺ کے ساتھیوں، عزیزوں اور دامادوں کو گالیاں بکنا آپ پسند کریں گے؟

آپ ان کے ساتھ جنگ کرنے کے باوجود ان کے ایمان واسلام کو تسلیم کرتے ہیں، آپ ان سے لڑتے بھی ہیں لیکن واضح طور پر کہتے ہیں کہ یہ لوگ ہرگز کافر اور مرتد نہیں۔ دین واسلام سے خارج نہیں۔

یہی بات جعفر نے اپنے والد سے روایت کی ہے، کہتے ہیں:

''علی علیہ السلام اپنے ساتھ جنگ کرنے والوں کو کہا کرتے تھے کہ ہم اُن سے اس لئے نہیں لڑتے کہ وہ کافر ہیں۔ اور نہ وہ اس لئے ہم سے لڑتے ہیں کہ ہم کافر ہیں۔ بلکہ ہماری رائے یہ ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ وہ حق پر ہیں۔''(۲)

آپ اپنے ساتھیوں اور مخالفوں کے سامنے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، اس وقت ہمارے باپ اور بیٹے مارے جاتے تھے،

---

(۱) ''الاخبار الطوال'' ص ۱۶۵ جنگِ صفین کے تحت، مطبوعہ قاہرہ
(۲) ''قرب الاسناد'' حمیری ص ۴۵ مطبوعہ: مکتبہ نینوی طہران

ہمارے عزیز اور بھائی مارے جاتے تھے، لیکن ہر مصیبت و تکلیف کے بعد ہمارے ایمان میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ ہم حق پر ڈٹے رہتے تھے، حکم کو تسلیم کرتے تھے، مشکلات پر صبر کرتے تھے لیکن اب ہم اپنے ہی مسلمان بھائیوں سے لڑ رہے ہیں، وجہ یہ ہے کہ ہم میں کجی، شبہ اور تاویل کی (عادت) پیدا ہو چکی ہے۔''(۱)

اس سے بھی زیادہ واضح لفظوں میں کہتے ہیں:

''اے خدا کے بندو میں تمہیں تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں۔ یہ وہ سب سے بہتر نصیحت ہے جو بندوں کو کی جاتی ہے، اس سے بالآخر خدا کے ہاں بہتری و بھلائی نصیب ہوگی، تمہارے اور اہلِ قبلہ کے درمیان جنگ کا دروازہ کھل چکا ہے۔''(۲)

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ ان حضرات کو اللہ پر ایمان اور تصدیقِ رسالت میں اپنے برابر سمجھتے ہیں، آپ عثمانؓ بن عفان کے خون سے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں، جنگِ صفین کے واقعات بتاتے ہوئے شہروں کی طرف یہ لکھ کر بھیجتے ہیں کہ:

''جب ہم اور اہلِ شام ملے تو ہماری بات یوں شروع ہوئی کہ:

ظاہر ہے ہمارا سب کا رب ایک ہے، نبی ایک ہے، ہماری دعوتِ اسلام ایک ہے، نہ ایمان اور تصدیقِ رسالت میں ہم ان سے زیادہ ہیں، نہ وہ ہم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ایک ہی بات ہے جس میں ہمارا اختلاف ہے اور وہ ہے عثمانؓ کے خون سے متعلق، ہم لوگ اس سے بری ہیں۔ چنانچہ ہم نے کہا: آؤ الخ۔''(۳)

دیکھئے کہ علی رضی اللہ عنہ کس قدر انصاف پسند اور عادل ہیں؟ اور ذرا ان لوگوں کو دیکھئے کہ کس قدر اپنے قول و عمل میں عدل و انصاف سے ہٹے ہوئے اور حق سے دور ہیں؟

یہ ہے رضی اللہ عنہ کا موقف اپنے سب سے بڑے دشمن کے متعلق، تو اُن کے بارے میں آپ کا اور آپ کے گھرانے کا موقف کیا ہو سکتا ہے جو آپ کو سب سے زیادہ عزیز تھے، رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اور آپ ﷺ کے دوست تھے، جو اہل بیت سے محبت کرنے والے تھے، اہل بیت نے بھی ان کی محبت کے جواب میں ان سے دوگنی محبت کا ثبوت دیا، اسی طرح امہات المؤمنین کے

(۱) ''نہج البلاغۃ'' تحقیق صبحی صالح ص ۱۷۹
(۲) ''نہج البلاغۃ'' تحقیق صبحی صالح ص ۲۴۸
(۳) ''نہج البلاغۃ'' تحقیق صبحی صالح ص ۴۴۸

بارے میں بھی آپ کے موقف کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو تمام اہل بیت کی مائیں تھیں۔
کیا علیؓ اور آپؓ کے گھر والے مومن تھے یا نہیں؟ اگر مومن تھے، اور کوئی شک نہیں کہ مومن تھے، تو وہ اللہ کے اس ارشاد میں داخل ہیں: "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ"(۱)
"اللہ کا نبی ﷺ مسلمانوں کے حق میں ان کی جانوں سے بھی قریب تر ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔"
اس لئے حضرت صدیقہ طاہرہؓ قرآن کی رُو سے، خالقِ کائنات کے حکم کے مطابق آپ کی اور سب اہل بیت کی مائیں ہوئیں۔
اب ذرا سوچئے کہ کوئی آدمی جو اہل بیت سے محبت کا دعویدار ہو، اہل بیت کی ماں کو گالیاں بکے گا؟
کیا یہ لوگ نہیں کہتے کہ ہم اہل بیت کے پیرو، ان سے محبت کرنے والے اور ان کی اطاعت کرنے والے ہیں، کیا یہ لوگ اس کے علاوہ اور کچھ کہتے ہیں؟
کوئی شریف و معزز آدمی خود کو دی جانے والی گالی تو برداشت کر سکتا ہے، لیکن یہ کوئی نہیں برداشت کر سکتا کہ اس کی ماں کے بارے میں کوئی بُری بات کہی جائے۔
یہ لوگ علیؓ اور آپ کے پورے گھرانے کی ماں کو گالیاں بکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا عمل کر رہے ہیں؟
یہ ہے شیعہ حضرات کا موقف تمام صحابہؓ کے بارے میں، بالخصوص خلفائے راشدینؓ کے بارے میں، صحابہؓ اور ان کے مخالفین کے بارے میں اہلبیت کا موقف بھی ہم بیان کر چکے ہیں۔
یہ بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ اہل بیت آپ کے مخالفین کے بارے میں کیا موقف رکھتے تھے۔ یہ حضرات درحقیقت سراسر اہلِ بیت کے مخالف ہیں۔ منافقت کرتے ہوئے اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔
چنانچہ ثابت ہو گیا کہ شیعہ حضرات اہل بیت سے محبت رکھنے والے اور آپ کی پیروی کرنے والے ہرگز نہیں، بلکہ اہل بیت کے مخالف اور دشمن ہیں، اسی چیز کو ہم ثابت کرنا چاہتے تھے، سو ہم نے خود ان حضرات کی اپنی کتابوں سے اور ان کے الفاظ سے ثابت کر دیا۔ تاکہ وہ حضرات جو حقیقت نہیں سمجھتے تھے، اب سمجھ جائیں اور سیدھے راستے پر چل نکلیں۔

---

(۱) سورۃ الاحزاب:۶